کلیاتِ بیخود

اردو، فارسی کلام

علّامہ سیّد محمد احمد صاحب بیخود موہانی ایم، اے
پروفیسر شیعہ انٹر کالج لکھنؤ

بار اول
۵۰۰

قیمت ۸ر

کلیاتِ بیخود

از

علامۂ بیخود موہانی ایم، اے مرحوم

۱۹۴۲ء

قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ عہ؍

تعارف

علّامۂ سیّد محمد احمد بیخودؔ موہانی ایم، اے پروفیسر شیعہ کالج کی ذات شرمندہ تعارف نہیں، آپ اپنے وطن قصبۂ موہان ضلع اُناؤ میں ۱۸۸۳ء میں پیدا ہوئے، ۱۸۹۷ء میں اُردو مڈل پاس کیا مولوی محمد خاں صاحب سے گلستاں، بوستاں، سکندرنامہ وغیرہ اور مسٹر ہیرس (یوروپین) سے جن کا قیام کچھ دنوں تک موہان میں رہا تھا انگریزی پڑھی، بعدازاں منشی فاضل فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا، پھر بی اے اور ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں، آپنے چند سکولوں اور کالجوں میں اُردو، فارسی کے پروفیسر کا فرض انجام دیا، بالآخر آپنے شیعہ کالج کی ملازمت اختیار کی جو دم آخر تک قائم رہی ۱۹۴۰ء میں آپکی صحت خراب رہتی تھی چنانچہ ۲ر نومبر ۱۹۴۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہی، اور بمقام حیدر گنج کربلائے منشی فضل حسن خاں بمقام لکھنؤ دفن ہوئے، آپکے پس ماندگاں میں ایک بیوہ، دو لڑکیاں اور ایک لڑکا سیّد محمد اختر حسین سلمہٗ ہیں۔

آسمان ادب کا یہ درخشاں ستارہ افسوس کہ بہت جلد غروب ہوگیا، لیکن اربابِ ادب اب بھی اسکی تجلّی اپنے اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں، آپکے تصنیفات گنجینۂ تحقیق، منظر آئینہ، جوہر آئینہ وغیرہ نے دُنیائے ادب میں جسقدر شرف قبولیت پایا وہ محتاج بیان نہیں، لیکن تصویر کا یہ صرف ایک رُخ ہوتا اگر کلیات بیخودؔ منظر شہود پر نہ آتا، چنانچہ اس زمانے میں جبکہ اشیائے طباعت صرف گراں ہی نہیں بلکہ ایک حد تک کمیاب ہو رہے ہیں اس دیوان کا شایع کرنا دُور از کار تھا، دوسرے یہ کہ مرحوم فطرتاً اپنے کلام کو محفوظ رکھنے کے عادی نہ تھے اور اس طرح آپکے کلام کا اکثر و بیشتر حصّہ جو مرحوم سُنایا کرتے تھے عنقا ہے بہر کیف جسقدر بھی مہیّا ہو سکا ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے تاکہ دنیائے شاعری کی یہ مایۂ ناز ہستی صرف ناقد ہی نہ خیال کی جائے بلکہ محفل ادب میں ایک تازہ روح پھونک سکے اور اہل نظر حضرات کے لیے بلند خیالی اور معیار تغزل کا وہ نمونہ پیش کر سکے جو آپ اپنی مثال ہو، انھیں مشکلات کے باعث اکثر مقامات پر ربط و تسلسل باقی نہ رہ سکا، اُمید کہ ناظرین ان حالات پر غور کرتے ہوئے اس خامی کو

نظر انداز فرمائیں گے، افسوس یہ اُردو، فارسی کلام کا مجموعہ اگر مرحوم کی زندگی میں طبع ہوا ہوتا تو زیادہ بہتر ہوتا، بہرکیف یہ جو کچھ بھی ہے وہ مرحوم کے شاگرد سید محمد سبطین بی اے کی کمال محنت و سعی بلیغ کا نتیجہ ہے جو آپ نے دیوانِ ہذا کی تدوین اور طباعت میں کی، خدا جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس کے علاوہ آپ کے اور دیگر تصنیفات بھی ہیں جن میں "شرح دیوانِ غالب" امتیازی درجہ رکھتی ہے، آپ کے تمام ادبی خدمات پر اس کو فوقیت حاصل ہے، چنانچہ مرحوم خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ شرح غالب کو غالب کر دے گی اور اُن کے متعلق جو کچھ غلط فہمیاں پھیل چکی ہیں سب کو مٹا کر غالب کو ایسے رنگ میں پیش کرے گی کہ دُنیا بیساختہ کہہ اُٹھے گی کہ "غالب شاعر الشعرا آمد" لیکن افسوس کہ فی زمانہ طباعت کے مشکلات اسکی راہ میں مانع ہیں اور نہ انکے پسماندگان ہی مالی کشمکش میں ہوتے ہوئے اسکو حد تکمیل تک پہونچا سکتے ہیں، ہاں اگر کوئی ادب دوست اس ادبی جواہر پارے کو تباہی سے بچا کر عوام کے لیے شمع علم بنا سکے تو ممکن ہے۔

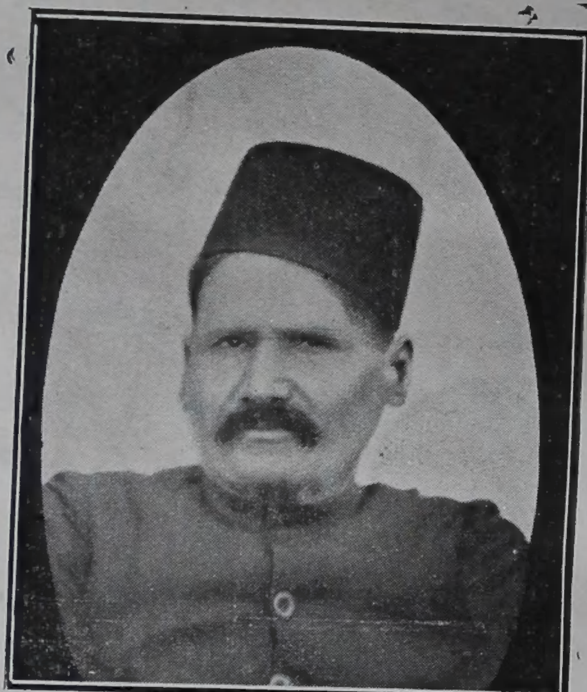
بندۂ خاکسار

سید محمد آصف موہانی (برادر مرحوم)

لکھنؤ

۱۵ فروری ۱۹۴۳ء

دیوان ہذا کے ملنے کا پتہ	(۱) سید محمد اختر حسین موہانی، غازی منڈی مکان نمبر ۵۵۴ بنجاری ٹولہ، لکھنؤ (۲) سید نجم الحسن نقوی، لکھنؤ بک ایجنسی، چوک، لکھنؤ (۳) مہدی علی خاں صاحب بکسیلر نیا چوک الہ آباد



حضرت بیخود موہانی مرحوم

تو نے ازل مین دل پہ یہ کیسی نگاہ کی
اب تک ہے زلزلے مین زمین جلوہ گاہ کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنا جہاں میں رہنا ہے یادگار رہنا / مشکل تھا اپنے گھر میں بیگانہ وار رہنا
اے موت رحم کر اب یہ کوئی زندگی ہے / نظروں سے اپنی گر کر دنیا پہ بار رہنا
ہاتھوں پہ سر کو رکھے ہر رند کہہ رہا ہے / بے کیف رہنے ہی تک تھا بے خمار رہنا
کس طرح میں نے مانا اے اختیار والے / میت کے مثل اپنا بے اختیار رہنا
رنگینیوں نے کس کی سکھلا دیا ہے گُل کو / جب تک چمن میں رہنا بن کر بہار رہنا
ہستی کے قافلہ کو اُس راہزن نے لوٹا / کہتا تھا راہ بھر جو ہاں ہوشیار رہنا

بیخود کی زندگی کی یہ بھی کوئی طرح تھی
بے اختیار آنا بے اختیار رہنا

جب نازِ عشق و حُسن کے قابل نہیں رہا / پھر وہ کچھ اور ہی ہے مرا دل نہیں رہا
کہتی ہے دل کے حال پہ گھبرا کے بیخودی / یہ آپ میں بھی آنے کے قابل نہیں رہا
اک جلوہ پیش پیش ہے اور بڑھ رہے ہیں ہم / اب کچھ خیال دوریِ منزل نہیں رہا
دنیا یہی ہے شک ہے تو اس کو مٹا کے دیکھ / پھر کچھ نہیں جہان میں جب دل نہیں رہا

پوری جزا ملے گی اُسی دل کو حشر میں
جس کو خیالِ شکوۂ قاتل نہیں رہا

تمکیں غضب ہے ساقیٔ دورِ الست میں
شاید خیالِ گرمیٔ محفل نہیں رہا

دُنیا سے پوچھ دیکھ کوئی ذرہ دہر کا
تزئینِ کائنات سے غافل نہیں رہا

اک عالمِ جمال ہے ہر ذرہ دشت کا
اب قیس محوِ لیلیٰ و محمل نہیں رہا

زینت یہ کائنات کی جانے لگی نظر
اب میں ترے خیال کے قابل نہیں رہا

بس کر اُجڑ چکی ہیں امنگوں کی بستیاں
دنیا میں شاد آج کوئی دل نہیں رہا

افسردگی کی جان ہے آزردگی کی روح
جو ولولوں کی جان تھا وہ دل نہیں رہا

ہے کل کی بات تھا یہی دنیائے حسن و عشق
ویرانۂ ملال ہے اب دل نہیں رہا

بیخودؔ کسی کے نازِ دوئی سوز کی قسم
کیسی نظر خیال بھی حائل نہیں رہا

نہ بھولے گا خیال و رنگِ رخ کا نامہ بر ہونا
حدیثِ شوق سے حرف و زباں کا بیخبر ہونا

اُمڈنا آنسوؤں کا دیدۂ بے نم کا تر ہونا
نہ بھولے گا وہ دریائے اثر کا باڑھ پر ہونا

محیطِ دہر کی ہر موج ہے اک لہر بجلی کی
مبارک آہِ مضطر کو تری برق نظر ہونا

شکایت سنج قدرت کیوں نہ ہو مجبوریِ بلبل
قفس ہی میں تھا کیا جوشِ نموئے بال و پر ہونا

مری آہوں کی ہلچل ہے نظامِ دہر برہم ہے
ندائیں آرہی ہیں آج مشکل ہے سحر ہونا

کھلے ہیں دل کے ہاتھوں آہ اسرارِ جنوں کیا کیا
قیامت کر گیا اس راز داں کا پردہ در ہونا

یہ بڑھتے ولولے یہ جوشِ گل یہ اپنی مجبوری
قفس سے چھوٹ کر قسمت میں تھا بے بال و پر ہونا

رہِ وحشت کی اُٹھتی آندھیوں کا حال کہتا ہے
سراپا کاروانِ شوق کا گردِ سفر ہونا

قفس میں فصلِ گل کی کیا خبر ہاں کچھ تو کہتا ہے
فقط اک وقت میں جوشِ نموئے بال و پر ہونا

زمانہ محوِ حیرت اور وہ مجبورِ تبسم ہے
طلسمِ راز ہے بیخود مری مژگاں کا تر ہونا

دنیائے محبت میں اندھیرا نظر آیا
آخر نہ شبِ ہجر کا وقتِ سحر آیا

موت ایک تھی ہاں غافل و عارف میں جو تھا فرق
منزل کہیں آئی کہیں وقتِ سفر آیا

اک محشرِ آشوب ہے ہر ذرۂ عالم
اے منزلِ ہستی کے مسافر کدھر آیا

وارفتگیٔ شوق تھی اور دشتِ تمنا
دل یہ نہیں معلوم کب آیا کدھر آیا

رکتی ہے تراوش کوئی اجزائے وفا کی
آنسو جو تھمے آنکھ سے لختِ جگر آیا

تھا دل کو بہت شوق تماشا گہ ہستی
پردہ جو اٹھا منظرِ حیرت نظر آیا

آیا نہ یقیں گریۂ خجلت کا کسی کو
کیوں دیدۂ نمناک پہ دامانِ تر آیا

ہے کشمکش بود و عدم اور مری جاں
بالیں پہ اِدھر موت اِدھر چارہ گر آیا

کہتے نہ تھے افسانۂ دل چھیڑ نہ بیخود
آنسو نہ امڈنے لگے پھر جی نہ بھر آیا

بستے بستے وہ اجڑنا مرے کاشانے کا
ہے قیامت یہی ٹکڑا مرے افسانے کا

بندِ زنجیرِ خیالات کہیں ٹوٹے تو
راستہ پھر کوئی دیکھے ترے دیوانے کا

کہیں اک بوند میں چھلکے کہیں بھر ہی نہ سکے
کچھ عجب ظرف ہے تقدیر کے پیمانے کا

خانۂ دل سے جوانی کا نہ نکلا ماتم
یہ اثر پیچ سے چھوٹے ہوئے افسانے کا

ہر گھڑی اک نئے عالم کی خبر دیتا ہے
آپ ہی آپ الجھنا ترے دیوانے کا

خوابِ ہستی نے الٹ دی مرے دل کی دنیا
میں ہوں اور داغ ہے بھولے ہوئے افسانے کا

درِ میخانہ کھلا جب نہ کھلی آنکھ اپنی
اب کھلی آنکھ تو در بند ہے میخانے کا

نہ گئی بزمِ تمنا کی اُداسی نہ گئی
عرصۂ حشر میں بھی رنگ ہے ویرانے کا

موت کے ساتھ ہی آتا ہے اُدھر کا بھی خیال
کچھ تو ہے میل مری خاک میں میخانے کا

کہیں کُھل جائیں نہ قدرت کے چھپائے ہوئے راز
ذکر چھیڑو نہ مری قید کے افسانے کا

خود سنے گا کوئی اے ضبط ابھی لب نہ ہلیں
اُٹھ رہا حشر میں سننا مرے افسانے کا

نورِ اُمید تھا یا چھانوں پہ آتی ہوئی دھوپ
دیکھ اب رنگ مرے دل کے سیہ خانے کا

حشر تک رند اُٹھیں مست پڑا رہنے دے
میکدے میں کوئی ٹکڑا مرے پیمانے کا

خوابِ مستی میں ہے ساقی یہ کہو زاہد سے
ہاں نکل جائے کہ در بند ہے میخانے کا

عرصۂ حشر کا ہے گورِ غریباں میں بھی رنگ
کہ یگانے کا نہ کچھ فرق نہ بیگانے کا

شوقِ پیہم کی قسم جوشِشِ تمنا کی قسم
دل میں عالم ہے چھلکتے ہوئے پیمانے کا

خیر اب ہستی موہوم کے زنداں کی نہیں
پانوں زنجیر سے نکلا ترے دیوانے کا

مری آنکھوں میں نومیدی سے عالم تار ہو جانا
وہ میرے ساتھ اک دنیا کا ماتمدار ہو جانا

گئی جان اور نہیں جاتی اُداسی دل گرفتوں کی
یہیں دیکھا اجل کے زور کا بیکار ہو جانا

یہ حشر انتہائے ضبط و حدِ ناز ہونا تھا
ترا مجبور ہو جانا مرا ناچار ہو جانا

نہ دکھلائے خدا تجھ کو دلِ مجبور کی دُنیا
کہ جس میں بے بسی کی موت ہے ہشیار ہو جانا

گنہ نا آشنا دل کی نظر میں کب یہ دنیا تھی
نہ تھا مشکل ازل میں تجھ سے کچھ اقرار ہو جانا

یہ فطرت ہے طلسمِ مرگ و ہستی اس کو آتا ہے
شروعِ کار ہو جانا مآلِ کار ہو جانا

مہیب انجام کے قالب میں ڈھلنا عجزِ ہمت کا
درِ زنداں کا کُھل کر آہنی دیوار ہو جانا

نظر میں قید ہوتے وقت کی تصویر پھرتی ہے
مرا آنا قفس کا تختۂ گلزار ہو جانا

قیامت نے یہ لکھکر ختم کردی داستاں میری
نظر ملتے ہی تابِ دید کا بیکار ہوجانا

جوانی کے سفر پر میری مجبوری کا نقشہ ہے
بھنور میں ناخدا کا پڑتے ہی ناچار ہوجانا

انھیں اعمال کی دھندلی سی تصویروں کو آتا ہے
فشارِ قبر بن جانا عذابِ نار ہوجانا

تری نظروں نے میرے رنگِ رخ نے کس سے سیکھا ہے
لبِ تصویر بنجانا لبِ گفتار ہوجانا

کوئی کہتا ہے مرتے دم نظر میں پھرنے والے سے
ارے او جانے والے پھر ادھر اکبار ہوجانا

امتحانِ عشق یارب کس قدر دشوار تھا
لاکھ تھے منبر کی زینت ایک زیبِ دار تھا

روح مرتی تو علاجِ دردِ حسرت کے لئے
اے دلِ ناشاد مرجانا بھی کچھ دشوار تھا

نیند بھی اُس کو نہ سمجھے تھی حقیقت میں جو موت
اہلِ دُنیا کے تغافل کا عجب ہنجار تھا

ماتمی کپڑے اُترتے آسماں کے کس طرح
مرگِ غفلت پر زمیں والوں کا ماتمدار تھا

پُرسشِ محشر پہ بھی جنبش نہ لب کو ہو سکی
یوں دلِ آزردہ پر حرفِ تمنّا بار تھا

دل کی مستی کا زمانہ بھول سکتا ہے کہیں
ذرہ ذرہ جس کے دم سے ساغرِ سرشار تھا

آسماں کی اس ادا پر اہلِ دل مر مر گئے
سب کا قاتل تھا مگر صورت سے ماتمدار تھا

دید کے قابل تھی وہ کیفیتِ بزمِ ازل
اپنے مستوں کی طرح ساقی بھی جب سرشار تھا

کیا خبر کیوں قید میں بلبل تڑپ کر مرگئی
ہاں ابھی رُخ بدلیوں کا جانبِ گلزار تھا

لن ترانی پر ابد تک وجد کرنا تھا تمھیں
اے کلیمؔ انکار بھی حرفِ زبانِ یار تھا

درد کا احساس بھی کرتے ہوئے ڈرتے تھے ہم
اللہ اللہ کس قدر نازک مزاجِ یار تھا

مختصر روداد ہے یہ رہگزارِ عشق کی
میرا سایہ مجکو بیخود آہنی دیوار تھا

نثار میں ترے بس کا تو اک زمانا تھا
ہر ایک ذرہ کو عاشق کا دل بنانا تھا

خبر ہے تجکو نشیمن اُجاڑنے والے
مرا جہان ہی تنکوں کا آشیانا تھا

بدل کے رہ گئی دنیا نگاہ والوں کی
حریمِ ناز تک اُس دلربا کا آنا تھا

یہ اہلِ شوق سے کہتا ہے ماجرائے کلیمؑ
نہیں، نگاہ کی قوت کو آزمانا تھا

کسی کو ہوش نہیں جلوہ گاہِ محشر میں
نقاب رُخ سے نہ یوں دفعتہً اُٹھانا تھا

ہمیشہ کے لئے بُت بن گئے تماشائی
نہ جلوہ گاہ کے پردے کو یوں گرانا تھا

کسی کی برقِ نظر خاک کر گئی دل کو
خبر نہیں یہ بنانا تھا یا مٹانا تھا

قفس سے چھوٹ کے تنکے سے چنتی ہے بلبل
یہ نالہ ہے یہ چمن تھا یہ آشیانا تھا

نہ ملائی آنکھ کبھی جلوہ گاہ دُنیا پر
کسی کے وعدۂ دیدار پر نجانا تھا

تڑپ تڑپ کے کٹی عمر بدنصیبوں کی
قفس یہ تھا یہ چمن تھا یہ آشیانا تھا

قیامت آئی تم آدابِ ناز بھول گئے
نہ آنا تھا مری تربت پہ بھی نہ آنا تھا

زمینِ دل میں جب آتے تھے زلزلے بیخود
خدا گواہ تزلزل میں اک زمانا تھا

تو نے اے ذوقِ بلا دل کو مرے دل کر دیا
جس نے سب اُٹھتی ہوئی موجوں کو ساحل کر دیا

قلبِ ماہیت ہی تو نے ذوقِ کامل کر دیا
دل کو چشمِ شوق چشمِ شوق کو دل کر دیا

پرسشِ اعمال کے دفتر کو باطل کر دیا
ناز نے محشر کو دیوانوں کی محفل کر دیا

دل کو عاشق نے مٹایا اُس نے اس کی جان لی
تو نے اک بسمل کو اک بسمل کا قاتل کر دیا

اللہ اللہ قدرتیں تیری نگاہِ ناز کی
پڑ گئی جس پر اُسے سر تا قدم دل کر دیا

یا وجود گنجِ قدرت تھی وہ شے جنسِ نیاز
شوق نے دستِ کرم کو دستِ سائل کر دیا

شرح تھی بارِ امانت کی اُسی کی سرگذشت
دھیمی دھیمی آنچ اُلفت کی بلا تھی قہر تھی

عشق کی منزل کو جس رہرو نے منزل کر دیا
سنگ کو پانی کیا فولاد کو دِل کر دیا

داغ ہے اُس کی نشانی کیوں نہو دل سے عزیز
بیخودؔ اُس نے داغ دل کو داغ کو دل کر دیا

وہی عاشق ہے قاتل کا نہ جو شاکی وہاں ہوگا
جدا سب عالموں سے ایک دن تیرا جہاں ہوگا
نہ میں دیر و حرم سمجھوں نہیں عرش و ارم جانوں
اُمیدیں دل کی وابستہ ہیں میدان قیامت سے
چھڑایا جس نے دامن کاش اُس کو یہ خبر ہوتی
نہ کروٹ تو نے لی جاگے اجل کی نیند کے ماتے
ابھی ہم رو کے جاتے ہیں کبھی تم رو کے جاؤ گے
وہ جنت ہے جو زاہد کے سفر کی آخری منزل
اسیری میں گری ہیں آہ لاکھوں بجلیاں دل پر
فراق جاودانی انتقام وصل جاناں ہے

جسے دارِ جزا سمجھے ہیں دار امتحاں ہوگا
محبت کی زمیں ہوگی وفا کا آسماں ہوگا
جہاں سجدہ کو دل جھک جائے تیرا آستاں ہوگا
نہ اُس جا یہ زمیں ہوگی نہ واں یہ آسماں ہوگا
کہ عنوانِ قیامت درد دل کی داستاں ہوگا
اب اس سے بڑھ کے اے تقدیر کیا خوابِ گراں ہوگا
ہمارا پاسباں اک دن تمہارا پاسباں ہوگا
اُسی میں پہلی منزل پر ہمارا کارواں ہوگا
جہاں بجلی گری سمجھے ہمارا آشیاں ہوگا
مگر صدقے ترے جانے بھی دے اے آسماں ہوگا

فسانہ دہر و گلزار و بہار و گل کا رہنے دے
اگر کچھ ہے بھی اے بیخودؔ سوائے آشیاں ہوگا

ابھی چمن، ابھی گل بس یہی سماں دیکھا
قفس کو دیکھ کے جب سوئے آشیاں دیکھا

قفس کو بھی مری آنکھوں نے آشیاں دیکھا
زمیں سے چرخ تک اُٹھتا ہوا دھواں دیکھا

ہر ایک ذرہ ہے اُس سرزمیں کا ترکِ فلک
ابھی حضور نے دشتِ وفا کہاں دیکھا

پہونچکے جلوہ گہِ ناز تک قدم نہ اُٹھے
اُڑا اُڑا سا جو کچھ رنگِ پاسباں دیکھا

جو کہکے لفظ وفا چپ رہا تو وہ بولے
کہاں سے چھوڑ دی ظالم نے داستاں دیکھا

ہمیشہ عرش و ارم سے پلٹنے والوں نے
زمینِ دل پہ ترا سنگِ آستاں دیکھا

قلق مٹے گا نہ یہ بعد حشر بھی دل سے
کہ وقتِ ذبح بھی قاتل کو سرگراں دیکھا

لگی جو شمع کے سر سے کبھی وہ تلووں میں
نہ جی پہ کھیلنے والوں نے یہ سماں دیکھا

تڑپ کے آپ ہی باہر تھا آپ پردے کے
نگاہِ یاس نے یوں سوے پاسباں دیکھا

نہ پوچھ دشتِ تمنا کی واردات نہ پوچھ
ہر ایک ذرے کے پردے میں آسماں دیکھا

تڑپ نقاب کی تھی یا جھلک تھی پردے کی
ابھی کلیمؑ نے جلوہ ترا کہاں دیکھا

چھپے تھے ابر کی رگ رگ میں تار بجلی کے
بھری بہار میں جب سوے آسماں دیکھا

نگاہ مڑ کے دمِ احتضار کرتا جا
تلافیِ ستمِ روزگار کرتا جا

یہ چھیڑ نکہتِ گل کی قفس نصیبوں سے
نظارۂ روشِ روزگار کرتا جا

یہ طے ہے کوئی حریفِ ادائے کیف نہیں
جہاں کو مست ادائے خمار کرتا جا

ہجومِ بیخودیٔ عشق کو خدا سمجھے
وہ اور مجھ سے کہیں مجھکو پیار کرتا جا

بگولے مرقدِ عاشق کے سب سے کہتے ہیں
جو آگیا ہے طوافِ مزار کرتا جا

یہ دل کے داغ ہیں ملتے ہیں جس کو ملتے ہیں
سپاسِ نعمتِ پروردگار کرتا جا

اشارہ پھرتی ہوئی پتلیاں یہ کرتی ہیں
کہ محو دہر کے نقش و نگار کرتا جا

کھلے گا بعدِ قیامت بھی نازِ جاناں سے
کچھ اور دل کو مرے بیقرار کرتا جا

ابھی چمن ہے قفس تو ابھی قفس ہے چمن — نظارۂ چمن روزگار کرتا جا
چلا ہے بادیۂ جستجو کو طے کرنے — شگونِ گریۂ بے اختیار کرتا جا
نقابِ عارضِ رنگیں ہٹا کے اے دلبر — جہاں کے بن کو ہمیشہ بہار کرتا جا
غش آگیا ہے تماشائیوں کو جلوے سے — صدا سنا کے انھیں ہوشیار کرتا جا
تجلیوں کے لئے کوئی وقتِ خاص نہیں — کیا ہے اور یونہیں انتظار کرتا جا
شکنجہ نزع کا جس دم ہٹا صدا آئی — کہ جسمِ زار کو نذرِ فشار کرتا جا
یونہیں بلا سے قیامت کا دن گذر جائے — گناہ اپنے بتاؤں شمار کرتا جا

سمجھنے پائے کبھی آسماں نہ اے بیخود
یہ جتنا جبر کرے انکسار کرتا جا

بے پردہ ایک دم رخِ جاناں نہیں رہا — پردہ اُٹھا تو ہوش میں انساں نہیں رہا
ترکِ وفا سے کون پشیماں نہیں رہا — یہ جرم بے سیاستِ ایماں نہیں رہا
درگاہ کبریا ہے درِ بارگاہِ عشق — اس در پہ آج تک کوئی درباں نہیں رہا
سجدے میں حسن مسندِ شاہنشہی پہ عشق — کچھ اہلِ دل میں اوجِ سلیماں نہیں رہا
ہے فطرتِ جمال ازل سے جنونِ شوق — ہے کون گل کہ چاک گریباں نہیں رہا
خود جلوے کھولتے ہیں یہ سمٹا ہوا ورق — اب دل کو عذرِ تنگیٔ داماں نہیں رہا
چلمن مژہ کی اب ہے رقیبِ نگاہِ شوق — اب نازِ پردۂ رخِ جاناں نہیں رہا
کیا جانے آہ کاوشِ پیہم کی لذتیں — وہ دل کہ جس میں ٹوٹ کے پیکاں نہیں رہا
ہر روز روزِ حشر ہے جلوہ تو عام کر — ہر دل پکار اُٹھے کوئی ارماں نہیں رہا
کس روز دل کی آہ سے کانپا نہ آفتاب — کس رات زلزلے میں بیاباں نہیں رہا

تا روزِ حشر شکر کا سجدہ ہے اور یہ سر — دم بھر وہ قتل کر کے پشیماں نہیں رہا
کہتے ہیں تجکو قتل کیا اپنے ہاتھ سے — جانبازیوں کا اب کوئی احساں نہیں رہا
کعبہ میں کیا ارم میں گئے ہم نہ سر کے بل — کب امتیازِ کوچۂ جاناں نہیں رہا
شعلے وہی بگولے وہی آندھیاں وہی — کیا مر کے قیس جانِ بیاباں نہیں رہا

بیٹھے ہیں یوں وہ زلفِ پریشاں سنوار کے
اب جیسے ایک دل بھی پریشاں نہیں رہا

یہ تو خبر نہیں کہ اُنھیں رحم آگیا — کہہ آئے دل کا حال جہانتک کہا گیا
جب مجھ سے کچھ نہ شرمِ گنہ سے کہا گیا — رحمت کو اس ادا پہ مری پیار آگیا
وہ کہہ رہے تھے کون اُٹھاتا ہے بارِ عشق — سب نے کیا سکوت نہ مجھ سے رہا گیا

در سے ترے اُٹھائے نہ اُٹھتا مجال تھی
اللہ جانتا ہے نہ مجھ سے اُٹھا گیا

مجھ سے کی بات کیا اُس نے مدارا کیسا — لن ترانی پہ مجھے ناز ہے شکوہ کیسا
اُترا اُترا مرے باتوں سے ہے چہرا کیسا — آئینہ دیکھ کے بگڑے ہیں وہ کیسا کیسا
مستیاں سارے زمانے کی سمٹ آئی ہیں — رنگ لائی ہے تری نرگسِ زیبا کیسا
آنکھ دل بن گئی دل روح بنا روح جمال — ساز یہ مطربِ عشاق نے چھیڑا کیسا
مرتے مرتے بھی نہ نظروں سے چھپی یہ تصویر — خاک اور خون میں لوٹی ہے تمنّا کیسا
کٹ گئی موج کی زنجیر بھنور کی بیڑی — زورِ طوفان ہوں ساحل پہ ہوں مرنا کیسا
ناؤ منجدھار میں آئی تو قیامت ہو گی — ناخدا دیکھ تلاطم میں ہے دریا کیسا
غنچہ پژمردہ گل افسردہ یہ باراں یہ بہار — اب چمن والوں کا یا رب ہے نصیبا کیسا

روشنی آ نہ سکے جس میں ہوا جا نہ سکے
قبر ہاں قبر یہ رہرو کی ہے صحرا کیسا

چھپتے چھپتے ہوا نظروں سے زمانہ اوجھل
دمِ آخر یہ گرایا گیا پردا کیسا

تازگی گھٹتی ہے، بو اڑتی ہے رنگ اُڑتا ہے
ارے بیدرد یہ پھولوں کا تماشا کیسا

مرکبِ اہلِ توکل ہوئی طوفان کی موج
شہر میں آ گئے ساحل پہ پہونچنا کیسا

ہنگامہ خیز دعوئ منصور ہو گیا
لب ہم نوائے خاطرِ مغرور ہو گیا

بزمِ خیالِ یار میں ہے محوِ آرزو
مجھ سے مرا خیال بہت دور ہو گیا

ٹنا تھا کب ترا دشِ زخمِ جگر کا رنگ
ہاں رستے رستے زخم سے ناسور ہو گیا

تھا جلوہ گاہِ یار مرا دامنِ نگاہ
جس ذرہ پر نگاہ پڑی طور ہو گیا

بس اے سکونِ یاس زیادہ ستم نہ کر
وہ اضطرابِ شوق تو کافور ہو گیا

ناکامیِ ازل کی ستم رانیاں نہ پوچھ
میں اپنے اختیار سے مجبور ہو گیا

اُف اضطرابِ شوق کی حسرت فروشیاں
حُسنِ حیا پرست بھی مجبور ہو گیا

ہے ہم نوائے آہ صدائے شکستِ رنگ
اے ناز بس کہ شیشۂ دل چور ہو گیا

میں اور یہ سرنوشت، ملامت کی جا نہیں
میں اُس کے انتخاب سے مجبور ہو گیا

وہ مستِ غم ہوں آنکھ سے ٹپکے جو اشکِ خوں
مجھکو سرورِ بادۂ انگور ہو گیا

ہنگامہ ہائے غلغلۂ ما و من نہ پوچھ
بیخودؔ بھی اپنے عہد کا منصور ہو گیا

ہر جلوہ جانِ حُسن ہے اک مستِ ناز کا
آج امتحان ہے نگہِ امتیاز کا

عرفاں کہاں کا ہستیِ موہوم کی قسم
یاں دل میں جو خیال ہے پردہ ہے راز کا

ہر شے میں گرایوہیں عروجِ و نزولِ خاک
جھگڑا نہ مٹ سکے گا نشیب و فراز کا

ہر ذرہ جلوہ گاہِ تجلیِ طور ہے
یاں کام ہی نہیں نگہِ امتیاز کا

صدمہ یہ ترکِ مے سے تھا جنت میں بھی نہ پی
جی بھر کے روئے ذکر جب آیا جواز کا

جنبش ذرا ہوئی کہ نوائیں بدل گئیں
ہر ذرہ کائنات میں پردہ ہے ساز کا

مجبورِ جلوہ حُسن ہے مجبورِ شوقِ عشق
کچھ بے محل سا ذکر ہے ناز و نیاز کا

وقتِ وداعِ ظلمتِ ہستی قریب ہے
ہے پچھلی رات وقت ہے راز و نیاز کا

ظالم وہ بزمِ حُسن ہو یا بزمِ عشق ہو
ماتم کہاں نہیں دلِ حسرت نواز کا

کھچتا ہے مجھ سے دیکھ تو بزمِ خیال میں
ہر آئینہ ہے آئینہ ناز و نیاز کا

ہر جزوِ دل کو آئینہ خانہ بنا دیا
احسان ہے تجلیِ جوہر گداز کا

ہر ایک محوِ دید کی دنیا الگ رہے
ایسا ہے اُن کے عشوۂ نیرنگ ساز کا

بیخود نہ ہم ترانۂ منصور سُن سکے
آشوب سامعہ ہے بگڑنا بھی ساز کا

نظیر جس کی مل سکے وہ اپنا ماجرا نہ تھا
لکھا نہ تھا پڑھا نہ تھا سنا نہ تھا ہوا نہ تھا

زمانہ میں جو حادثہ مرے لئے نیا نہ تھا
کسی نے بھی سنا نہ تھا کہیں بھی وہ ہوا نہ تھا

جو اُس گلی میں رہ گئے خوشی کو اپنی دخل کیا
قسم کسی کی ناصحا قدم ہی اُٹھ سکا نہ تھا

غضب میں جان پڑ گئی نہ پوچھ راحتِ عدم
کسی کو کچھ غرض نہ تھی کسی سے مدعا نہ تھا

جو دفترِ زمانہ پر نگاہ اپنی پڑ گئی
جواب ہی نہ جس کا ہو وہ کوئی ماجرا نہ تھا

خیالِ آرزو ہی تھا کہ یاس نے یہ دی خبر
وہ کعبہ تیرا ڈھ گیا ابھی جو بن چکا نہ تھا

یوں بھی دیکھا نہ کبھی درد کا درماں ہونا
ہائے وہ نشترِ مژگاں کا رگِ جاں ہونا

عشرتِ مرگ شہیدِ لبِ جاناں ہونا
لذتِ زیست ہلاکِ غمِ ہجراں ہونا

وہ تمناؤں کا رہ رہ کے پریشاں ہونا
وہ تری یاد کا دل میں ترے مہماں ہونا

پردے پردے میں ترے وصل کا ساماں ہونا
دردِ پنہاں کا ترا غمزۂ پنہاں ہونا

محشرِ ناز ہیں ذراتِ فضائے کونین
اللہ اللہ کسی کافر کا خراماں ہونا

ہر گھڑی اک نئے عالم کی خبر دیتا ہے
مرا ہنسنا مرا رونا مرا حیراں ہونا

جوشِ آبادیِ دنیائے محبت یعنی
دلِ حسرت زدہ کا محشرِ حرماں ہونا

محشرستانِ تجلی ہے ہر اک ذرۂ خاک
تو رہے اور ترا صاعقہ افشاں ہونا

آن کی آن میں گریہ کا کدورت بننا
دیکھتے دیکھتے دریا کا بیاباں ہونا

آہ میں ہوں وہ سیہ بخت کہ تقدیر میں تھا
برق سے میرے نشیمن کا چراغاں ہونا

دیکھ اے جلوۂ بیتاب کہ کیا کہتا ہے
میری ہر آہ کا یوں برق بداماں ہونا

خونِ دل دیکھ نہ کر بے جگریِ منصور
قطرے قطرے کو ہے یاں محشرِ طوفاں ہونا

خیر اپنی نہیں تجکو یہ کہے دیتا ہے
اپنی ہر ایک ادا پر ترا حیراں ہونا

جلوۂ بزمِ ازل جلوۂ طورِ محشر
ہے مرے شوق کے اجزا کا پریشاں ہونا

دہر کیا جلوۂ نیرنگِ ادائے معشوق
نشہ کیا کاکلِ جاناں کا پریشاں ہونا

جہل وارفتگیِ ذوقِ فریبِ ہستی
علم سب ہستیوں کا آنکھ سے پنہاں ہونا

دیکھئے نازِ تغافل کو دکھائے کیا رنگ
اشکِ حسرت کا سرِ دامنِ مژگاں ہونا

شور انگیزیِ شمشیرِ تبسم یعنی
آگیا خود مرے زخموں کو نمکداں ہونا

وادیِ معرفت و شوق کے اللہ رے نصیب
جس کی قسمت میں تھا بیخود کا بیاباں ہونا

حشر تک اُٹھیں گے ہر خاک سے مجنوں بیخود
کھیل ہے کچھ مرے اجزا کا پریشاں ہونا

میں نقشِ ما و من ہوتا کہ نقشِ ما سوا ہوتا
جو پہلے سے خبر ہوتی کہ کیا ہوتا تو کیا ہوتا

مری ہستی کا نقطہ گر نہ نقشِ ما سوا ہوتا
ازل کی ابتدا ہوتا ابد کی انتہا ہوتا

قیامت تک فضا میں کچھ نوائیں گونجتی رہتیں
اگر ہونا تھا تو یوں سازِ ہستی بے صدا ہوتا

سمجھ لے راہِ اُلفت میں کچھ ایسی ہی پڑی ورنہ
نہ دل مجھ سے جدا ہوتا نہ میں دل سے جدا ہوتا

گُجھا دل تھا اُداسی کا مرقع بد و ہستی سے
نہ حسرت ابتدا ہوتا نہ عبرت انتہا ہوتا

شکستِ دل سے پھر ہم کیوں نواسنجِ فغاں ہوتے
بگڑ جانے پہ بھی یہ ساز صد عالم نوا ہوتا

بنی جو کچھ بنی ہم پر مگر پھر بھی یہ حسرت ہے
کہ دل پہلو میں ہوتا اور دل میں مدعا ہوتا

دمِ رم آفریں کو ایسی دنیا کی تمنّا ہے
جہاں کا ذرہ ذرہ بے نیازِ ماجرا ہوتا

یہ عالم تھا کبھی دل کا مرے جوشِ تخیّل سے
جو نقشہ آنکھ میں پھرتا وہی میرا خدا ہوتا

فضا کے ذرّے ذرّے میں تموّج ہے تلاطم ہے
اثر درد آفریں دل کی صدا میں اور کیا ہوتا

سراپا مدعا محشر میں سرتا پا ندامت ہے
کہا جب اُس نے کوئی بے نیازِ مدعا ہوتا

خیالِ ہستیِ موہوم آفت ہے قیامت ہے
کہ ہونے پر بُرا ٹھہرا نہ ہوتا تو بُرا ہوتا

نہ اگلی سی خلش ہے اب نہ وہ پہلی سی کاوش ہے
الٰہی قلب میں خارِ تمنّا رہ گیا ہوتا

یہ منظر مجمعِ محشر کا اور محروم ہے بیخود
خدایا پردۂ جوشِ تمنا اُٹھ گیا ہوتا

سر کے بالوں پہ سپیدی کا اثر بڑھتا گیا
رفتہ رفتہ دل پہ فطرت کا اثر بڑھتا گیا

ظلمتیں چھٹتی گئیں نور سحر بڑھتا گیا
جیسے جیسے دن گئے مرنے سے ڈر بڑھتا گیا

رازِ ہستی کھل چکا تھا میں تھا اور مستیِ شوق
موت جس جس رخ ہٹی میں بھی اُدھر بڑھتا گیا

دیر و کعبہ طور و محشر میں کسے تھا امتیاز
تم جدھر ہٹتے گئے دل بھی اُدھر بڑھتا گیا

کب سے تھا دیدۂ خونبار کا دریا ٹھہرا
آج کچھ خون رگوں میں بھی ہے ٹھہرا ٹھہرا

اہل دنیا میں دل زندہ مرا کیا ٹھہرا
بُت پرستوں میں مسلمان کا مردا ٹھہرا

پردے اُٹھے مرے اُٹھ جانے کی باری آئی
کہیں خود شاہدِ مقصود کا پردا ٹھہرا

بے ادائی کا ترے کس پہ اثر پڑتا ہے
دلِ حسرت زدہ مجبورِ تمنا ٹھہرا

منزلِ عشق کی روداد فقط اتنی ہے
حیرت و شوق میں دل اپنا بڑھایا ٹھہرا

ہو گیا چور یہ ہر سو سے ندائیں آئیں
دل کے آئینہ میں جب عکسِ تمنا ٹھہرا

تھا تو دنیا میں سبھی کچھ مگر اپنی تقدیر
دلِ وارفتہ بھرے گھر میں بھی تنہا ٹھہرا

یا صفا اُس میں نہ تھی یا تھی یہ دنیا معدوم
عکس آئینہ گردوں میں نہ اصلا ٹھہرا

دلِ مرحوم کو جی بھر کے نہ رونے پائے
ہائے کب گریہ کا چڑھتا ہوا دریا ٹھہرا

مل گئی صبح کو خاکستر پروانہ و شمع
سوزِ ہستی کا تو انجام یہ اچھا ٹھہرا

دل ہی وہ آئینہ ہے اس حرکت پر جس میں
عکس ہر شے کا پڑا اور ہمیشا ٹھہرا

جو ادا تھی مری تصویر تھی مجبوری کی
پوچھتا کیا ہے وہاں دل کے لئے کیا ٹھہرا

جرأت و شوق پہ مجنوں کے گری بجلی سی
چلتے چلتے جو کہیں ناقۂ لیلیٰ ٹھہرا

دل کی مستی سے جہاں مست نظر آتا ہے
ہر خرابات سے یہ میکدہ اچھا ٹھہرا

وہی آشوب وہی فتنے وہی ہنگامے
دل کا ہر ذرہ اک آئینۂ دنیا ٹھہرا

جس کا ہر ذرہ تھا اک محشرِ عبرت بیخود
وہ جہاں دیدۂ غافل میں تماشا ٹھہرا

آنکھوں پر آہ یاس کا پردہ سا پڑ گیا
دنیا اُجڑ گئی کہ مرا دل اُجڑ گیا

اللہ کیسا تفرقہ مرنے سے پڑ گیا
میں ایک ساتھ سارے جہاں سے بچھڑ گیا

اب سوز دل کے ناز اُٹھائے نہ جائیں گے
آنسو جہاں گرا وہیں ناسور پڑ گیا

محشر اسی کا نام ہے پروا نہیں اُنھیں
دنیا بگڑ گئی کہ گھروندا بگڑ گیا

مرنا پڑا کسے ترے ذوقِ گناہ سے
اے دل خبر بھی ہے کوئی غیرت سے گڑ گیا

آنکھوں میں اب تو اور بھی پھرتا ہے آشیاں
ہاں سُن لیا بہار کا خیمہ اُکھڑ گیا

اب آسمان چیر کے نکلے گا کس کا دل
تارِ خیال میں کوئی مجکو جکڑ گیا

وقتِ وداعِ دل پہ کچھ ایسی گذر گئی
ابتک خبر نہیں کہ میں کس سے بچھڑ گیا

اے ناخنِ فنا تری شوخی کے میں نثار
قدرت نے جو کیا تھا وہ بخیہ اکھڑ گیا

وہ کوئی اور چیز ہے عاشق کا دل نہیں
جس دل میں بن کے نقشِ تمنا بگڑ گیا

حسرت سے دیکھتا ہی رہا پیر میکدہ
اور جوشِ مے میں شیشہ سے پیمانہ لڑ گیا

قدرت نے ہاتھ چوم لئے اُس کے وجد میں
جو نقشِ کائنات پر آئینہ جڑ گیا

دنیا کراہنے کی صدا بن کے رہ گئی
میں دل کو مرتے دیکھ کے آفت میں پڑ گیا

نہ دنیا آرزو میری نہ محشر مدعا میرا
اندھیرا ہی اندھیرا ہے مجھے دل بجھ گیا میرا

تری رحمت کو رحمت کی کہیں حسرت نہ رہ جائے
نظر سے گر چلا میری دلِ بے مدعا میرا

تڑپ جاتا ہوں جی اُٹھتا ہوں ہر دم ہوش میں آ کر
پکار اُٹھتا ہے راتوں کو دلِ غم مبتلا میرا

جو کچھ حصہ ہے گنہگاروں کا ہو سکتا ہے محشر میں
وہی شرمِ گنہ سے حال ہے وقتِ دعا میرا

یہی ہے زندگی یارب تو میری موت کیا ہوتی
نہ دل کا آسرا مجکو نہ دل کو آسرا میرا

لباسِ کامرانی میں لباسِ نامرادی میں
نظر آیا ہے اے بیخودؔ مجھے اکثر خدا میرا

نہ تھا ناکام رہتے وقت سے پہلے گماں میرا
کہ دل کیا سب ہیں قسمت کے نہیں کوئی یہاں میرا

تمناؤں کی ان بن سے اُجڑتا ہے جہاں میرا
خود اپنے کارواں کو لوٹتا ہے کارواں میرا

مری فردِ عمل ہے اور مری تحریرِ پیشانی
دلِ آفت طلب میرا دلِ آفت نشاں میرا

ملے گی دادِ محشر میں مگر یہ مل نہیں سکتا
ہمیشہ کے لئے چھوٹا ہے مجھ سے آشیاں میرا

مجھے اک عمر تڑپا کر جو آتے شرم آتی ہو
اجل کے بھیس ہی میں آ ملے خوابِ گراں میرا

گھرا کچھ آج دل بیتابیوں میں شوق کہتا ہے
ازل سے بجلیوں کی گود میں ہے آشیاں میرا

تری قدرت سے سرحد مل نہ جائے ہمتِ دل کی
کہیں ٹھہرے نہ تیری آزمائش امتحاں میرا

یہ کہتا حشر میں اک خانماں برباد آتا ہے
مری آنکھوں کے آگے جل رہا ہے آشیاں میرا

مری قسمت کی نیند اللہ میری موت بھی سوئی
اجل کی نیند سویا تھا اگر خوابِ گراں میرا

مرا دامن چھٹا جاتا ہے اب دستِ ندامت سے
نہ دے ذوقِ گنہ میں کاش قدرت امتحاں میرا

کبھی میں اسکے بس میں ہوں کبھی یہ میرے بس میں ہے
مرا دل ہے مرا قیدی مرا دل پاسباں میرا

قیامت ہی بتا دیتی نشانِ منزلِ آخر
ازل سے خاک اُڑاتا آ رہا ہے کارواں میرا

قیامت خامۂ قدرت کا لاثانی مرقع ہے
یہی کہتا ہے بیخودؔ مجھ سے قلبِ رازداں میرا

اور کچھ دیر اک سرِ مژگاں اگر تر رہ گیا
قبر چھوڑی میں نے عالم بن کے محشر رہ گیا

جب نہ ٹھہری خاک سے اُٹھنے کی مٹ کر رہ گیا
اختیارِ نقشِ پا سے میں تو ششدر رہ گیا

ایسے کافر پر ہے عیشِ کوچۂ جاناں حرام
جس کو واں بھی شوقِ جنت خوفِ محشر رہ گیا

حشر تک پردے تماشا گاہ کے اُٹھے گرے
بعد محشر جو گرا پردہ وہ اُٹھ کر رہ گیا

ناز چھلکا ہی چکا تھا مدھ بھری آنکھوں کے جام
شرم آئی ہوتے ہوتے دور ساغر رہ گیا

اِس نے چومے پاؤں اُس نے اپنے سر پر دی جگہ
جب ترا گیسو ترے قدموں تک آ کر رہ گیا

کیا عدم دنیا کہاں کی قبر کیسی کس کا حشر
جو بھی نظارہ جہاں کا تھا وہیں پر رہ گیا

اپنی قدرت دے مجھے یارب کہ دے لوں انتقام
دل میں دم بھر کیوں خیالِ جورِ دلبر رہ گیا

صحنِ عالم۔ کنجِ مرقد۔ دشتِ حشر اُس کو ہے ایک
جس کی آنکھوں میں ترے کوچے کا منظر رہ گیا

ایک موسیٰ کیا خدائی کی خدائی غش میں تھی
وہ نقاب اُٹھا کہ محشر طور بن کر رہ گیا

ازل میں ہو نہ ہو یہ جلوہ گاہ روئے جاناں تھا
کہ صبحِ حشر بھی خورشید کا آئینہ لرزاں تھا

جنوں کے سر پہ جب تک پنجۂ وحشت کا ساماں تھا
گریباں تھا ابھی دامن ابھی دامن گریباں تھا

خدا جانے قفس میں کیوں تڑپ کر مر گئی بلبل
یہ دیکھا ہے ابھی بجلی کا رُخ سوئے گلستاں تھا

زمین و آسماں کی قید کیسی جوشِ وحشت میں
جہاں تک بھی نظر پہونچی بیاباں ہی بیاباں تھا

نہیں غم ترکِ طاعت کا ندامت ہے، تو اس کی ہے
اُسی دل میں جگہ دی جس میں شوقِ عصیاں تھا

فلک پر ناز اُڑتے تھے زمیں سے ناز اُبلتے تھے
وہ عالم تھا عجب عالم کہ جب کوئی خراماں تھا

مرے دل کی طرح تھے چاک دونوں عشق کے ہاتھوں
زلیخا کا گریباں تھا کہ وہ یوسف کا داماں تھا

تنِ مردہ پہ خوف و شوق سے یہ روح کہتی ہے
یہی زنداں تھا گھر اپنا یہی گھر اپنا زنداں تھا

مرے جینے سے موت اچھی ستم ہے بیگناہی کی
وہی دل دے مجھے یارب کہ جس میں شوقِ عصیاں تھا

پھری ہے جب کبھی تصویرِ آنکھوں میں قیامت کی
یہ دیکھا ہے کہ اپنے ہاتھ میں اپنا گریباں تھا

سیاہی شامِ فرقت کی سمٹ آئی تھی آنکھوں میں
کہ روزِ حشر نظروں میں مری شامِ غریباں تھا

لحد سے قید خانے کے بھی قیدی چھٹ گئے لیکن
نہ چھوٹے جس کے قیدی حشر میں بھی وہ دلِ زنداں تھا

مری نظروں میں اب تک ہے یہ دُنیا ناز کی دُنیا
ہوئی مدت کہ اک انداز سے کوئی خراماں تھا

وداعِ یار کی تجدید کے ارماں سے مرتے ہیں
وہی ساعت پھر آتی جس میں مر جانیکا ساماں تھا

کسی کو پیار آتا تھا کسی کو ہول آتے تھے
میں اک خوابِ پریشاں تھا میں اک زلفِ پریشاں تھا

ضرورت ایسے جلوے کو تھی بیشک ایسے مجمع کی
کھُلا اب حشر کے وعدے میں جو کچھ رازِ پنہاں تھا

خیال و دل نگاہ و چشم کا عالم ہی دیکھا ہے
وہ ہر دم تھا مرے آغوش میں ہر دم گریزاں تھا

یہ کیفیت تھی اُن آنکھوں کی بیخود جوشِ مستی میں
گھٹائیں جھکتی اٹھتی تھیں برس پڑنے کا ساماں تھا

گناہ ایسا ہی تھا یوں چھوڑنا پہلوئے جاناں کا
عجب کیا گر قیامت بھی ہو اک در میرے زنداں کا

فلک دودِ غمِ دل کا زمیں خاکسترِ دل کی
قیامت خیز نظارہ ہے یا رب کوئے جاناں کا

تمہیں اہلِ قیامت کیا بتاؤں مجھ پہ کیا گذری
یہ محشر اک منظر ہے مرے خوابِ پریشاں کا

تصور کا عمل اُس پر تصور پر نہ مجھے قدرت
مگر دل کی وہی مرضی ہو جو منشا ہو جاناں کا

مری حسرت کا بر لانا تری قدرت سے باہر ہے
کہ تجھ پر تنگ ہے جامہ مجازِ تنگ داماں کا

ابھی محمل، ابھی تصویر، ابھی جلوہ، ابھی لیلیٰ
جوابِ چشمِ مجنوں ہے غبار اپنے بیاباں کا

مری آنکھوں میں ہے یا رب سیاہی شامِ فرقت کی
کہ صبحِ حشر پہ سایہ پڑا ہے شامِ ہجراں کا

میں ہوں وہ شمع جسکو کثرتِ پروانہ گل کر دے
کہ کشتہ ہوں تگ و تاز خیالاتِ پریشاں کا

ستاروں کی بہار اسکو سمجھ کر شاد تھا عالم
فلک تھا حشر تا دورِ کربِ تعذیبِ چراغاں کا

وفورِ یاس سے ایک اک ادا کو ترستے ہیں
کہیں ایسا نہ ہو دل بھول جائے نام ارماں کا

یہی ٹھہری زمینِ حشر تو بیشک قیامت ہے
کہ ہے اک آسماں ہر ذرہ خاکِ کوئے جاناں کا

مری حاجت کا بر لانا نہیں امکانِ قدرت میں
جہاں پیدا ہوئی امید میرے ہوش اُڑتے ہیں
یہ جیسے داستاں ہستی عدم دونوں کے شکوے کی

معاذ اللہ ہے یہ قول اک مجبورِ حرماں کا
یہاں تک عکس دیکھا ہے آئینہ میں حیراں کا
ہیں وہ مردہ ہوں دکردہ جو ہو گورِ غریباں کا

حقیقت میں دعائے طالبِ دُنیا تو ہے بیخود
سمجھتا ہے کہ معراجِ تخیّل ہوں میں انساں کا

صبر وعدے پہ نہ تھا کام تمنائی کا
حشر میں کیا تجھے دیکھیں گے ازل کے بچھڑے
ابھی حیراں ابھی مضطر ابھی ہشیار ابھی مست
اُف ترا شوق میں بڑھنا وہ لپٹ جانے کو

حشر ہے وصل کا دن یا مری رسوائی کا
حُسن وہ اور زمانہ یہ خود آرائی کا
حال دیکھا ہی کرے تیرے تماشائی کا
اُف وہ آئینہ میں عالم تری انگڑائی کا

میری آنکھوں سے ٹپک پڑتے ہیں آنسو بیخود
نام لیتا ہے اگر کوئی شکیبائی کا

کہے یہ کون مکاں اپنا لامکاں اپنا
کھلا ہے ہم پہ تو عرفاں کی انتہا یہ بھی
ہے کچھ تو بات کہ دعویٰ ہے اک جہاں کا بھی
ہر ایک گام پہ ہر سمت ہے سجودِ نیاز
نظر بھی دفترِ اعمال پر وہ کر نہ سکے
ہر ایک گام پہ گھبرا کے دل یہ کہتا ہے
درِ رقیب پہ سجدے ہیں آہ دم توڑیں
ہر ایک حرف پہ ہیں احترام کے سجدے

ازل کے بعد سے ملتا ہے کچھ نشاں اپنا
یہ تو نہیں ہے خیال اپنا ہے گماں اپنا
کہ نور ہے اپنا زمیں اپنی آسماں اپنا
دیارِ یار کو جاتا ہے کارواں اپنا
تھا اپنا حال زباں اپنی اور بیاں اپنا
رکے گا کونسی منزل پہ کارواں اپنا
ہو جن کا قول سر اپنا ہے آستاں اپنا
ہوا ہے پھر دلِ آگاہ ہم زباں اپنا

عدم سے پہلے کی حالت عدم کے بعد کا حال
مجھی سے پوچھ کہ میں خود ہوں راز داں اپنا

یہ پوچھتا ہے کہ کیوں دل میں ہر اک آگ لگی
یہ دیکھتا نہیں جلتا ہے آشیاں اپنا

نہیں خیالِ نشیمن، ملال ہے تو یہ ہے
کہ ہم نے آپ اجاڑا ہے آشیاں اپنا

ہر ایک شعلہ لرزتا ہے اور ہم چپ ہیں
قفس کے سامنے جلتا ہے آشیاں اپنا

قفس میں بھی جو رہا آشیاں میں دل تو کھلا
قفس تھا وہ جسے سمجھے تھے آشیاں اپنا

گری تھی کوند کے بجلی کبھی نشیمن پر
یہ دیکھتا ہوں کہ جلتا ہے آشیاں اپنا

ابھی جمال سے پردے ہزار باقی ہیں
حریم یار میں بیخود گذر کہاں اپنا

حرم میں دیر میں زیبا تجھے دعوی خدائی کا
عجب عالم ہے کافر تیری کافرماجرائی کا

کہے دیتی ہے کافر تیرے جلوہ کی خود آرائی
فریبِ وعدہ محشر ہے پردہ خود نمائی کا

یہ سب سے پرسشِ پنہاں تری یہ مجمع محشر
ہر اک دل کو ہے کیا کیا ناز تیری آشنائی کا

وفا کو اہلِ دل اہلِ وفا کیا منہ دکھائینگے
خیال آیا جو بھولے سے بھی تیری بیوفائی کا

کسی کے حسنِ تمکیں سوز کی گرمی معاذاللہ
کہ بنکر بو اُڑا ہے رنگ روئے پارسائی کا

تماشاگاہِ عالم ایک پردہ تیری صنعت کا
تجلی گاہِ محشر ایک جلوہ خود نمائی کا

ہجومِ یاس سے بیخود بنی تھی دل پہ کچھ ایسی
کہ دم گھٹ گھٹ گیا ہے حسرتِ بخت آزمائی کا

مجھ کو کبھی ضعف نے بٹھایا
ان کو کبھی ناز نے اٹھایا

تھی شرم اگر یہی حیا کو
جلوہ ترا کیوں نہ مجھے دکھایا

ہستی نے مجھے عدم میں جاکر
ڈھونڈھا تو بہت مگر نہ پایا

جو مٹ گیا ترے لب پہ اُس سے
اعجاز مسیح کو جلایا

کثرت میں بھی تھا ترا ہی جلوہ
وحدت نے جب آئینہ دکھایا

اللہ ری بے خودی بیخود
وہ آئے یہ آپ میں نہ آیا

عالم کو اُس نے نقشِ کفِ پا بنا دیا
یعنی بنا دیا کبھی گا ہے مٹا دیا

ہوتی نہ تاب جلوہ پنہاں کلیم کو
کیوں تو نے پردہ رُخِ زیبا اُٹھا دیا

پوچھا جو اُس سے ہستی عالم کے راز کو
ظالم نے اپنا نقشِ کفِ پا دکھا دیا

ہم ابتدائے سوز محبت میں جل بجھے
وہ شمع ہیں کہ شام سے مجھکو بجھا دیا

گویا کہ ہم بھی نقش تمنائے غیر تھے
بننے نہ پائے تھے کہ کسی نے مٹا دیا

محرومیوں کا حال کہے کس سے وہ جسے
خود اپنے اختیار نے مجبور کر دیا

رعنائی نگاہِ تمنا نہ پوچھیے
بت سے پری، پری سے تجھے حور کر دیا

محویتِ نیاز میں یہ بھی نہ کہہ سکے
اے مست ناز شیشۂ دل چور کر دیا

قدرت نیاز عشق پہ عاشق ہے ورنہ کیوں
اُلفت کو خاک حسن کو مغرور کر دیا

اِن مست انکھڑیوں نے ہمیشہ کیواسطے
نرگس کو سر جھکانے پہ مجبور کر دیا

تمہید ترک حور نے تجدید حور نے
داغوں کو زخم زخم کو انگور کر دیا

رہتا ہے تن کا خون پسینے کی شکل میں
فرقت نے ہر مسام کو ناسور کر دیا

ہر سو انا انا کی صدائیں بلند ہیں
اللہ سب کو عشق نے منصور کر دیا

ظالم سوا ہے ناز سے محویتِ نیاز
عین وصال میں مجھے مہجور کر دیا

ہر وقت زلزلے میں ہے یہ جلوہ گاہِ دل
اِک زلزلے نے طور کو مشہور کر دیا

تیری صدا نے گوشِ تمنا کے واسطے
ہر اک صدا کو زمزمۂ حور کر دیا

معبود اب وہی ہے جو معشوق تھا کبھی
اے منتہائے قرب بہت دور کر دیا

میرے سیاہ نامۂ عصیاں نے کھلتے ہی
حشر ایسے روز کو شبِ دیجور کر دیا

غبار کوچۂ جاناں کا بن چکا تھا کفن
بہت گناہوں نے چاہا عذاب ہو نہ سکا

بگاڑا دل کو گنہ نے، سنوارا توبہ نے
یہ گھر خراب کئے سے خراب ہو نہ سکا

وہی سفیدی سُرخی ہے چشمِ ساقی میں
گلاب بادہ سے بن کر شراب ہو نہ سکا

نمود جلوہ ہے ستر ہزار پردوں میں
نقابِ حسنِ ازل کا نقاب ہو نہ سکا

کلیم کو لبِ قدرت بھی دے دیئے ہوتے
تو مانتے ترے رد کا جواب ہو نہ سکا

تجھے بجز لبِ قدرت جواب دیتا کون
لبِ کلیم سے تیرا جواب ہو نہ سکا

نہ آسماں کو مٹایا کسی کی آہوں نے
کسی ہوا سے فنا یہ حباب ہو نہ سکا

چھائی مایوسی زمانے میں اندھیرا ہو گیا
دل سے کچھ ایسا دھواں اُٹھا کہ پردہ ہو گیا

ایک اک آنسو ہے دل والوں کو سہرے کی کنی
رونیوالے ٹکڑے ٹکڑے دل ہمارا ہو گیا

قسمت اپنی اپنی موسیٰ پر غشی طاری ہوئی
اک شجر سروِ چراغانِ تجلّا ہو گیا

آرزو نے سرزمینِ دل پہ جب رکھا قدم
ذرہ ذرہ اِس قدر پھیلا کہ دُنیا ہو گیا

رفتہ رفتہ وحشتِ عاشق بنی کامل جنوں
کوئی کہتا ہے مرے اللہ یہ کیا ہو گیا

نوح کا طوفان دل میں آنسوؤں سے تھا مگر
دیکھتے ہی دیکھتے پایاب دریا ہو گیا

طالع موسیٰ سے جادہ بن گیا دریائے نیل
شومئی فرعون سے جادہ بھی دریا ہو گیا

عشق پر آخر وہی گذری جو بیتی حسن پر
دامن یوسف گریبان زلیخا ہو گیا

سچ بتا دے یار ہے تو یا خیال یار ہے
تو ہمارا ہو گیا، یا وہ ہمارا ہو گیا

میرے گھر آئے وہ فرقت کی اندھیری رات میں
وہ نقاب اُلٹی وہ جنت کا سویرا ہو گیا

حشر میں بھی مرثیہ ہے دل کا ماتھے کی شکن
ہم تو یہ سمجھے تھے پہلے تھا جو ہونا ہو گیا

فکر ہے اُن کی امانت میں کہیں داغ آ نہ جائے
اب تو کچھ انسے بھی دل کا داغ پیارا ہو گیا

درد کا شکوہ کجا دل کو نہیں احساس درد
کیا خبر ہونا ہے کیا ہوتا ہے کیا کیا ہو گیا

ہائے وہ دل تھا جو بیخود محشر صد آرزو
کچھ پڑی ایسی کہ محروم تمنا ہو گیا

کہتے ہیں تیری لاش پہ آیا نہ جائے گا
تو اُن سے خاک میں بھی ملایا نہ جائیگا

رحمت پہ تجھکو ناز ہے عصیاں پہ مجھکو ناز
سر تیرے سامنے تو جھکایا نہ جائے گا

نظروں سے گرنیوالے کو کافی ہے اک نظر
کچھ نقش پا نہیں کہ اُٹھایا نہ جائے گا

تکلیف کر تبسمِ پنہاں سے پوچھ لے
زخمِ نہاں کو مجھ سے دکھایا نہ جائیگا

مٹتا ہے کوئی ہستیِ موہوم کا خیال
وہ پردہ پڑ گیا کہ اُٹھایا نہ جائیگا

اللہ رے نزاکتِ دہشیانِ خیالِ یار
کہتا ہے مجھ سے دل میں بھی آیا نہ جائیگا

وارفتگیٔ شوق میں لذت یہی ہے گر
بیخود سے اپنے آپ میں آیا نہ جائے گا

وہ حشر میں بھی پردے کے اندر نہیں رہا
کس دن بدی پہ دل کا مقدر نہیں رہا

کب ہیں نے سیر گلکدہ راز کی نہ کی
کب اوجِ لامکاں تہ شہپر نہیں رہا

تا حشر اُسی پہ ناز رہے گا زمین کو — جو کوئی آسمان سے دب کر نہیں رہا

کس دن مری وفا کا قدم راہِ عشق میں — ظالم تری جفا کے برابر نہیں رہا

صد شکر اسمیں ہے کسی قاتل کا نام بھی — محضر ہمارے خون کا محضر نہیں رہا

اب ہم دیارِ یار کے نزدیک آگئے — کچھ دور ہم سے عرصۂ محشر نہیں رہا

شوقِ شنود دید سے خود پوچھ لے کہ عشق — خالق نہیں رہا کہ پیمبر نہیں رہا

چٹکی کوئی نکال فقیروں کے نام کی — کیا تجھکو خوف پرسشِ محشر نہیں رہا

رسوائیاں تھیں تہمتِ گل کے نصیب میں — یاں ورنہ کون جامے سے باہر نہیں رہا

دن عید کا کہیں، کہیں ماتم کی رات ہے — جب سے سنا وہ شوخ ستمگر نہیں رہا

(مطلع)

بلبل کا صحنِ باغ میں اک پر نہیں رہا — کیوں باغباں خدا کا تجھے ڈر نہیں رہا

نزدیک ہے کہ خاک اڑے اس دیار میں — یاں کچھ بھی رتبۂ مژۂ تر نہیں رہا

اس پر جفائے یار کہ جنت حرام ہے — جو رہنِ شوقِ بوسۂ خنجر نہیں رہا

ردیف (ر)

کہاں سر پیٹنے کا وقت اب بیدادِ قاتل پر — کلیجے پر مرا اک ہاتھ ہے اک ہاتھ ہے دل پر

اسیری کو مری سب فتنہ ہی سمجھیں گرہیں تو — جو پیار آتا ہے بوسے دینے لگتا ہوں سلاسل پر

یہ نالے نکلے جب دل سے نہ جانے اُسپہ کیا گذری — کہ جسکے کان تک پہنچے چھری سی چل گئی دل پر

نہیں اے آہ ساحل دیکھنا بھی اپنی قسمت میں — نظر آتی ہیں موجیں جب نظر ڈالی ہے ساحل پر

تبسم نے ابھی ان زنگ اڑے ہونٹوں کو چوما ہے
یہ ہیں کیسی بلائیں اس سے ہو سکتا ہے اندازہ
تماشا آخری ہے اب نہیں موقع تغافل کا

کھنچی تصویر کسی کی پردہ ہائے چشم قاتل پر
کہ چیخ اٹھے ہیں وہ بھی جان جو دیتے تھے مشکل پر
کہ رنگت لوٹتی پھرتی ہے قاتل روئے بسمل پر

ہماری زندگی اک نام تھا تیمارداری کا
کبھی اٹھا نہ بے خود جب سے رکھا ہاتھ کو دل پر

تمنائے گنہ کا بارِ منت میری گردن پر
ارادے کچھ تو ہیں کچھ تو بنی مرغانِ گلشن پر
دلِ مجبور کی دنیا میں سر ہی پیٹتے گذری
نگاہِ اہلِ محشر بوسے دیتی سجدے کرتی ہے
گریباں کے کفن سے بھی نہ نکلا اور نکلتا کیا
لہو برسا بہت اب بھی زمین جو رپیاسی ہے
لرزاٹھی ہے عصمت بھی درِ آخر یہ مستی میں
دہائی کھینچتا ہے رہنما دنیا ہے سکتے میں
نہ خالی جا سکا صیاد کا محرم پھر جانا
غرورِ عجز طینت ہوں نیازِ نازِ فطرت ہوں
دلِ صیاد پر بجلی گرے گی ورنہ کہہ دیتا
ترے تیور تو اے جلاد دیکھے آئینہ لانا
بنی تھی اس پہ فکرِ جور میں ہم گھر میں کیا سوتے
نشیمن چھوڑ کے جانے والے ہماری زندگی یہ ہے

الٰہی ٹوٹ پڑتے اہلِ دنیا میرے دامن پر
قفس کی زندگی کاٹی ہے خود تاریخِ نشیمن پر
کہ اپنی حسرتوں کا خون اور اپنی ہی گردن پر
زلیخا کی گریباں پر مہِ کنعاں کے دامن پر
وہ سر جس نے کئے سجدے نہ سجدے پائے رہزن پر
کسی معصوم کا خوں لے گی دنیا اپنی گردن پر
زلیخا نے الجھ کر ہاتھ جب ڈالا ہے دامن پر
نگر رہرو ہیں اور سجدوں پہ سجدے پائے رہزن پر
جگر سے شعلہ اٹھا آنکھ جب ڈالی نشیمن پر
مری نیرنگیوں کے نقش ہیں ہستی کے دامن پر
قفس کی زندگی ہنستی ہے ایامِ نشیمن پر
نظر کر لیں وفا پر مرنے والے اپنی جیتوں پر
لحد میں سوئیے کیا کل کا دن بھاری ہے دشمن پر
کبھی روئے کبھی سجدے کئے خاکِ نشیمن پر

فنائے شوق پر یوں اپنے دل کو دیکھتا ہوں میں
نظر کرتے ہیں جیسے گود کے پالے کے مدفن پر

اب اسرار محبت کھل چکے قیدی کنعاں پر / کہ دل بیت الحزن میں ہے نظر دیوار زنداں پر
مٹے ہیں اہل دل محشر خرامیہائے جاناں پر / قیامت خاک اڑاتی آئے گی خاک شہیداں پر
نگاہ حسرت اہل چمن ہے میرے حرماں پر / میں وہ گل ہوں جگہ پائے نہ جو گلچیں کے داماں پر
کچھ ایسی کشمکیں دل کی تمناؤں میں ہوتی ہیں / کہ مجھکو پیار آتا ہے ترے جور پشیماں پر
کچھ ایسی بیخودی چھائی رہی آغاز الفت میں / نظر پڑنے نہ پائی بھول کر بھی دل کے ارماں پر
یوہیں وحشی اڑائیں خاک یارب ہستی دنیا تک / فلک ٹھہرا رہے یوہیں غبار کوئے جاناں پر

گلے مل ملکے روتی ہے تمنا نکہت گل سے
قفس صیاد نے رکھا ہے دیوار گلستاں پر

پیشانی محبت جھک جائے جس زمیں پر / کعبہ کا ذکر کیا ہے بس ہو خدا وہیں پر
تھا وحشی ادا کا نقش قدم یہیں پر / پیشانی ملک پھر جھکتی نہ کیوں زمیں پر
اک عمر مرتے جیتے گذری ہے تیرے چلتے / جب مٹ چلا تبسم بل آچلا جبیں پر
افلاک پر زمیں ہی بھاری رہی ہمیشہ / بالائے عرش ساجد مسجود تھا زمیں پر
ہوں لاکھ حشر تو بھی کم ہو نہ اسکی لذت / دونوں جہان صدقے ظالم تری نہیں پر
رہتا ہے یوں برابر بیم و رجا کا پلہ / پیاری ہنسی لبوں پر قاتل شکن جبیں پر
محشر سے کیوں میں پوچھوں دل سے تو پوچھ دیکھوں / سجدہ کا یہ نشاں ہے یا داغ ہے جبیں پر
ہوں لاکھ حشر تو بھی گھٹتی نہیں کہیں پر / مطلع / لذت تری نہیں کے صدقے تری نہیں پر
اس گل کے آگے دل نے جنت کو داغ پایا / اف زخم کی بہاریں دیوانے کی جبیں پر

گذری ہے عمر بیخود رونے لہو کے آنسو
زردِ عمل کا دھوکا ہو کیوں نہ آستین پر

نہ ہوتی سدرہ قسمت قفس کی تیلیاں ہو کر
پھرا کرتی ہے اک تازہ قیامت میری نظروں میں
بتا اے صبر اب آخر تمنائیں کدھر جائیں
تڑپنے میں دل پر سوز بلبل کو خبر کب تھی
جنوں نزا پیشتر بھی تھا فسانہ حسن سرد کا
ملے گی دامن صرصر کو خدمت بادبانی کی
کرشمے دیکھ نیرنگ عمل کے موت آئی ہے
مجسم قدرت حق ہیں کرشمے حسن فطرت کے

جو اُٹھ جاتے چمن سے ہم نثار آشیاں ہو کر
کس آفت میں پڑا اے آہ دل کا رازداں ہو کر
کہاں چھوڑا ہے ظالم تو نے میر کارواں ہو کر
کہ رہ جائیں گے سب تنکے تڑپتی بجلیاں ہو کر
مگر اب ہو گیا کچھ اور دل کی داستاں ہو کر
مری کشتی چلے تو بے نیاز بادباں ہو کر
کہیں بیداری مفرط کہیں خواب گراں ہو کر
بڑھی آزادی دل مبتلائے امتحاں ہو کر

دم آخر ہمارا آہ کوئی ساتھ کیا دیتا
کہ ہم سے پھر گئیں بیخود ہماری تیلیاں ہو کر

ردیف (ز)

کیا ساز طرب سے ہم کریں ساز
ہیں اور حجاب تو نیازی
فریاد دل شکستہ اور عرش
کہتی ہے نسیم آہ مضطر
ہے عشق ازل قیامت انجام

آتی ہے شکستِ دل کی آواز
تو اور ہجوم شوخیٔ ناز
لے مرغ شکستہ پر یہ پرواز
اُٹھ جائے گا خود ہی پردۂ راز
گر حسن ابد ہے فتنہ آغاز

ہو جو ہر ناز بے نیازی
زنگار سپہر آئینہ کے اوپر
اے ضبط ہے وقت پردہ داری
اچھا ہے جو یاس سے بدل جائے

ہاں عرض نیاز پر بھی ہے ناز
اُف رے خطِ سبز تیرا اعجاز
نالے ہائیں رقیب آہ غماز
اچھے نہیں آرزو کے انداز

ہے بیخود خوش بیاں کے دم تک
مومن کا بیاں اسد کا انداز

ہے یاد تغافل در انداز
آشوب قیامتِ تمنا
اے گرمی سوز یاس کیوں ہے
کی پائے بتاں پہ سجدہ ریزی

وہ پرسشِ لطف و جلوۂ ناز
طوفان ہجوم جلوۂ ناز
رنگ رُخِ شوق گرم پرواز
کیا نقشِ جبیں ہوا سرافراز

آزادگیٔ خیال یعنی
ہوں قید قفس میں گرم پرواز

ردیف (س)

جوشِ وحشت میں نظر پہنچی نہ اپنے دل کے پاس
ہیں جگر میں تیرے ناوک کی قسم گنتی کے زخم
ایک منزل روح کو تا مرگ ہے ہر ایک سانس
موجِ خونِ کشتگاں ہے وحشت آموزِ خیال
مست دنیا مضطرب تھی شاد تھے اہلِ نیاز

اُٹھے آخر تک بگولے آہ اُس محمل کے پاس
نام کو رستے ہوئے ناسور ہیں کچھ دل کے پاس
یہ مسافر دور منزل سے ہے اور منزل کے پاس
دل لرزتا ہے کہ خنجر ہے ابھی قاتل کے پاس
جب بھنور سے بچ کے ڈوبیں کشتیاں ساحل کے پاس

ہے وہی قسمت کا لے اس گنج پنہاں سے جو کام
ورنہ ہے کونین میں جو کچھ وہ ہی ہر دل کے پاس

بے نیازی اپنی ہی مت دے ڈال پورا کر سوال
ورنہ ہے تیرا دیا سب کچھ ترے سائل کے پاس

ردیف (ک)

نہ ہوگا خاک ابھی صیاد ظالم کا مکاں کب تک
نشیمن میں مجھے ڈھونڈھیں گی آخر بجلیاں کب تک

دہائی ہے سکوتِ حوصلہ فرسا دہائی ہے
رگوں میں دل کی گھٹ گھٹ کے رہی جوشِ فغاں کب تک

وہی دل دے کہ پھر ہو ذرہ ذرہ دفترِ معنی
رہے میرے لئے سادہ ورق یارب جہاں کب تک

نہ جا ملتا ہوں میں اس سے نہ وہ خود آ پہنچتا ہے
سنے جاؤں یونہیں بانگِ درائے کارواں کب تک

وہ محشر ہی سہی تو ہی نہیں دل بھی سلامت ہے
رہے دیکھوں مری حسرت مرا خوابِ گراں کب تک

نشیمن کوئی اُجڑا تھا خس و خاشاک بکھرے تھے
یہ پیہم بجلیاں گرنے پہ حیرت باغباں کب تک

زمین و آسماں صبر و ستم سے تھک کے کہتے ہیں
مٹے گی کب زمیں یارب مٹے گا آسماں کب تک

قیامت آئے یعنی رازِ دل کھل بھی چکے یارب
کوئی دیکھا کرے یوں رنگِ روئے رازداں کب تک

ردیف (ل)

اُف آشنائے گل تھا ہر آشنائے بلبل
اک داستانِ عبرت ہے ماجرائے بلبل

ہم نے تو بس یہ دیکھا ہر ذرہ اس چمن کا
یا آشنائے گل تھا یا آشنائے بلبل

آنکھیں کھلیں چمن میں آئی اجل قفس میں
وہ ابتدائے بلبل یہ انتہائے بلبل

فطرت تو بے خرد ہے پھر فلسفی یہ ہے کیا
ہاں گل بجائے گل ہے بلبل بجائے بلبل

وہ نقش بن چکے ہیں اب سے صبا جو چھیڑے
رگ رگ سے گل کی اٹھے شور نوائے بلبل

کب چھیڑنے سے صبا کی کلیاں بکس رہی ہیں
چوٹیں ابھر رہی ہیں سن کر صدائے بلبل

ہاں ہاں وہ کچھ نہیں تھا لیکن یہ ہیچ گر کر
ہر برگ گل نے چومے کیوں نقش پائے بلبل

ہے مجھکو شوق و عبرت ہر ذرہ سے کہ دیکھوں
بنیاد گل یہ ٹھہرے یا ہو بنائے بلبل

اک یوں چمن میں مہکے اک یوں قفس میں تڑپے
تو ہی خدائے گل ہے کیوں اے خدائے بلبل

ردیف (م)

روتے ہیں ہل ہل کے ہر بیدرد اہل دل سے ہم
زندہ پلٹے جا رہے ہیں کوچۂ قاتل سے ہم

دل پہ ہو یا خدا پر، یا خدا پر اعتماد
بے خبر ہیں موج سے گرداب سے ساحل سے ہم

اپنی پستی آئینہ ہے اپنے دور اوج کا
دل سے اترے ہیں گر اترے ہیں کس کے دل سے ہم

دیر و کعبہ طور و برزخ حشر و جنت کی قسم
تیری محفل میں رہے اٹھ کر تری محفل سے ہم

ہاں نہ تم قاتل نہ ہم بسمل مگر کیا کیجئے
خود نظر آتے ہیں کچھ قاتل سے کم بسمل سے ہم

خوں کے دریا کو سمجھ رکھا تھا دریائے شراب
سمجھے اس دل کی حقیقت کو بڑی مشکل سے ہم

کیا سمجھ کر خون کا دعوی کرے ان پر کوئی
دل کے ہاتھوں جب نظر آتے ہیں خود قاتل سے ہم

منظروں کی وہ کشش وہ دلفریبی راہ کی
آستان یار تک پہنچے ہیں کس مشکل سے ہم

پھٹ پڑا ساحل جو کشتی پر تو آنکھیں کھل گئیں
مختلف سمجھے ہوئے تھے موج کو ساحل سے ہم

جلوہ گاہ ناز کیسا، یہ حریم راز ہے
بیٹھ کر اٹھتے ہیں کوئی آستان دل سے ہم

مست ہیں بیخود ہیں، کیفِ جلوہ ہائے ناز سے
اب نہ کچھ دل ہم سے کہتا ہے نہ اب کچھ دل سے ہم

تا حشر تو فراق کا احساں ہے اور ہم
کیا بعد حشر بھی شبِ ہجراں ہے اور ہم

دُنیا تو جانتی ہے کہ زنداں ہے اور ہم
ہم جانتے ہیں خلوتِ جاناں ہے اور ہم

پیری ہے اور کوششِ درماں ہے اور ہم
میداں ہے اور عمرِ گریزاں ہے اور ہم

کس کو بھلا نصیب ہوئی ایسی سلطنت
حدِ خیال تک یہ بیاباں ہے اور ہم

اک نام زندگی بھی ہے قیدِ حیات کا
تا مرگ آب و گل کا یہ زنداں ہے اور ہم

محشر ہے انتظارِ سوال و جواب ہے
لیکن فسانۂ غمِ ہجراں ہے اور ہم

لے دے کے رہ گیا ہے یہی ایک مشغلہ
فکرِ جوابِ دفترِ عصیاں ہے اور ہم

ردیف (ن)

دہر و تجلیاتِ رب ایک ہیں چشمِ راز میں
جکڑے ہوئے ہیں سب کے سب سلسلۂ نیاز میں

کچھ وہ نظر کا طور ہے نرگسِ عشوہ ساز میں
سب کا جہاں ہی اور ہے پردہ سرائے ناز میں

فرق ہے عجز و ناز میں دیدۂ امتیاز میں
فرق حرم نیاز میں پائے حرم نواز میں

مہر ابد ہے کائنات بقعۂ نور تا جہات
رات ہے اور اندھیری رات چشمِ ستارہ ساز میں

ہائے رے منتہائے شوق دستِ حبا گلے کا طوق
سر کو ہے آستاں سے ذوق اسکی حریمِ ناز میں

ذروں کی خطبہ خوانیاں بلکہ خدا بیانیاں
اُف تری لن ترانیاں خاک ہمہ نیاز میں

شکل ہر اک اُجال دی بات وہی نکال دی
شوق نے خاک ڈال دی دیدۂ امتیاز میں

اور کسی کا ذکر کیا جب مجھ ہی پہ کھل سکا
درد سے مر رہا ہوں یا حسرتِ چارہ ساز ہیں

نغمہ سرا کو وجد ذوق پردوں میں زود ساز شوق
نغمہ کو رقص تحت فوق پردہ سرائے ساز ہیں

جو بھی ہے خضر راہ ہے پھر بھی غضب تباہ ہے
ایک سی آہ آہ ہے قافلہ مجاز ہیں

صبح ازل سے حشر تک محو رکوع تھا فلک
سجدہ کی رہ گئی للک پھر بھی دل نیاز ہیں

شوق سے کیا بچھڑ گئے کھیل بنے بگڑ گئے
بال ہی بال پڑ گئے آئینۂ نیاز ہیں

صحن زمیں مکان ناز چرخ ہے آسمان ناز
دہر ہے اک جہان ناز حسن کے دور ناز ہیں

چھینٹے سحاب نے دئے راہ طلب میں سوز سے
شعلے جہاں بھڑک اٹھے برق زبانہ تازہ ہیں

نشیمن پھونک کر فارغ رہا ہے باغباں برسوں
نگاہوں میں مری جلتا رہا ہے آشیاں برسوں

تجھے دھوکے میں رکھے گا مرا ضبط فغاں برسوں
ہوا بر آگ سلگے گی نہ اٹھے گا دھواں برسوں

کہیں فریاد کر اٹھے نہ آفت کی جفاؤں پر
محبت میں رہا میں اپنے دل سے بدگماں برسوں

مرے برباد کر دینے کی دھن میں یہ خبر کب تھی
زمیں کی شکل گردش میں رہے گا آسماں برسوں

تلافی ہجر کی بے خوابیوں کی ہو نہیں سکتی
اجل کے بھیس میں مہماں رہی خواب گراں برسوں

خط نقد بر نے بوسے لئے ہیں آج اے کافر
مرے دل میں رہا ہے تیرا سنگ آستاں برسوں

کبھی تنکوں کی صورت میں کبھی ذروں کے پردے میں
مجھے ڈھونڈھے گا اے صیاد میرا آشیاں برسوں

حقیقت کی خدا جانے دل بیخود تو کہتا ہے
رہے وہ مہرباں برسوں رہے نامہرباں برسوں

پابند حکم گریۂ بے اختیار ہوں
ہیں سیل آبشار ہوں ابر بہار ہوں

ابر بہار ہوں نہ فضائے بہار ہوں
ہیں گرد دامن چمن روزگار ہوں

اے باغبانِ گلشنِ ہستی بتا مجھے
اپنی بہار ہوں کہ چمن کی بہار ہوں

ہیں یاں کے ذرے ذرے میں بیتابیاں مری
میں جانِ بے قرار و دلِ بے قرار ہوں

کہتا ہے حسنِ یار سے حسنِ نگار مصر
چڑھتی بہار تو، میں اُترتی بہار ہوں

اب میں کہاں زمین و فضائے وطن کہاں
بیخودؔ میں آندھیوں کا اُڑایا غبار ہوں

مٹنا نہیں قبول تو دُنیا میں آئے کیوں
ڈھالے پہ آندھیوں کے نشیمن بنائے کیوں

بجلی کو خود نہیں ہے نہ گرنے پہ اختیار
الزام اُس نگاہ پہ کوئی لگائے کیوں

سب رو رہے ہیں آپ کے وحشی کے حال پر
بگڑا ہے اس پہ کوئی مرے دل میں آئے کیوں

دنیا اندھیری ہو گئی تیلی کے چڑھتے ہی
آنکھوں سے جانکنی نے یہ پردے اُٹھائے کیوں

امید کہہ رہی ہے یہ سر پیٹ پیٹ کر
اُن منظروں پہ یاس نے پردے گرائے کیوں

طوفان گر یہی ہے تو پھر آشیاں کہاں
یہ تارِ عنکبوت کہاں آندھیاں کہاں

بندوں کے دسترس میں خدا کی زباں کہاں
سنتا ہے عاشقوں کی ترا پاسباں کہاں

جنت کہاں بہار دیارِ بتاں کہاں
توبہ کرو زمین کہاں آسماں کہاں

یہ آشیاں رہے نہ رہے گل کی خیر ہو
اے ہم صفیر دیکھ یہ اُٹھا دھواں کہاں

صدقے ترے کرم کے مجھے داد چاہیئے
یہ تو ارم ترا ہے مرا آشیاں کہاں

کیا ہی نہیں جو عرشِ عظیم و حریمِ قدس
معنی ہیں آستاں کے ترا آستاں کہاں

انصاف سے ہے خوف تو رحمت سے ہی امید
جاتا ہے کیا کہوں میں مرا جی کہاں کہاں

فریادِ ناخدا سے فلک گونجنے لگا
کشتی کو میری لے کے چلا بادباں کہاں

ہے ابتدائے حال ہیں ہچکی بندھی ہوئی
تم نے ابھی سنی ہے مری داستاں کہاں

وہ عالم خیال ہیں بالیں سے اٹھ گئے
چلا رہا ہے کوئی کہ ظالم کہاں کہاں

محشر بھی ایک منزل راہِ وجود ہے
بتلاؤں کیا رکے گا مرا کارواں کہاں

وہ حال پوچھتے ہیں دلِ بے قرار کا
قسمت تو دیکھ چل کے رکی ہے زباں کہاں

آدابِ عشق سے نہ ہلے گو کسی کے لب
رکتی تھی اہل شوق کے دل کی زباں کہاں

محشر میں اپنی اپنی پڑی ہے ہر ایک کو
سننے چلے ہیں آپ مری داستاں کہاں

یہ عمر اپنی تنکے ہی چنتے گذر گئی
ہم ایسے بدنصیب کہاں آشیاں کہاں

شرم گنہ سے جانب دوزخ چلا جو میں
رحمت پکار اٹھی ارے ظالم کہاں کہاں

دیکھے تو کوئی خاک کے پتلے کی رفعتیں
یہ خاکدانِ دہر کہاں لامکاں کہاں

پڑے ہیں در پہ جلوہ و ناز و جلال کے
سجدوں کے دسترس میں آستاں کہاں

بنتی جو تھی وہ چاہنے والے پہ بن چکی
قاتل کے دل میں اب ہوسِ امتحاں کہاں

بیخود مرے ہواس ابھی تک بجا نہیں
ظالم نہ پوچھ مجھ سے لٹا کارواں کہاں

اب تو ہجوم یاس کی کچھ انتہا نہیں
یعنی مجھے امید کا بھی آسرا نہیں

کب ہم سے بیدلوں پہ نگاہِ جفا نہیں
ہم خوب جانتے ہیں کہ تو بے وفا نہیں

اے رشکِ پردہ سوز شکایت کی جا نہیں
وہ بزمِ ناز ہے دلِ بے مدعا نہیں

دکھلائے پھر خدا نہ وہ مایوسیوں کے دن
ہوتا تھا یہ خیال کہ ہے یا خدا نہیں

اللہ رے بے نیازی آسودگانِ خاک
اس قرب پر کسی سے کوئی بولتا نہیں

آتی ہے ذرے ذرے سے آواز بازگشت
پھر بھی یہ کہہ رہا ہے ابھی کچھ کہا نہیں

وہ خود بھی دفن ہو گئی اہلِ وفا کے ساتھ
بیکار ڈھونڈھتا ہے جہاں میں وفا نہیں

ہے جلوہ ریز بزمِ تصورِ جمالِ یار
اے شوقِ دید اب یہ تغافل روا نہیں

جاتی ہے کوئے مجمعِ محشر پہ یاں نظر
وہ پردہ ہجومِ تمنا اٹھا نہیں

صدقے ترے کرم کے نہ دینے زحمتِ سوال
کشکول ہے فقیر کا دستِ دعا نہیں

صیاد قید کرکے مجھے دیکھ لے ذرا
دل خوں نہ ہو تو بلبلِ خونیں نوا نہیں

محرومیوں سے ذوق ہے مجبوریوں سے عشق
میں کامیاب ہوں یہ مرا مدعا نہیں

وہ دیدہ ہائے شوق کہ دیکھیں ترا جمال
کس کا بہشت کچھ بھی انھیں دیکھتا نہیں

کیوں اُس کے چومتے ہی نہ معراج ہو نصیب
بیخود خدا کا ہاتھ ہے دستِ دعا نہیں

اسے کیا جھکے رہے سب کے سر جو حضورِ عشوہ و ناز میں
جب اُسی کے جلووں نے کی کمی کبھی سجودِ نیاز میں

ہے تجلیوں سے کمی کہاں ترے حسن میں ترے ناز میں
کہ ہزار نغمے نکلنے پر بھی ہیں نغمے پردۂ ساز میں

کبھی حسن والہ دلبری نہ رہے گا خلوتِ راز میں
کہ کروڑوں جلوے مچل رہے ہیں حجابِ عشوہ و ناز میں

دمِ حشر کوئی مصر ہے کیوں مرے دل سے پرسشِ راز میں
جو کہا یہ خلوتِ راز میں نہ کہے گا محفلِ ناز میں

نہ خدا تھا تو نہ میں بندہ تھا تو خدا تھا اور میں بندہ تھا
بتِ سرخوشی کے سجود میں دمِ بیکسی کی نماز میں

نظر آئے صورتِ شیشہ گر جو یہ سخت قید اُٹھا نہ دیں
کوئی آئینہ نہ ٹھہر سکے گا نگاہِ آئینہ ساز میں

یہ وہ شے ہے جو ہو بہشت میں وہ شے ہی جس کو خدا پلائے
مجھے بحث ہی نہیں زاہدا ہے کلامِ مے کے جواز میں

ترا سجدہ اے مرے دلربا نہ کسی نصیب میں تھا لکھا
جو کئے ہیں سجدے ہر اک نے تو جنابِ عشوہ و ناز میں

یہ ہے کیا نگاہ کہ پڑتے ہی سرِ تاج سجدے میں جھک گئے
مگر اپنا آئینہ ہے دیدیا ہے کسی نے دستِ ایاز میں

وہ نوا دہن سے نکل گئی مری روح جس کی تھی منتظر
وہ نفس سے شعلہ بھڑک اٹھا پرِ مرغ پردہ نواز میں

دمِ خلقِ دہر سے حشر تک فلک اک رکوع نہ کر چکا
ارے کتنا وقت ضرور ہی تمہے سجدہ تیری نماز میں

مرے دل کو ایسی نگاہ دے کہ نظارے دونوں ہوں ساتھ ہی
کہ ہے تو حریمِ جلال میں ترا جلوہ بزمِ مجاز میں

یہ نوائے دہر فنا نہ ہو ابھی سیح لے ابھی وقت ہے
ابھی زخمہ بے حرکت ہے اور ابھی نغمہ پردہ ساز میں

کئے آسماں نے سبھی ستم مگر اک ستم مجھے یاد ہے
کہ ملائے اُسکے نہ مل سکی مری خاک خاکِ حجاز میں

تری بے نیازیوں نے نہ کی مری بے زبانیوں پہ نظر
یہ رہا ہے راز میں حشر تک اسے اب بھی رہنے دے راز میں

اجل نے کر دیا خاموش تو کیا بے زباں ہوں میں
کہ ہستی کا فسانہ ہوں عدم کی داستاں ہوں میں

بھنور ہی موج ہے منجدھار ہے میرا سفینہ ہے
کہ اک ٹوٹا ہوا لنگر اک اترا بادباں ہوں میں

اجل نے کی عطا میت کو خاموشی میں گویائی
زبانِ بے بیاں ہوں میں بیاں بے زباں ہوں میں

زمیں والے جو کہتے ہیں کہ اب کیا پیس ڈالے گا
تو ملتا ہے جواب اُس کا کہ دور آسماں ہوں میں

جو رہبر راستہ بھولے تو نکلوں رہنمائی کو
ابھی کیا ہے ابھی تو ایک فردِ کارواں ہوں میں

میں سمجھاتا ہوں جب دل کو تو کہتا ہے متانت سے
زمانے کی زباں تو ہے حقیقت کی زباں ہوں میں

مرے اللہ کوئی حد بھی ہے اس بے دماغی کی
کہ دل ہے سرگراں مجھ سے تو دل سے سرگراں ہوں میں

مری تصویر، میرا بُت، مرا مرقد ہے تن میرا
کبھی تھا تو اسی دُنیا میں لیکن اب کہاں ہوں میں

تری غیرت کو اے نازِ ستمگر کیا ہوا آخر
ترے ہوتے ہوئے ممنونِ جورِ آسماں ہوں میں

قیامت کر گیا بارِ امانت کا اُٹھا لینا
حریفِ ماسوا ہوں مبتلائے امتحاں ہوں میں

نہ جب تھا تھا دل دنیا سے ذرہ ذرہ دِلکش تھا
مگر اب آشیاں ہر جا ہے پر بے آشیاں ہوں میں

نظر آتا ہے ہر منبر پہ مجھ کو اک نیا واعظ
جہاں رندوں کا مجمع ہو وہاں پیرِ مغاں ہوں میں

مری قسمت میں لے ہیجو کہاں منزل کی آسائش
غبارِ راہ ہوں بانگِ درائے کارواں ہوں میں

ہر چند مجھ کو ضعف سے تاب و تواں نہیں
کھینچوں جو ایک آہ تو نو آسماں نہیں

کچھ بے خودی میں رنج و الم کا نہیں خیال
میں اس زمین پہ ہوں جہاں آسماں نہیں

ہم صورتِ خیال پھریں ہو کے ناتواں
ہوں بھی اگر سبک تو کسی پر گراں نہیں

اظہارِ دردِ دل میں ہیں در پردہ کوششیں
ہر چند جانتا ہوں کہ تجھ سے نہاں نہیں

دل کا پتہ نہیں نہیں جاتا ہے دردِ دل
یہ طرفہ ماجرا ہے، مکیں ہے مکاں نہیں

خانہ خراب ہو کے کیا اسکے دل میں گھر،
میرا امکاں نہیں ہے نہ ہو کیا مکاں نہیں

میں بیخودیٔ شوق سے ایسا ہوں بیخبر
مجھ کو خبر نہیں کہ کہاں ہوں کہاں نہیں

ہو رشک دل کو ہو کہ یہ جاتا ہے سوئے غیر
لیکن خیالِ یار سے میں بد گماں نہیں

بیخود کا ذکر کیا ہے نشانِ مزار کا
دیکھا گیا تو نام کو نام و نشاں نہیں

کیوں اے خیالِ یار تجھے کیا خبر نہیں
میں کیوں بتاؤں درد کدھر ہے کدھر نہیں

نشتر کا کام کیا ہے اب اچھا ہے دردِ دل
صدقے ترے نہیں نہیں اے چارہ گر نہیں

کہتی ہے اہلِ ذوق سے بیتابیٔ خیال
جس میں نہ اضطراب کی خو ہو بشر نہیں

ہستی کا قافلہ سرِ منزل پہنچ گیا
اور ہم کہا کئے ابھی وقتِ سفر نہیں

دیوانگانِ عشق پہ کیا جانے کیا بنی
وارفتگیٔ حسن کو اپنی خبر نہیں

دنیائے دردِ دل ہے تو دنیائے شوق روح
ہوں اور بھی جہاں مجھے کچھ بھی خبر نہیں

صحرائے عشق دہتی موہوم و راہِ حسن
ان منزلوں میں دل سا کوئی راہبر نہیں

ہر ذرہ جس سے اک دلِ مضطر نہ بن سکے
وہ کوئی اور چیز ہے تیری نظر نہیں

اس بیدلی سے کہنے کا بیخود مآل کیا
الفاظ کچھ ہیں جمع معانی مگر نہیں

کیا نہیں ہاں جب کچھ اُجڑے اُجڑے میخانے بھی ہیں
ٹوٹے پھوٹے شیشے ٹوٹے پھوٹے پیمانے بھی ہیں

دیکھنے والے کہیں آبادیاں بس دیکھ جا
کب سے تیرے منتظر دنیا کے ویرانے بھی ہیں

ناصحا دُنیا ہے یہ اتنی عنایت کیا ضرور
تجھ سے عاقل ہیں جہاں کچھ ہم سے دیوانے بھی ہیں

دفترِ ہستی سے ہر اک کو ہے اک وابستگی
اس میں عبرت کے معارف ہیں کچھ افسانے بھی ہیں

مجمعِ محشر کی محویت سے جب رُکنا پڑا
مڑ کے پوچھا اُس نے ہاں کچھ میرے دیوانے بھی ہیں

محفلِ ہستی کے مہماں ایسی بیدردی بھی کیا
رہنے دے رہنے دے شمعیں ہیں تو پروانے بھی ہیں

چھائی ہیں مستیاں چمنِ روزگار میں
فطرت ہے مست آپ ہی فصلِ بہار میں

رکھا ہی کیا ہے اب حرمِ نازِ یار میں
وہ کھنچ کے آ رہا نگہِ انتظار میں

گل مثلِ دل نہ خوں ہو کہاں اختیار میں
مجبوریوں کا رنگ بھرا ہے بہار میں

ہے ذرہ ذرہ محشرِ آشوبِ سرکشی
اٹھتی ہیں آندھیاں مری مشتِ غبار میں

سو مستیاں نثار ذرا آئینہ تو دیکھ
کچھ اور ہو گئیں تری آنکھیں خمار میں

ہے ذرہ ذرہ شاہدِ معنی کا ایک روپ
دُنیا کچھ اور ہے نگہِ اعتبار میں

دل سی صراحیاں ہیں لہو سے بھری ہوئی
کیا ڈھونڈھتا ہے میکدۂ روزگار میں

دامن ہٹا جو گرد کا آنکھیں سی کھل گئیں
عالم چھپے تھے کیا مرے دل کے غبار میں

مجھ کو چمن سے لے دلِ افسردہ نکل
اُف مستیاں بھری ہیں ہوائے بہار میں

قسمت نے بھر دیا مری مجبوریوں کا رنگ
بت خانۂ خیال کے نقش و نگار میں

رندوں کی ہر ادا سے ٹپکتی ہیں مستیاں
اک دَور چل گیا تھا کبھی بزمِ یار میں

بس کھل گئی حقیقتِ نقاشیٔ خیال
سب رنگ اپنے بھر دیے تصویرِ یار میں

بیخود طلسمِ ہستیٔ موہوم پر نہ جا
ہاں کیا دھرا ہے پردۂ گرد و غبار میں

ہم رنگِ خیال بن گئے ہیں / ہم اپنا مآل بن گئے ہیں
ہم جب کبھی وقت آگیا ہے / تصویرِ سوال بن گئے ہیں
جنمیں تھی ترے جمال کی شان / اب تیرا جلال بن گئے ہیں
دُنیا کے کمال حد سے بڑھ کر / تمہیدِ زوال بن گئے ہیں
انداز مرے بگڑ بگڑ کر / تصویرِ ملال بن گئے ہیں

فرقت میں ترے مرے خیالات
تصویرِ وصال بن گئے ہیں

امتحانِ صبر کی حد کیوں پڑے تاخیر میں / جو نہ لکھوائے کوئی لکھ دے مری تقدیر میں
خامۂ قدرت نے جب لکھی ہو میری سرنوشت / کانپ کانپ اُٹھا ہے دستِ کاتبِ تقدیر میں
اُلجھے ہوئے دل کے عقدوں کے لئے رونا پڑا / پھانس لگ جاتی الٰہی ناخنِ تدبیر میں
خوابِ ہستی دیکھنے والے تھے کیسے بدنصیب / خواب کا عالم بھی گذرا دہشتِ تعبیر میں
حشر میں ہلچل ہوئی قاتل کو غش آنے لگے / آئے وہ کچھ بے گنہ جکڑے ہوئے زنجیر میں
دیکھیے یہ فطرت لکھی ظالم نے ایسی سرنوشت / آخر آخر تک چلی تدبیر اور تقدیر میں
کسطرح سجدے سے سر اُٹھتا ہے اہلِ ذوق کا / جب جھلکتے ہیں ترے ہی رنگ ہر تصویر میں
ان نصیبوں پر بھی قدرت سے اُلجھنے کی امنگ / عمر بھر جو ٹھنیں چلیں تدبیر اور تقدیر میں
اور ہی عالم ہے کچھ دنیائے حسن و عشق کا / ہر بیاں جو شئے بھی ہے ڈوبی ہوئی تاثیر میں
ناز سجدے میں ادا حیرت میں جلوے سجدے میں / دل نے یہ دیکھا حریمِ دوست کی تصویر میں

ذرہ ذرہ سے صدائے بازگشت آنے لگی
اور کیا ہوتا اثر ظالم تری تقریر میں

دل کو پیدا کر کے فطرت خود غضب میں پڑ گئی
محو ہے اخفائے راز دہر کی تدبیر میں

جسمیں تھیں ساری خیال یار کی آزادیاں
وہ دل رم آفریں جکڑا رہا زنجیر میں

اپنے اپنے رازداں پر سب کی نظریں جم گئیں
کہہ گیا کیا میں یہ راز عشق کی تفسیر میں

کیوں کسی نے نقش آشوب تمنا کھینچ کر
بھر دیا مجبوریوں کا رنگ ہر تصویر میں

تھیں جو آنکھیں حسرت دادرسن کا آئینہ
آج گھری نیند سوئیں سایۂ شمشیر میں

اللہ اللہ ایک ذرے کی بھی حد ملتی نہیں
رنگ ہو نقاش کا اتنا تو ہر تصویر میں

انتہا کا ذکر کیا ہے ابتدا ملتی نہیں
کچھ ورق سادے ہیں راز دہر کی تفسیر میں

موج ہستی اٹھتے ہی آگے بڑھی اور مٹ گئی
بے بسی ہر حال میں جکڑے رہی زنجیر میں

ولولوں میں بھی ندامت سے رہی افسردگی
عفو کا پہلو رہا بیخود مری تقصیر میں

پائے بیخود میں کچھ ایسی بیڑیاں ڈالی گئیں
جن سے بعد حشر بھی کھلنا نہ تھا تقدیر میں

اے رشک پردہ سوز شکایت کی جا نہیں
وہ بزم ناز ہے دل بے مدعا نہیں

بیخود خیال یار میں بوئے وفا نہیں
گویا کہ یہ کبھی مرے دل میں رہا نہیں

صیاد قید کر کے مجھے دیکھ لے ذرا
دل خوں نہ ہو تو بلبل خونیں نوا نہیں

اللہ ری بے نیازی آسودگان خاک
اس قرب پر کسی سے کوئی بولتا نہیں

نیرنگی خیال سے دھوکا ہے غیر کا
کہتی ہے شان حسن کوئی دوسرا نہیں

آتی ہے ذرہ ذرہ سے آواز بازگشت
پھر بھی یہ کہہ رہا ہے ابھی کچھ کہا نہیں

شیرازہ بند درد تسلسل ہے زلف یار
آغاز مدعا کی کوئی انتہا نہیں

ہے جلوہ ریز بزم تصور جمال یار
اے چشم شوق اب یہ تغافل روا نہیں

چنگاریاں سی اڑنے لگی ہیں نگاہ سے
کیوں سوزِ گریہ تیری کہیں انتہا نہیں

محرومیوں سے ذوق ہے ناکامیوں سے عشق
میں کامیاب ہوں یہ مرا مدّعا نہیں

جاتی ہے کوئے مجمع محشر پہ یاں نظر
وہ پردۂ ہجوم تمنا اُٹھا نہیں

یوں انتہائے ضعف میں ہے شکوہ جفا
گویا یہ دل کبھی کا ستم آشنا نہیں

بیخود ہے بے نیاز کوئی یہ بھی سُن لیا
شرمندۂ قبول ہماری دعا نہیں

دمِ آخر نفس سینے سے کب کھینچ کر نکلتے ہیں
یہ دل کے خون میں ڈوبے ہوئے نشتر نکلتے ہیں

جہاں دیکھو زمیں سے اُجڑے اُجڑے گھر نکلتے ہیں
کہیں محراب کھلتی ہے کہیں سے دَر نکلتے ہیں

اے قاتل تری بابوسیاں دیکھی نہیں جاتیں
نہ گھبرا اب ترے بسمل سر محشر نکلتے ہیں

تڑپتے ہیں جو بسمل رحم یوں آتا ہے قاتل کو
کبھی کھنچتی ہیں تلواریں کبھی خنجر نکلتے ہیں

ازل سے حشر تک اک دورِ طوفانِ تغیر ہے
ہر اِک ذرہ کی دُنیا میں غضب کے شر نکلتے ہیں

کبھی میخانہ ہستی میں وہ بھی دور آتا ہے
ہمیشہ کے لئے اُٹھے ہوئے ساغر نکلتے ہیں

عجب عالم ہے دُنیائے قفس کے بسنے والوں کا
پھڑک کر خود گرا دیتے ہیں جب کچھ پر نکلتے ہیں

وہ بڑھنے والے سمجھے تھے جنکو زندگی اپنی
ہوا سے اب دل ناکام کی بچکر نکلتے ہیں

زمانے نے کچھ ایسی بستیاں لوٹیں اُمنگوں کی
بہت ڈھونڈو تو دو اک اُجڑے اُجڑے گھر نکلتے ہیں

جگر کو دیکھ کے زخم جگر کو دیکھتے ہیں
مرے عزیز مرے چارہ گر کو دیکھتے ہیں

پڑی ہے سامنے جیسے کسی عزیز کی لاش
ہم اِس نظر سے دلِ بے خبر کو دیکھتے ہیں

کٹیں گی موت کے ہاتھوں یہ بیڑیاں اک دن
اس ایک آس کو اور عمر بھر کو دیکھتے ہیں

گذر رہی ہے اسیرانِ بدنصیب کی یوں
کبھی قفس کو کبھی بال و پر کو دیکھتے ہیں

پھر آکے حسرتیں دم توڑتیں ہیں خواب میں کیا
اداس دل جو ہم اتنا سحر کو دیکھتے ہیں

ستم کشوں کو یہ کیا خوب چُپ کی داد ملی
جب آنکھ کھلتی ہے زینتِ سحر کو دیکھتے ہیں

اجل کو دیکھ کے سوجھا مآلِ ہستی کا
سحر کو دیکھ کے شمعِ سحر کو دیکھتے ہیں

کُھلا ہے اب کہ ہے ہستی کا ایک نام گناہ
تباہ حالیٔ اہلِ ہنر کو دیکھتے ہیں

پہونچ کے منزلِ ہستی پہ ہوش اُڑتے بیخود
کہ راہزن تھا جو اب راہبر کو دیکھتے ہیں

یہ تو مانا بجلیاں جلووں میں پنہاں ہو گئیں
نظریں اور پھر میری نظریں اور پریشاں ہو گئیں

کتنی دنیائیں وفا کی اُن میں پنہاں ہو گئیں
حشر کیا ہوگا جو یہ نظریں پریشاں ہو گئیں

جوشِ وحشت کس بیاباں میں مجھے لایا خیال
خیر ہے کیوں انگلیاں تارِ گریباں ہو گئیں

شرحِ بسط و قبض ہیں دل کی خیال آرائیاں
ہو گئیں بڑھ کر نگاہیں گھٹ کے مژگاں ہو گئیں

ایک اک ویرانے میں اب کیوں بھٹکتا ہے خیال
بستیاں جوشِ تمنا کی تو ویراں ہو گئیں

گل کے پردے میں چھپے ہیں ٹکڑے ٹکڑے کتنے دل
کتنی آنکھیں پردۂ شبنم میں گریاں ہو گئیں

جوشِ حرماں ہے نہ جوشِ غم نہ وہ جوشِ خیال
ہائے تھیں کیا بستیاں دل میں کہ ویراں ہو گئیں

ذرہ ذرہ پر تجھے بیخود نظر کرنی نہ تھی
اُف تری آزادیاں خود تیرا زنداں ہو گئیں

ہر تغیر پہ عقل کہتی ہے
آپ کچھ اور ہوتے جاتے ہیں

کیسے مجرم ہیں ہم کہ قاتل بھی
ذبح کرتے ہیں روتے جاتے ہیں

قید سے اک اسیر چھوٹا ہے
لوگ واقف جو ملتے جاتے ہیں

طوق زنجیر کے نشانوں پر
آنکھیں ملتے ہیں روتے جاتے ہیں

رات اندھیری ہے دیکھئے کیا ہو
جاگنے والے سوتے جاتے ہیں

دنو رناتوانی دیدنی ہے ہجر جاناں میں
چھپا جاتا ہوں میں ہجوم درد نہاں میں

کوئی محرم نہیں اسرار دنیائے تمنا کا
نہیں تعبیر کو کچھ دخل اس خواب پریشاں میں

اسیران ستم کی موت اچھی تھی رہائی سے
اُلجھتے ہیں کہ یہ ہم گھر میں ہیں یا رب کہ زنداں میں

کسی کا ذکر کیا زنداں سے پہچانی نہیں جاتی
ملی ہے وحشیوں کی خاک کچھ یوں خاک زنداں میں

دل مجبور سے مجبور رہا کرتے ہیں
زندگی یوں ترے پابند وفا کرتے ہیں

حشر تک اہل نظر عشق فنا کرتے ہیں
حشر کے بعد سے ہستی کی بنا کرتے ہیں

دل ہوں اور دل بھی وہ جو موت سے بھی مو مایوس
پھر بھی دشمن مرے جینے کی دعا کرتے ہیں

چاندنی دھوپ چراغوں کا اُجالا ہے گواہ
سجدے سایہ سے ہم اُس بت کو کیا کرتے ہیں

کون سمجھا ہے سمجھ جائیں جو دنیا والے
اہل دل خون تمنا کی دعا کرتے ہیں

پرسش حشر پہ گھبرا کے یہ کہنا دل کا
ایسی اُفتاد جو پڑتی ہے تو کیا کرتے ہیں

دیکھ سکتے وہ کبھی حالت حسن مجبور
عشق مجبور کا ماتم جو کیا کرتے ہیں

تیر گر مجبور تمنا تو کریں مرنے کی
زندگی کہہ نہ اُٹھے میرا گلا کرتے ہیں

کب جو کے تنکے یہ بادِ خزاں سے آتے ہیں
قفس میں تیر مرے آشیاں سے آتے ہیں

ہر ایک ذرہ کا دنیائے درد بن جانا — مزے دکھے ہوئے دل کی فغاں سے آتے ہیں

ہو قصہ طور کا یا کربلا کا افسانہ — جہاں کو ہول مری داستاں سے آتے ہیں

خدا کو اتنا خدائی پہ ناز کیا ہوگا — ہم ایسے ناز سے اک آستاں سے آتے ہیں

نہ پوچھ بیخودی غفلت گناہ نہ پوچھ — اجل کو غش مرے خواب گراں سے آتے ہیں

اسی نے کھول دیے شرح ناز کے دفتر — یہ دل کو شک نگہ رازداں سے آتے ہیں

بچیں یہ سب مری کشتی تباہ ہو یارب — ہوا کو جوش مرے بادباں سے آتے ہیں

زمین تو ہے زمیں آسماں کی خیر نہیں — جو زلزلے یہی دل کی فغاں سے آتے ہیں

زمیں کو چھوڑ کے اے دل ابھی ہٹوں کیونکر — بلا کے تیر ابھی آسماں سے آتے ہیں

ہر اک نفس کو سمجھتا ہوں کائنات اپنی — یہ ہیں پیام جو بچ کر یہاں سے آتے ہیں

نصیب دیکھ کہ سجدے میں دم نکل نہ گیا
ہم اور پھر کے ترے آستاں سے آتے ہیں

خلیل آتش نمرود کو وہ کیا سمجھتے ہیں — جو دوزخ کو بھی کجلایا سا انگارہ سمجھتے ہیں

غبار وحشت کو ہم شوق میں کیا کیا سمجھتے ہیں — کبھی محمل، کبھی جلوہ، کبھی لیلا سمجھتے ہیں

ابھی ذرہ ابھی صحرا، ابھی دنیا سمجھتے ہیں — خبر کس کو کہ اپنے آپ کو ہم کیا سمجھتے ہیں

تغافل کو ترے پاتے ہیں اک بے موج کا دریا — ترحم کو ترے اک موج بے دریا سمجھتے ہیں

پرستاں سے پری جنت سے حور ایواں سے تم آئے — عروج نشہ میں مینا کو ہم کیا کیا سمجھتے ہیں

قدم سے تا ازل روز ازل سے شام محشر تک — حجابوں کو ترے ہم آنکھ کا پردا سمجھتے ہیں

نہیں کچھ بھی تو کیوں شان تغافل بڑھتی جاتی ہے — بڑے نادان ہیں مجھ کو جو بے پروا سمجھتے ہیں

نصیب اُن کے ہیں جو پردہ کو بھی سمجھیں ترا جلوہ — ہم اک ناکام جو جلوے کو بھی پردا سمجھتے ہیں

نبوت دے کے تونے کیف وجد سرمدی کھویا
نہیں تو لذت انکار کو موسا ب سمجھتے ہیں

کسی نے طالب دیدار بننے کی تو جراءت کی
اسی سے حضرت موسیٰ کو وہ موسا ب سمجھتے ہیں

نہ بچتے کاش موجوں سے وہ طوفاں دیکھنے والے
جو بڑھتی دھوپ کو چڑھتا ہوا دریا ب سمجھتے ہیں

ہم اہل عشق ہیں ہر روز ہے روز ازل ہم کو
یہ زاہد حشر کو امروز بے فردا ب سمجھتے ہیں

خدا کی سی بقا بھی ہم کو مل جاتی تو کیا ہوتا
کہ بیکار جنوں امروز کو فردا ب سمجھتے ہیں

کہاں پیدا ہے ایسا چاہنے والا وہ جسکے ہوں
وہ خوش قسمت ہے بیخودؔ جس کو وہ اپنا سمجھتے ہیں

نہیں ہے ناصح ناداں شراب شیشے میں
بھرا ہے رند نے عیش شباب شیشے میں

وہ رند ہوں کہ سوئے میکدہ اگر جاؤں
تو موج بادہ ہو موج شراب شیشے میں

جو عکس ساقی رنگیں ادا ہو عکس فگن
تو موج مے کو رہے پیچ و تاب شیشے میں

ہے عکس چین جبیں موج بادۂ گلگوں
حباب ہیں تری چشم عتاب شیشے میں

رہے جو تاک میں بنت العنب کے زاہد خشک
تو جن کی طرح رہے بند خواب شیشے میں

حباب مے کے لئے احتیاج موج کہاں
یہ خیمہ نصب ہوا بے طناب شیشے میں

گلابیاں رہیں خالی بہار میں ساقی
ترے کرم کا نہ برسا سحاب شیشے میں

کہاں ہیں اختر تاباں فلک پہ ذرّے ہیں
بھری ہے خاک در بو تراب شیشے میں

خیال رخ ہو جو ہنگام دود آشامی
ہر ایک ذرہ بنے آفتاب شیشے میں

حلال کیوں نہیں مے ہم پہ حضرت زاہد
یہ خون توبہ نہیں اے جناب شیشے میں

نئے انداز سے بیخودؔ شراب بزم زنداں ہو
نگاہ مست ساقی نشۂ چشم حریفاں ہوں

خراب بادہ نظارہ اُسکی مست آنکھیں ہیں — مری تربت یہ کہتی ہے زیارت گاہ مستاں ہوں
کھلے کیونکر کسی پر حال میرے زخم پنہاں کا — شہید جلوۂ نازِ تبسم ہائے پنہاں ہوں
کروں کیا ناز برداری جنونِ فتنہ ساماں کی — الٰہی میں تو خود ہی شاہد حیرت کا مہماں ہوں
تڑپ جاتی ہیں آوازِ شکستِ رنگِ گل سُن کر — الٰہی کیوں شکستِ دل سے خوش ہوتے ہیں حیراں ہوں
ہجوم ناز میں وہ جلوۂ بے باک کہتا ہے — ضیا میں جس طرح ہے مہرِ پنہاں میں بھی پنہاں ہوں

وہی ہیں وہ کہ جن کو عالمِ ہستی میں دیکھا تھا
مگر محشر میں وہ انداز ہے بیخودؔ کہ حیراں ہوں

ہم جو وسعت پر نظر اے شیخ نابینا کریں — دشت اک ذرہ کو اور اک قطرہ کو دریا کریں
کس طرح یادِ خرامِ شوخِ بے پروا کریں — حشر برپا ہو قیامت تو پھر ہم کیا کریں
مرتے دم بسمل نگاہِ یاس سے دیکھا کریں — موجِ خوں کے ساتھ خود جلّاد بھی تڑپا کریں
نام لے خورشیدِ محشر کا نہ اے واعظ ہمیں — ہو اگر فرصت تو ذکرِ ساغرِ صہبا کریں
ہو سکے جولانگہِ وحشت کبھی ممکن نہیں — عرصۂ کونین کو بھی گر بناکے صحرا کریں
بل کی لے لے کر یہ کہتے ہیں کسی گیسو کے بل — ہو اگر بگڑا مقدر بھی تو ہم سیدھا کریں
ڈال رکھا ہے غضب میں بدگمانی نے مجھے — اس گھر سے دل میں مرے آجائیں تو اچھا کریں
ترے چہرہ کی گلابی ہو عرق افشاں اگر — بیخودی جایا کرے ہم آپ میں آیا کریں
لے خیالِ یار اُن سے پوچھنا کیا بات ہے — آئیں دل میں اور آنکھوں سے مرے پردا کریں
چھیڑتا ہے یوں دلِ بے تاب اُن کو وصل میں — شوخیاں کرنا رہوں میں آپ شرمایا کریں

پھر جنازے پر مرے آئیں نہ اے بیخودؔ اگر
میری حسرت کو منالیں آکے وہ اتنا کریں

اک جلوۂ ناز پر مٹا ہوں
میں دیدہ حیرت آشنا ہوں

یکتائی تری مٹا رہی ہے
گویا کہ میں نقش پا ہوا ہوں

جلوے ہیں خودی کے یاں نظر میں
یہ آئینہ میں بھی دیکھتا ہوں

میخانے میں ترک مے کا ہے دھیان
اے شیخ میں رند پارسا ہوں

کیوں مجھکو مٹا رہی ہے اے یاس
کیا میں کوئی نقش مدعا ہوں

ہستی نے جدا کیا ہے تجھ سے
ہوں نقش قدم کہ رہ گیا ہوں

خورشید نہاں ہے گر ضیا میں
میں جلوۂ یار میں چھپا ہوں

مجھے دی ابتدا بھی بیخود
اور آپ ہی اپنی انتہا ہوں

چمن میں دست جنوں کو جنوں نے چھیڑا ہے
اُلجھ رہا ہے مرا تار تار پھولوں میں

بچھا ہوا ہے یہاں دام موج رنگ بہار
ذرا نگاہ رہے ہوشیار پھولوں میں

خزاں کی فصل میں ابتر ہے شاخ گل کی بہار
تُلیں نہ کیوں مری مژگاں کے خار پھولوں میں

خیال جلوۂ رشک بہار ہے سحر سے مجھے
بسی ہے پھر نگہ انتظار پھولوں میں

بہار ناز و وفا رنگ حسن و عشق نہ پوچھ
مہک گیا چمن دہر چار پھولوں میں

نگاہ ہنس کے شاید کسی نے دیکھا ہے
کہ ہو گئی رگ گل تار تار پھولوں میں

خیال جلوہ رشک بہار ہے مجھ کو
بسی ہے روح دم احتضار پھولوں میں

ہزار رو کا ہوا خون تر ہوئے نہ مژہ
خزاں سے ہے کانٹوں پہ بیخود بہار پھولوں میں

کبھی شعلے نکلتے ہیں کبھی آنسو نکلتے ہیں
مری آنکھوں سے چشمے آگ پانی کے اُبلتے ہیں

جہنم کا مقدر لے کے آئے ہیں دل والے
کبھی جلنے سے فرصت ہی نہیں دن رات جلتے ہیں

جز اک اللہ سوزِ غم کی رقّت آ چلی دل میں
سُنا تھا دھیمی دھیمی آنچ سے پتھر پگھلتے ہیں

جلا جاتا ہے دل کا گھر بنائے کچھ نہیں بنتی
لگائی تھی جنھوں نے آگ اب وہ ہاتھ ملتے ہیں

قیامت تھا ہماری ناؤ کا منجدھار تک آنا
ادھر گرداب پڑتے ہیں اُدھر مینڈھے اُچھلتے ہیں

صدف میں بننے والے موتیوں کو اُن سے کیا نسبت
وہ لاثانی گہر سانچے میں جو پُتلی کے ڈھلتے ہیں

شراروں میں تڑپ ایسی نہ موجوں میں تڑپ ایسی
ترے بیتاب بجلی کی طرح کروٹ بدلتے ہیں

وفورِ جوشِ فرقت سے جگر میں خاک اُڑتی ہے
مرے گھر عید ہوتی ہے جو دو آنسو نکلتے ہیں

یہ عالم ہے اُدھر کی ہوتی دنیا ہے ادھر گویا
کسی کے ناتواں بیمار یوں کروٹ بدلتے ہیں

پھرا کرتا ہے آنکھوں میں مزہ معراج کی شب کا
جو بے دیکھے تجھے خلوت سے ہم باہر نکلتے ہیں

رہا کرتے تھے سایہ کی طرح جو ساتھ اے بیخود
خدا کی شان وہ بچ کر مرے سایہ سے چلتے ہیں

ردیف (و)

بھیجا ملال کہہ کے ندامت سے یار کو
لائے درد چھیڑ ڈال دل بے قرار کو

رکھ رکھ کے دل نے آنکھ میں تصویرِ یار کو
قیدی بنا دیا نگہِ انتظار کو

پردے میں اُس کے چھپ گئی دنیا کی دلکشی
اب مجھ سے چھین لے نگہِ اعتبار کو

دلداریاں کسی کی فریب و دغا سہی
یارب خبر نہ ہو دلِ امیدوار کو

مجبوریوں کا رنگ ہے سطحِ بہار
دنیائے اختیار کے نقش و نگار کو

قدرت کی کائنات تھیں جتنی بھی آندھیاں
سب سونپ دی گئیں مرے مشتِ غبار کو

ایسا بھی کوئی نشہ ہے کیوں ساقیِ ازل
جس نشہ میں سمو نہ دیا ہو غبار کو

اک روز آسماں کو بھی ملنا ہے خاک میں
کب تک ہوا سنبھال سکے گی غبار کو

صیاد کو ملال ہو اور اس کو انفعال
ہاں ہاں مرا سلام نہ کہنا بہار کو

اب دورِ جام نرگسِ مستانہ چاہیئے
آنکھوں میں تا بحشر تو رکھا خمار کو

پھر جانِ حسرتوں میں پڑی پھر فنا ہوس
ہر آن حشر ہے دلِ امیدوار کو

سوتے ہیں دیکھنا ہوں ہیں ارمان نزع میں
او جاگتے ہیں حالِ دلِ سوگوار کو

ہوں شاقِ آئینہ پہ مری گم نگاہیاں
کیا دیکھتا میں دیکھ کے آئینہ دار کو

انبوہِ حسرت و بیکسیٔ قبر ایک ہے
آنکھوں میں شوق لے کے چلا بزمِ یار کو

دن رات آسماں سے برستی ہیں مستیاں
تو ڈھونڈھنے چلا ہے دلِ ہوشیار کو

محشر میں ہے یہی مری مظلومیوں کی داد
جھکتے نہ دیکھوں شرم سے میں چشمِ یار کو

جنت بھی ہے قبول مگر ایک شرط سے
آنکھوں میں لے کے آئیں گے ہم کوئے یار کو

یہ بھی نصیب بیخود آفت نصیب کے
بدلا ہے صبحِ حشر سے شامِ مزار کو

پروانہ سوزِ شمع سے یوں باخبر نہ ہو
دل سے لگی نہ ہو تو زباں میں اثر نہ ہو

کاہیکو یوں بسی کبھی بستی خیال کی
دُنیا اُجڑ بھی جائے تو ہمکو خبر نہ ہو

اُف اُف بنی ہے ایک زمانے کی جان پر
اب دل جلوں کی آہ میں یارب اثر نہ ہو

یا اُٹھتی موج چلتی ہوا سے ٹھٹھی برہمی
یا اب مجھے ملال کسی بات پر نہ ہو

آئینہ جمالِ جہاں کو بہت نہ دیکھ
ڈرتا ہے دل کہیں تجھے اپنی نظر نہ ہو

اے بے نیاز راندۂ دُنیا کو دے بھی ڈال
وہ دل جسے ملال کسی بات پر نہ ہو

نیرنگیٔ ملال بہت ناگوار ہے
دنیائے غم ہیں شام نہ ہو یا سحر نہ ہو

دُنیا سے اٹھے دل کی کہانی بندھی رہے
یوں بھی کسی ملال زدہ کی بسر نہ ہو

ہر سو ہے اک ملال کی دُنیا بسی ہوئی
روئے خیال آہ کدھر ہو کدھر نہ ہو

ہاں ہاں ہر ایک ذرہ ہے آئینہ جمال
کیا دیکھے تجھ کو جس کی تری سی نظر نہ ہو

ایسی قسمت وہ نہیں یوں مرے افسانے کو
عشق کو مل گئی ایک چیز قسم کھانے کو

کچھ سمجھتا ہی نہیں آگ میں جل جانے کو
شمع پروانہ بنا دیتی ہے پروانے کو

آتشِ رشک نہ پھونکے ترے دیوانے کو
جلتے دیکھا نہیں پروانے سے پروانے کو

شمع لہرا کے بڑھی آپ لپٹ جانے کو
مل گئی دادِ وفا مل گئی پروانے کو

تیری رحمت ترے انصاف کا منہ تکتی ہے
کہہ نہ دے مجھ سے جہنم میں چلے جانے کو

عشق ہی ہے وہ صحیفہ کہ ہے اپنی تفسیر
دخل اس میں نہ سمجھنے کو نہ سمجھانے کو

اس طرح اس نے مرے شیشۂ دل کو توڑا
چھوڑ دے جان کے جیسے کوئی پیمانے کو

حشر میں بھی کھلی ایسی زباں بند ہوئی
آہ کیا آپ نے سمجھا دیا دیوانے کو

میں وہ کچھ کر کے چلا ہوں جو رکی میری زباں
عشق دُہرائے ہمیشہ مرے افسانے کو

ابھی محمل ابھی تصویر ابھی جلوہ ابھی تو
نظر آتے ہیں یہ عالم مرے افسانے کو

مجھ اکیلے پہ وہ بیتی جو زمانے پہ بنی
کہیے دنیا کی کہانی مرے افسانے کو

کہیں اک بوند میں چھلکے کہیں بھر ہی نہ سکے
کوئی سمجھا ہی نہ تقدیر کے پیمانے کو

آہ خورشیدِ قیامت بھی ہے بجھتا سا چراغ
روشنی چاہیے اس دل کے سیہ خانے کو

میرے مشرب میں تو ہے مے کی طرح خوں بھی حرام
کیا کروں دل کے چھلکتے ہوئے پیمانے کو

ذرہ ذرہ ہی یہاں ٹوٹے ہوئے دل کا جواب
کہتے ہیں درد کی دنیا مرے ویرانے کو

ہوں وہ کشتی کہ ہو موجوں کے تلاطم میں نہاں
ڈوب جانے کو کہوں میں کہ ابھر جانے کو

ہوں وہ گناہ گار اگر دستِ دعا دراز ہو
پھر نہ کسی کے واسطے بابِ قبول باز ہو

بیخودیٔ کمالِ عشق کیوں نہ کمالِ ناز ہو
غیر تو کیا خدا سے بھی کچھ نہ جسے نیاز ہو

دہر کا ذرہ ذرہ پھر چشمہ سوز و ساز ہو
آنکھ میں ہو اگر تری دل میں اگر گداز ہو

پاس ترے امانتیں جن کی ہوں انکو سونپ دے
پائے گدا تلاش بن دستِ گدا نواز ہو

عقدۂ عشق کھول کر سوچ میں پڑ گیا ہوں میں
حل جسے کہہ رہا ہوں میں یہ بھی کوئی راز ہو

دیکھ ذرا مقامِ حسن دیکھ یہ احترامِ عشق
عشق پہ جب کبھی بنے حسن ہی چارہ ساز ہو

پائے گدا ہے فرش پر جائے گدا ہے عرش پر
دیکھ گدا نواز بن بلکہ خدا نواز ہو

صبحِ ازل سے حشر تک محوِ رکوع تھا فلک
آئیں جو سو قیامتیں پوری نہ اک نماز ہو

عشق میں ہے کوئی مبتلا سنئے تو آتی ہے صدا
حد کے زمانہ ساز ہو، حد کے بہانہ باز ہو

اللہ اللہ کہاں قرب نے کھینچا مجھکو
گر خود اب اُن کا تصور بھی ہے پردا مجھکو

ایک بجلی سی رگ و پے میں مرے دوڑ گئی
آج ظالم نے اِس انداز سے دیکھا مجھکو

اس کی رحمت نے مجھے دیکھ کے منہ پھیر لیا
بے گناہی نے کیا حشر میں رُسوا مجھکو

بجلیاں ہیں ترے جلووں کی تڑپتی موجیں
کھینچ لیتا ہے مُنڈتا ہوا دریا مجھکو

ایک ذرہ کی حقیقت بھی نہ سمجھا کوئی
یاں کے ہر آئینہ میں تو نظر آیا مجھکو

حشر کے دن بھی نہ پردے سے نکلنے والے
لے کے اب جائے کہاں شوق تماشا مجھکو

کیوں نہ ذرہ ذرہ کے تصدق ہوں گے مجھ پر
کیوں نہ لے شوق کے آغوش میں صحرا مجھکو

لن ترانی ارنی دو ہیں گواہ عادل
کر دیا تو نے لب جلوہ نفتا عنا مجھکو

دار سے بڑھ کے کوئی منبر ارشاد نہیں
میں کہوں گا وہی جو کچھ کہ ہے کہنا مجھکو

میں یہ سمجھا کہ خدائی مجھے دیدی تو نے
جب ملی روز ازل تیری تمنا مجھکو

آندھیاں آتی ہیں خاک اڑتی ہے بڑھتا ہے غبار
لینے آتا ہے بڑی دھوم سے صحرا مجھکو

اے ضبط سوز دل کی زباں راز داں نہ ہو
یعنی ہمیشہ آگ جلے اور دھواں نہ ہو

دوزخ کی آنچ بھی مرے داور قبول ہے
لیکن کبھی جلے ہوئے دل کا دھواں نہ ہو

ان کا تو ذکر کیا ہے ابھی دیکھنا یہ ہے
خود میرے دل پہ حرف تمنا گراں نہ ہو

ہر گام پر نئی ہے محبت کی واردات
دیکھے وہ آنکھ خواب ہیں جس کا گماں نہ ہو

یوں کہہ رہا ہے کوئی دل مبتلا کا حال
ہر اک سمجھ رہا ہے مری داستاں نہ ہو

اہل وفا کو پاس ہے ناموس عشق کا
یکساں ہے در پہ ہو کہ ترا پاسباں نہ ہو

کیسی اجل کہ نیند بھی یارب مجھے نہ آئے
جب تک کہ سر کے نیچے وہی آستاں نہ ہو

ہے حال وقت وہی لرزتا ہوں دل کے ساتھ
قاصد ترے دہن میں انھیں کی زباں نہ ہو

جی کانپتا ہے خلد میں رکھتے ہوئے قدم
ڈر ہے کہ اس زمین پہ بھی آسماں نہ ہو

دیکھے تو کوئی شوق کی قدرت نمائیاں
کانوں پہ ان کے حرف تمنا گراں نہ ہو

احباب کی زباں میں قیامت ہے جس کا نام
کچھ بھی نہیں اگر وہ دم امتحاں نہ ہو

اے عشق گرد کوچہ جاناں کا واسطہ
ایسا لباس دے جو کبھی دھجیاں نہ ہو

میں دیکھتا ہوں عشق کی بیداد کا مآل
حسن لے مرا کریم جلائے مجھے اجل
مضطر ہے آفتوں میں نہ فریاد کر اُٹھے

یارب وہ مست ناز مرا راز داں نہ ہو
میں تب ہوں جہان میں جب آشیاں نہ ہو
محنت دل حزیں کی کہیں رائگاں نہ ہو

چھوٹا ہے جب سے قافلہ دیکھا جہاں غبار
کہتا ہوں اُسکے ساتھ مرا کارواں نہ ہو

آنکھیں کہاں کی اور دل کیسا ان باتوں کو جانے دو
خوں سے چھلکتی ایک صراحی بنتے ہوئے پیمانے دو

پلکوں کے سایہ سایہ نگاہیں ہونٹوں کے سائے سائے صدائیں
ناز و نزاکت سے اُسے مطلب کوئی مرے مرجانے دو

اب تو ہوئی ہے غم سے حالت دل پہروں سمجھاتا ہے
بھول گیا اب سارا وہ کہنا ان کو یوہیں سمجھانے دو

ہم تو ہمیں ہیں اور محشر پوچھے جو کچھ تو سلام کریں
قاتل آنکھوں میں اس کافر کو اشک ذرا بھر لانے دو

شہر خموشاں والوں سے وہ اک دل کے ستائے کا کہنا
اس امن و اماں کی بستی میں مجھ کو بھی باد و آنے دو

شوق کی محویت میں دل کو ہوش کہاں کچھ کہنے کا
ایک نہیں سو حشر کے وعدے ٹالے جو وہ ٹل جانے دو

دیکھیں تو کس کو شوق جنت خوف جہنم رہتا ہے
حشر میں آکر ناز سے اُس کو نیچی نظریں ہو جانے دو

مد بھری آنکھیں تری ہیں ساقی یا ہے ازل کا میخانہ
جوش میں ہر اک طرح کی مے ہے کہنے کو ہیں پیمانے دو

پچھلے پہر آتی ہیں صدائیں غیب سے یہ ہر محفل میں
خاک ہوئے پروانے مرے شمع کو بھی جل جانے دو

شمع کی حالت غیر ہے بیشک لیکن آنسو کہتے ہیں
ٹھہرو ذرا پروانے کی میت محفل سے اُٹھ جانے دو

میں وحشت کی خاک کا پتلا اب کہیں ڈھونڈھے ملتا ہوں میں
بن کے بگولا دشت جنوں کو سر پر خاک اُڑانے دو

کئے تھے لے کر دفن کی حسرت چلتے ہیں تیر جنازے پر
خیر تمہاری جیسی مرضی آؤ نہ بگڑو جانے دو

دید کا وعدہ ہم سے ہوا ہے دھوم ہیں ہم تو مچاتے ہیں
ہول قیامت سے اے بیخود واعظ کو گھبرانے دو

ردیف (ہ)

بنتی ہے دن میں دنیا اکثر نگارخانہ
پھرتا ہے جب نظر میں گذرا ہوا زمانہ

فردِ عمل نہ دکھلا کیوں مجھکو یاد آئے
گذرا ہوا زمانہ بھولا ہوا فسانہ

سر کو قفس پہ رکھے صیاد کہہ رہا ہے
بلبل کی جان نکلا اُجڑا سا آشیانہ

اُن پہ پڑی تو ایسے تڑپے کہ پھر نہ سنبھلے
کہتے تھے جو یہی ہے دُنیا کا کارخانہ

اب باغباں بھی اکثر حسرت سے دیکھتا ہے
ہے یادگارِ بلبل سنسان آشیانہ

جلاد تیرے صدقے قسمت سے مل گیا تو
مدت سے ڈھونڈھتی تھی میری اجل بہانہ

اِک لاجواب ہستی سجدوں میں مٹ چکی تھی
پھر قبلہ کیوں نہ بنتا بیخود کا آستانہ

پتلی جو پھر چلی تھی **بیخود** تو بن چلا تھا
چھٹتا ہوا زمانہ، مٹتا ہوا زمانہ

ردیف (ی)

تو نے ازل میں دل پہ یہ کیسی نگاہ کی
اب تک ہے زلزلے میں زمیں جلوہ گاہ کی

دِل زندگی سے سیر ہوا جب نگاہ کی
سانسیں نہ تھیں صدائیں تھیں وہ آہ آہ کی

ہاں میں نے خط کاتبِ تقدیر پڑھ لیا
ہاں میں نے اپنے فردِ عمل پر نگاہ کی

موسیٰ کی بات ساتھ گئی اون کے اور ہم
پلکوں سے جھاڑتے ہیں زمیں جلوہ گاہ کی

اتنا تو ہو کسی کو ستم رانیوں پہ ناز
کھاتے ہیں وہ قسم مرے حالِ تباہ کی

مٹنے لگا ہے خوبیٔ انجام کا خیال
کھُلنے لگی ہے دل پہ جو لذت گناہ کی

ہے کچھ تو میرے دل میں مگر یہ خبر نہیں
ہنگام نزع تو مجھے اے نیش غم نہ چھیڑ
ہر ذرہ میں یہاں کے ہے لیکن نئی طرح
اب کھل گیا کہ کیا ہے کسی دل کا ٹوٹنا
پہلے پہل کسی نے جو پوچھا ہے دل کا حال
تھا کچھ نہ کچھ ضرور ہر اک شے میں دل کا رنگ
ہاں یہ ترے خیال کے قابل نہیں رہا

توبہ کی آرزو ہے کہ حسرت گناہ کی
اچھی ہے دل لگی بھی مگر راہ راہ کی
تصویر تیری اور ترے جلوہ گاہ کی
ہر شے سے سن رہا ہوں صدا آہ آہ کی
تصویر بن گیا ہوں میں بگڑے گواہ کی
جس چیز پر نگاہ پڑی میں نے آہ کی
اس دل میں رہ چکی ہے تمنا گناہ کی

بیخود خبر بھی ہے ورق ہر خیال پر
تصویر کھنچ گئی ترے حال تباہ کی

ہے کفیل ماسوا آشفتہ سامانی مری
مجھ کو ناداں کہنے والے کچھ خبر بھی ہے تجھے
میں لحد کے گھر کو اب تک آگ دے چکتا مگر
اس کا طغرا خود ید قدرت کا ہے لکھا ہوا
وہ لب ہر جلوہ پر بے اختیاری کا گلہ

ٹھہری ذروں کی پریشانی پریشانی مری
بار الفت کا اٹھا لینا تھا نادانی مری
اٹھ رہی ہے حشر پر یہ خانہ ویرانی مری
سنگ کعبہ پر کوئی جھکتی ہے پیشانی مری
اٹھتے ہی پردوں کے گرنے پر پشیمانی مری

ناخدا مجھ سے کنارہ کر خدا کے واسطے
جوش پر دریا ہے اور کشتی ہے طوفانی مری

ایک اک لحظہ میں اک ایک قیامت دیکھی
قطرہ قطرہ میں نہاں ایک قیامت دیکھی
آہیں یہ کہہ کے چلیں اب اجابت کی طرف

پھر نہ دکھلائے خدا ہاں شب فرقت دیکھی
آج خون دل بیتاب کی حالت دیکھی
دل آفت زدہ دیکھی تری حالت دیکھی

مری توبہ شکنی کب ہوئی منت کشِ قصد
مٹ گیا خود بھی مگر مجھ کو مٹا کر چھوڑا
تاب نظارہ نے جب جلوۂ رخ دیکھ لیا
جب پریشاں ہوئے اجزائے دلِ اہلِ وفا
آئے وہ حشر میں یوسف نے خدا سے یہ کہا
کھینچ لی اک تری صورت کی خیالی تصویر

رت کے مانند بدلتے ہوئے نیت دیکھی
مجھ سے میرے دلِ خود سر کی عداوت دیکھی
اس نے گھبرا کے پھر آئینہ میں صورت دیکھی
ایک اک ذرہ میں دنیائے محبت دیکھی
آج اک تیری بنائی ہوئی صورت دیکھی
جس نے میری نگہ شوق کی حیرت دیکھی

جلوہ دکھلایا ہے تو اپنی نظر بھی دے ڈال
نگہِ شوق نے یوں کیا تری صورت دیکھی

آخر عتاب کیوں کوئی حد بھی غرور کی
دورِ ازل میں فکر ہے دورِ نشور کی
کس سرزمیں سے خاک کے پتلوں کا تھا خمیر
ناداں کو انتظارِ قیامت ہے ورنہ ہاں
کشتِ امل ہے اور بہار آفرینیاں
ان بددماغیوں میں مری لے ادا پرست
کہہ دے گا کچھ تغیرِ رنگِ جمالِ یار
زخموں کو دل کے روندتے جانا تھا کیا ضرور

کیا آہِ بے صدا بھی ہے آوازِ صور کی
کچھ سوجھتی بھی ہے ترے مستوں کو دور کی
ہر ایک نے کسی کی تمنا ضرور کی
پیدا عمل عمل سے ہے آوازِ صور کی
کھل کر برس چکی ہیں گھٹائیں سرور کی
کچھ بے ادائیاں ہیں کسی کے غرور کی
حالت نہ پوچھ مجھ سے دلِ ناصبور کی
آہوں سے میں نے اتنی شکایت ضرور کی

بیخود کسی کی پرسشِ پنہاں کو ہے گلہ
کی اور شوقِ دل نے شکایت ضرور کی

اف انتہائے شوق میں اب کیا کرے کوئی
کہتے ہیں پہلے اپنی تمنا کرے کوئی

بیدادِ حسن یہ ہے تو پھر کیا کرے کوئی
رسوائیوں کے بعد بھی پردا کرے کوئی

تم بھی کہو تو دل کو بتا دیں اب اس کا حال
اب وقت وہ نہیں ہے کہ پردا کرے کوئی

کھل جائیں حسن و عشق کی نیرنگیوں کے راز
دیکھوں جو پھر کسی کی تمنا کرے کوئی

بدنامیاں نصیب میں ہیں سب کے ورنہ یاں
کوئی نہ کچھ مٹائے نہ پیدا کرے کوئی

کچھ ایسا حال ہے کسی بیمارِ عشق کا
خود بھی کہہ رہے ہیں کہ اب کیا کرے کوئی

جھلکے گا اختیار میں محبوبیوں کا رنگ
پھر بھی نظر سے گل کا تماشا کرے کوئی

ذروں میں گونجتی ہے صدائے شکستِ دل
ہے شرط گوشِ دل کو گر وا کرے کوئی

جب کچھ سمجھنے دیں نہ کسی کی تجلیاں
پھر کیوں مرے خیال کو رسوا کرے کوئی

ہے ذرّہ ذرّہ محشرِ آشوبِ شوقِ دید
اب وقت آگیا ہے کہ پردا کرے کوئی

گم ہو چکی ہے قدرتِ ابداعِ آرزو
بیخودؔ حریمِ ناز تو ہے کیا کرے کوئی

عمر اہلِ تمنا نے کس آفت میں بسر کی
تھی شام کی امید نہ امید سحر کی

یوں دل نے رہِ وادیٔ غربت میں بسر کی
پوچھا نہ مرا حال، نہ خود اپنی خبر کی

آشفتہ مزاجوں کو ہے کچھ ناز اسی پر
جو عمر غم آباد ملامت میں بسر کی

دیکھا تو سبھی کچھ مگر اتنا بھی نہ سمجھے
کیوں عمر تماشہ گہِ ہستی میں بسر کی

کیا شکر و شکایت کہ اسی سوچ میں ہوں میں
یاد آگئی کیونکر شبِ ہستی میں سحر کی

ہر شے میں نظر آنے لگے اور ہی عالم
جب عالمِ دل دیکھ کے دنیا پہ نظر کی

پھر بھی نہ کھلا پردۂ ہستی کا کوئی راز
اک عمر خیالات کی دنیا میں بسر کی

بدلی ہوئی دنیا کی ہیں کچھ اور ہوائیں
تھی درد بھری آہ کہ آندھی تھی اثر کی

دُنیا نظر آنے لگی آشوبِ قیامت — جب دل کی طرف دیکھ کے دُنیا پہ نظر کی

یارب دلِ بیخود کو کبھی ہوش نہ آئے
دیکھے نہ تباہی مرے اُجڑے ہوئے گھر کی

مجھے دے اپنی قسمت حد نہیں کچھ ترے احساں کی — کہ دُنیا کو دکھا دوں یہ سزا تھی میرے عصیاں کی
وہ صورت ہی نہیں دو دن میں در اک پشیماں کی — یہ دُنیا کیا ہی قسمت کھلی خوابِ پریشاں کی
جہاں نقش و نگارِ دہر پہ پڑ جائے پردہ سا — سمجھ لینا یہی سرحد ہے یاس خانہ ویراں کی
مجھے ڈھب یاد تھا دوزخ کو جنت کر دکھانے کا — اِدھر پہونچا اُدھر تقدیر چمکی اہلِ زنداں کی
مرے دل کے لہو سے آہ میرے ہاتھ رنگیں ہیں — نہ رکھیں اہلِ محشر دھجیاں تک میرے داماں کی
لرز اٹھتا ہوں جب توبہ کی جرأت کوئی کرتا ہے — کہ شوقِ معصیت پر ختم تھی حد میرے امکاں کی
طلسم شوق حیرت ہے طلسم ذوق عبرت ہے — طلسم جبر و قدرت ہے عجب ہستی ہے انساں کی
مری تدبیر بل کر میری قسمت سے وہاں لائی — جہاں دریا ہے آفت کا جہاں کشتی ہے طوفاں کی
تری قدرت کو روزِ حشر جتنا ناز ہو کم ہے — مٹا ڈالی بھرے دل سے اگر تصویر زنداں کی
گنہ سے جب جھجکتا ہوں امنگیں بڑھ کے کہتی ہیں — گریز اس سے ارے ظالم یہی فطرت ہے انساں کی
ہے اسکی جو گھڑی بدتر ہے وقت نزع کا فرسے — نہ موت اسکو سمجھ یہ زندگی ہے اہلِ حرماں کی

غضب کی آندھیاں اٹھتی ہیں ہر ذرہ کی دُنیا میں
زمیں میں آ ملی ہے خاک یارب کس بیاباں کی

بڑھی ہیں اور خود آزائیاں زمانے کی — ٹھنی ہے جی میں جو دنیا سے دل اٹھانے کی
ازل کا پردہ ہے تمہید میرے آنے کی — قیامت آخری آیت مرے فسانے کی
تڑپ تڑپ کے وہ شعلوں کے منہ پہ جا پڑنا — ستم زدوں کو وہ دُھن آشیاں بچانے کی

کیسی قید تھی آخر کہ چھوٹنے والا
کہیں کی پوچھیے کہتا ہے آشیانے کی

کہیں نہ راہ میں لُٹ جائے قافلہ گل کا
یہ قسمت اور دعائیں بہار آنے کی

غرض خیال کی دنیا کے انقلابوں سے
انھیں کا روپ ہیں نیرنگیاں زمانے کی

تمام بزم سیاہ پوش ہونے والی ہے
ہوا نے ٹھان لی جلتے کنول بجھانے کی

صلہ ہے یہ حدِ امکاں پہ اُف نہ کرنے کا
کہ سلب ہو گئی قوت ستم اٹھانے کی

فریبِ نفس کی دُنیا میں یاد آتی ہے
نہ آنے والے نہ گذرے ہوئے زمانے کی

ذرا سی پاؤں کی آہٹ سے چونک پڑتا ہوں
سزا ملی رہِ ہستی میں بیٹھ جانے کی

کبھی تو قدرتِ فطرت کا امتحاں ہو ضرور
کہیں تو ختم ہوں سب سختیاں زمانے کی

خدائی اُس کی ہو کیا اِس خیال کی دُنیا
مرے مٹانے کی ہے اور مرے بنانے کی

رہِ وفا میں مرے دل سے کوئی کہتا ہے
کہ میری جان یہ کڑیاں ہیں جھیل جانے کی

قفس سے عرش تک اک راستہ سا بن جائے
جو آہ ٹھان لے دل سے لبوں تک آنے کی

بلا کا گھر تھا کبھی اب تو میری نظروں میں
قفس میں شان نکلتی ہے آشیانے کی

لرز کے چرخ سے کہتا ہے یوں غمِ دُنیا
نہیں ہے ہستیٔ بیخودؔ مرے مٹانے کی

اسیروں کو نہ قسمت نے خبر کی
کہ حسرت ہی رہے گی بال و پر کی

بہت بہکے ہوئے فکر و عمل کے
یہ تھی حد انتظارِ نامہ بر کی

بتاؤں کیا دلِ شوریدہ کیا ہے
مصیبت اور وہ بھی عمر بھر کی

مرے ٹوٹے ہوئے دل تیرے صدقے
ہر اک ذرہ ہے اک دنیا اثر کی

اسیرانِ قفس یا اب نہ سمجھیں
کہ رہ جائے گی حسرت بال و پر کی

قفس ہے گور سے زندان میں لیکن
اسیر آزاد دل تم فکر میں ہو
ابھی برہم ہوئی بزم تمنا

مجھے حسرت ابھی ہے بال و پر کی
یہ کس نے عمر زنداں میں بسر کی
یہ کہتی ہے اداسی دل کے گھر کی

زمین حشر کو اک زلزلہ ہے
کسی نے آہ کیا دل تھام کر کی

اگر سب سے مرے دل کی طرح پرسش نہیں ہوتی
نہیں ہوتی دل بیتاب کی تسکیں نہیں ہوتی
کدورت کچھ نہ ہونے پر بھی حیرت آفریں ہوتی
نظر میری اگر سوئے نگاہ واپسیں ہوتی
کھلا اب حشر تھا نام اہتمام خود نمائی کا
خیال شکوہ تمت طبع امتحاں جو کو
تری قدرت سے کچھ چلتی نہیں ورنہ قیامت تک
عجب کیوں لذت عصیاں کے نیرنگ اثر سے ہے
نگاہ پاک نے محشر میں بھی دیکھے وہی جلوے
یہ دنیا کو الٹ دیتی یہ محشر کو پلٹ دیتی
دل مدہوش لذت حشر میں فسر یاد کرتا ہے
یہ دل دنیا کو رشک جلوۂ فردا سمجھتا ہے
قیامت کاش آسکتی یہ جھگڑے پل کے کر دیتے
یہ ماتھے کی شکن تجویز خط تقدیر ہے ورنہ

زمیں ساری قیامت گاہ محشر کی زمیں ہوتی
کسی کی ہر نگہ یارب نگاہ واپسیں ہوتی
جو بڑھ جاتی فلک بنتی جو گھٹ جاتی زمیں ہوتی
تری آنکھوں پہ اے قاتل یہ الٹی آستیں ہوتی
نہیں تو آج کے دن ساری دنیا کیوں نہیں ہوتی
یہ غرق آب ہو جاتی یہ پیوند زمیں ہوتی
تہ شمشیر رہنا اور سجدے میں جبیں ہوتی
نہ جنت در جلو ہوتی نہ دوزخ در کمیں ہوتی
جو شیدا ئے گماں ہوتی گنہگار یقیں ہوتی
ذرا بیباک اگر تیری نگاہ شرمگیں ہوتی
مرے ذوق گنہ کی انتہا یارب نہیں ہوتی
گرا جاتا ہوں میں اس کو ندامت بھی نہیں ہوتی
مجھے ہوتی بھی ہے فرصت مرے دل کو نہیں ہوتی
کبھی تو ماند پڑ جاتی اگر چین جبیں ہوتی

ازل کیا ابتدائے حسن و محبت کے زمانے کی
ابد کیا صرف اک ٹلی ہوئی سرخی فسانے کی

تڑپتی بجلیاں پھر خانہ بربادی کی درپے ہیں
قفس کی خیر یارب ہو چکی خیر آشیانے کی

ہماری زندگی بھی اک فرصت تھی مگر کتنی
فقط رنگِ تمنا کے چڑھانے یا اڑانے کی

نفس اک تار ہے تن اک مٹی کا گھروندا ہے
حقیقت قید کی یہ ہے یہ ہستی قید خانے کی

وہ آنکھیں دیکھ کر میں کیا زمانہ کہنے لگتا ہوں
کہ ان میں ہر جسے کہتے ہیں سب گردش زمانے کی

ہماری زندگی بدمستیوں کا دور تھی بیخود
ادھر ہو کر نہیں نکلی تمنا ہوش آنے کی

محشر میں اک نگاہ تری کام کر گئی
عالم پہ ایک ساتھ قیامت گذر گئی

کیا جانے دل نگاہ پہ کیسی گذر گئی
دل تا بہ جلوہ گاہ نظر تا بدر گئی

پھر حشر چاہتے ہیں قیامت کے دادخواہ
ہر سو دہائیاں ہیں کہ بدنام کر گئی

ہر ذرہ بے قرار ہے ہر شے ہے سوگوار
اک دل کے ٹوٹنے کی کہاں تک خبر گئی

ہاں ہاں یہی نظر کہ ہے آئینہ جمال
چلمن بنی ہے جی کی طرح جب بکھر گئی

میں دل سے پوچھتا ہوں جو اس کو وصل میں
دل مجھ سے پوچھتا ہے تمنا کدھر گئی

کس طرح سجدے کیجئے پائے نگاہ پر
دیکھا کسی نے مڑ کے یہ جب تا بدر گئی

ہر شے سے کچھ نہ کچھ تو کسی کو لگاؤ تھا
سجدے کئے ہیں دل نے جہاں تک نظر گئی

کہتی ہے قیس سے یہ پلٹ کر نگاہ شوق
محمل اداس اداس ہے لیلیٰ کدھر گئی

جب عرش سے جو نکلتے ہیں قیامت کے پائمال
اٹھتا ہے ایک شور کہ برباد کر گئی

بیخود کو صور حشر نہ بیدار کر سکا
اب تک نہ دل سے لذت خواب سحر گئی

ہے قیامت ہی اگر یاں پہ نہ آئے کوئی
آہ کیا حشر میں بھی خاک اڑائے کوئی

خود کو روکے بھی تو گرتی ہوئی بجلی نہ رکے
کیوں نگہ پہ تری الزام لگائے کوئی

ہر یہی دل تو مرا خلد میں رہنا معلوم
یہ تو چاہے گا کہ پھر مجھ کو ستائے کوئی

یہ شرف جلوہ گہ حشر کی تقدیر میں تھا
بزم کی بزم کو آئینہ بنائے کوئی

ناز سجدے ہیں ادا غش میں ہے خود وجد میں ہیں
حرم ناز میں اس وقت نہ آئے کوئی

رات کو جلوہ گہ ناز یہ دل بنتا ہے
ورنہ کیوں آنکھ کے پردوں کو گرائے کوئی

ہر زمانے کے حسین حشر میں یکجا ہیں مگر
کیجئے کیا جو نہ آنکھوں میں سمائے کوئی

مرتے دم آنکھ ہوئی بند تو چلائی روح
منظر دہر کا پردہ نہ گرائے کوئی

حشر کو میکدۂ ناز بنانے والے
ہو کے بیہوش نہ پھر ہوش میں آئے کوئی

کیوں تصور میں کسی کی نہیں بنتی تصویر
کب کہا میں نے مرے دل میں نہ آئے کوئی

حشر میں وادی ایمن میں نہ آئے تو کیا
جب میں جانوں کہ مرے دل میں نہ آئے کوئی

جس طرف حشر میں اٹھی وہ نظر شور اٹھا
مجھ کو گرتی ہوئی بجلی سے بچائے کوئی

ہجر میں جاگنے والوں کا مقدر ہے ہے
حشر کہتا ہے کہ ان کو نہ جگائے کوئی

روپ انا الحق کا بدلنے کو ہے بیتاب قضا
نہیں منصور تو بیخود کو بلائے کوئی

کیا ہے رنگِ شوق سے جس میں بہار آئی نہ تھی
اُس کے اڑتے ہی کسی جلوے میں رعنائی نہ تھی

دیر۔ کعبہ۔ طور۔ دل۔ محشر۔ ازل سب ہیں گواہ
جس جگہ بھی تیرے جلوے تھے شکیبائی نہ تھی

بیوفائی کر کے آنکھ اٹھتی نہیں سب کی مگر
کی نہ تھی جب تک وفا وہ آنکھ شرمائی نہ تھی

تیرے آتے ہی دل محشر شوق بن کر رہ گیا
کون تھی وہ آنکھ جو تیری تماشائی نہ تھی

تیرے بدنام آہ کیا محفل میں تجھ کو دیکھتے
دل کو جو بیباک کر دے یہ وہ رسوائی نہ تھی

وہ ازل سے پیشتر والا زمانہ یاد کر
سب سے جب بہتیں خلوتیں اور کوئی رسوائی نہ تھی

بس اسی آنکھ نے اللہ کی قدرت دیکھی
کبھی جس نے تری آنکھوں میں مروت دیکھی

مرنے والوں کی پس نزع جو صورت دیکھی
غش میں وہ آپ کے بیمار کی حالت دیکھی

ایک اک لحظہ میں اک ایک قیامت دیکھی
پھر نہ دکھلائے خدا اس شب فرقت دیکھی

کبھی تو بے شکنی کی نہ ضرورت دیکھی
رت کے ہمراہ بدلتی ہوئی نیت دیکھی

آئے وہ حشر میں یوسف نے خدا سے یہ کہا
آج اک تیری بنائی ہوئی صورت دیکھی

استعارہ ہے شب وصل کا صبح محشر
مردہ رہتے کوئی اس رات نہ حسرت دیکھی

اشک خوں تھے دل مقتول کے بکھرے اجزا
سو جگہ خاک پہ بنتے ہوئے تربت دیکھی

امتحاں ہو گئے سب ختم تری قدرت کے
دیکھی صبر دل عشاق کی وسعت دیکھی

دل مرا پرسش اعمال کیا کرتا ہے
ہر گھڑی ہم نے قیامت ہی قیامت دیکھی

یاد ہے اب وہ اُن آنکھوں کی بلائیں لینا
جلنے تو نے کسی ناشاد کی تربت دیکھی

کی ہے گر جلوہ گری اپنی نظر بھی دے ڈال
دیدۂ شوق نے یوں کیا تری صورت دیکھی

کھینچ لی اک تری صورت پہ خیالی تصویر
جس نے میری نگہ شوق کی حیرت دیکھی

آہیں یہ کہہ کے چلیں باب اجابت کی طرف
دل آفت زدہ دیکھی تری حالت دیکھی

جب پریشاں ہوئے اجزائے دل اہل وفا
آپ اک ذرہ میں دنیائے محبت دیکھی

آنکھ جب دیکھنے والے کی نہ جھپکی بیخود
اُس نے گھبرا کے پھر آئینہ میں صورت دیکھی

ہمیشہ کے لئے گو بند ہوتی ہے زباں میری
یہ سُن رکھو کہ اب سے تم کہو گے داستاں میری

وداعِ یار ہی پر ختم ہے کیا داستاں میری
یہیں پر آکے رک جاتی ہے آخر کیوں زباں میری

نہ پوچھا حال میرا حشر تک بھی رازکی خلوت
بھری محفل میں اب سننے چلے ہیں داستاں میری

محبت پوچھ دیکھے میرے دل سے گوشِ قدرت سے
جو کی ہوتی کبھی تو کوئی سنتا بھی فغاں میری

نہ کرشمہ کوئی حائل ہے نہ جلوہ کوئی
اب مرے اُن کے نہیں بیچ میں پردا کوئی

کہے گر دیکھ لے جلووں کا اُمنڈنا کوئی
ہے تلاطم میں امنڈتا ہوا دریا کوئی

آندھیاں چلتی ہیں خاک اُڑتی ہے چھایا ہے غبار
دھوم سے لینے چلا ہے مجھے صحرا کوئی

یاں کی ہر شئے میں تری شان نظر آتی ہے
ایک ذرہ کی حقیقت بھی نہ سمجھا کوئی

صرف طور و ازل و حشر کے جلوے کیا ہیں
جو نہ اس دل میں ہو ایسا نہیں جلوا کوئی

یہ بھی قسمت کہ زمیں بن گئی صحنِ محشر
اس بھری بزم میں یا رب نہیں میرا کوئی

شوق سے دیکھئے سامانِ حریمِ دل کے
سب سے پروا ہے نہیں آپ سے پردا کوئی

درحقیقت ہے تری جلوہ گہ نازِ طلسم
منتظر کوئی تو ہے محوِ تماشا کوئی

پردۂ غیب سے لبیک کی آئی آواز
نہ رہا جب مجھے دنیا میں سہارا کوئی

ہوئے معزول تصور کی طرح وہم و خیال
واسطوں کی نہیں اب عشق کو پروا کوئی

ایک بجلی سی رگ و پے میں مرے دوڑ گئی
اس طرح آج مرے سامنے آیا کوئی

روندتا آتشِ دوزخ کو نکل جاؤں گا
شرط یہ ہے نظر آتا رہے جلوا کوئی

ہجر میں جان نکلنے جو لگی اے بیخود
میں یہ سمجھا کہ نکلتی ہے تمنا کوئی

نہ کچھ پروا زمانے کی نہ فکرِ آسماں کوئی
وفا کی راہ میں لٹنے چلا ہے کارواں کوئی

اجل نے آکے جب سے بند کر دی ہے زباں کوئی
کہا کرتا ہے اک اک سے کسی کی داستاں کوئی

دیا ہے امتحاں ایسا وفا پر مرنے والے نے
کہ اب کر ہی نہیں سکتا خیالِ امتحاں کوئی

ترے کوچے کے ذروں کی حقیقت ہم سمجھتے ہیں
اگر ان میں زمانہ ہے کوئی تو آسماں کوئی

کسی سے عشق کی روداد جب کہتے نہیں بنتی
تو خود ہی کہنے لگتا ہے ہماری داستاں کوئی

خدا شاہد ہے میرے دل پہ اک بجلی سی گرتی ہے
اُجڑتا ہے جو اس اُجڑے چمن کا کارواں کوئی

نکل پڑتے ہیں ہمسایہ گھروں سے دل جگر تھامے
کچھ ایسے درد سے کرتا ہے راتوں کو فغاں کوئی

قدم چومے فرشتوں نے جبیں خود بے نیازی نے
اُٹھا دل سے لئے ماتھے پہ خاک آستاں کوئی

ہمارے دن کا سورج ہے ہماری رات کا تارا
ہماری آنکھ سے دیکھے ہمارا آشیاں کوئی

وہ سنتے ہیں مزے لے لے کے باتیں اپنے وحشی کی
کہ دل کہنے نہیں دیتا محل کوئی بیاں کوئی

سوئے گور غریباں یوں نہ آؤ بال بکھرائے
کفن کی اب کیا ہی چاہتا ہے دھجیاں کوئی

تماشا خانۂ صیاد کا ہے دید کے قابل
کہ دیکھے بال و پر کوئی قفس کی تیلیاں کوئی

اُداسی مشہد عشاق کی کہتی تھی کہتی ہے
یہی سنسان جنگل میں لٹا ہے کارواں کوئی

ہمارا آشیاں ایسی گھڑی یارب اُجڑتا ہو
کہ اب اُجڑے نہ اس اُجڑے چمن کا آشیاں کوئی

یہی ہے دل کا آئینہ یہی ہے روح کا پرتو
زبانِ تنگ رخ کی سی نہیں دیکھی زباں کوئی

یہ تو میں کیونکر کہوں احساس کی قوت نہ تھی
میں سمجھتا غم کو غم اتنی مجھے فرصت نہ تھی

کھو کے ساری زندگی جانا تو جانا اس قدر
کیسا جینا مجھ کو مرجانے پہ بھی قوت نہ تھی

تنگ تھا اس پہ مجازِ تنگ داماں کا لباس
وہ مری حسرت نکالیں ان میں قدرت نہ تھی

کائنات درد ہے تو بلکہ درد کائنات
ٹوٹنے سے پہلے اے دل یہ تری حالت نہ تھی

اللہ اللہ رے بت نہ لے کوئی تو مل جائے خدا
کون تھی وہ بات جس پہ عشق کو قدرت نہ تھی

ذکر کیا اوروں کا وہ خود ہاتھ ملتے رہ گئے
خود پہ رحم کر گئے مجھے ایسی مری قسمت نہ تھی

کیں مری قسمت سے جذبِ ناز نے کوتاہیاں
ورنہ مجھ کو روکتی ایسی کوئی قدرت نہ تھی

قدرت احساس بھی تھی رخصت احساس بھی
اہلِ دل کو درد کے احساس کی فرصت بھی تھی

اک ادا تھی تری شہرت مری رسوائی کی
میں بھی یکتا ہوں قسم ہے تری یکتائی کی

دیکھ اے حسنِ ابد دیکھ خودی کے جلوے
عشق نے دی ہے قسم تیری خودآرائی کی

عکسِ رخ دیدۂ حیراں میں جو دیکھا تو کہا
اسی آئینہ میں تصویر ہے رسوائی کی

جلوۂ حسن ہے وارفتگی عشق بھی ہے
تجھ میں بھی شان نہیں ہے ترے شیدائی کی

جو دورنگی کو نہ دنیا میں ملا حسن قبول
شکل بدلی مرے جاناں تری رعنائی کی

دیکھ کر باب اثر مجھ کو بڑی حیرت ہے
کس نے تصویر اتاری تری انگڑائی کی

مسکرائے جو لب زخم تو حیرت سے کہا
لبِ خاموش بھی تصویر ہیں گویائی کی

ملتا جلتا ہے بہت اب اثر کا انداز
نالے دیتے ہیں دہائی تری انگڑائی کی

جلوۂ مہر سے اک حال ہے ہر قطرے کا
میرا ہر اشک ہے صورت تری انگڑائی کی

بود و نابود کا دم بھر میں مٹا سارا طلسم
نقشِ پا نے مرے وہ معجزہ آرائی کی

یہ اشک ہائے گرم ہیں حدت ہے میری سوزِ فرقت کی
نگاہ گرم ہے گویا کرن مہرِ قیامت کی

جگہ ہے دل میں ارماں کی نہ حرماں کی نہ حسرت کی
ہجوم یاس و غم واللہ تو نے بھی قیامت کی

خرام ناز جاناں حد بھی ہے کچھ اس کدورت کی
کہ مٹی ہو گئی برباد میری خاکِ تربت کی

یہی گستاخیاں ہیں گر ہمارے دستِ وحشت کی
یقیں ہے دھجیاں اڑ جائیں دامانِ قیامت کی

بہایا اشک ندامت تھا وہاں دریائے رحمت تھا
غضب نیرنگیاں دیکھی ہیں اس اشکِ ندامت کی

تڑپ کر طور پر گرنے لگیں جب بجلیاں باہم
حیا پردے سے بول اٹھی یہ شوخی ہے شرارت کی

شکستِ رنگِ گُل سے رنگ اُڑ جاتا ہے چہرے کا — چمن میں گُل وسمن کھلتے ہیں اب میری نزاکت کی
خرامِ ناز اُن کو لے چلا خاکِ شہیداں پر — مری آنکھوں میں پھر تصویر پھرتی ہے قیامت کی
یہ باتیں وصل کی اور یوں تڑپتا ہوں اُلجھتا ہوں — سیاہی زلفِ جاناں میں مگر ہے شامِ فرقت کی

چمن سے ہم برنگِ نکہتِ برباد نکلے ہیں
نہ گُل کی آرزو ہے اب نہ کچھ ارمانِ صحبت کی

ردیف (ے)

غضب کے وار ہیں تیغِ نگاہِ بسمل کے — اماں کے واسطے اُٹھے ہیں ہاتھ قاتل کے
یہ پوچھتا ہے کہ موجوں کو پیچ و تاب ہے کیوں — یہ دیکھتا نہیں لب تر ہوئے نہ ساحل کے
ہجومِ درد میں آہوں سے آہ کون کہے — کہ دیکھنا کہیں ٹوٹیں نہ آبلے دل کے
خبر کسے کہ خبر ہی نہ تھی کہ ہے کوئی راز — پتے کسی کو دیئے ہم نے کیوں نہ منزل کے
جدھر یہ اُٹھ گئی محشر میں ایک شور اُٹھا — تری نگاہ نے ٹکڑے اُڑا دیئے دل کے
مرے خیال کو آزادیوں سے ذوق نہیں — وگرنہ کچھ نہیں حلقے مرے سلاسل کے
ہزار عالمِ مہر و وفا تھے جن میں نہاں — ہوائے غم نے وہ ذرّے اُڑا دیئے دل کے
متاعِ درد و وفا اب بھی تیرے پاس نہیں — تری نظر نے تو لوٹے ہیں قافلے دل کے
مرے مٹائے یہ جوشِ خیال مٹ نہ سکا — ہوائے شوق سے پردے اُٹھے نہ محمل کے
ہجومِ جلوہ طاقت رُبا خیال رہے — میں بھول جاؤں نہ آداب تیری محفل کے

خیالِ یار کو آنے میں عذر ہے بیخودؔ
بچھے ہیں ٹکڑے سرِ راہ شیشۂ دل کے

شوق ارم بھی تیری طرح دل نشیں رہے
ہم تجھ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے

گردش بھی جو نرگس ناز آفریں رہے
ہلچل میں بعد حشر بھی دل کی زمیں رہے

کیا آستان غیر پہ جھک جائے سر مرا
وہ کر کہ تیرے سجدے کے قابل جبیں رہے

وقت وداع یار قیامت کا وقت تھا
جب دل کہیں، حواس کہیں، ہم کہیں رہے

ہے دل پہ جو نگاہ زمانے پہ ہو اگر
تا حشر زلزلے میں یہ ساری زمیں رہے

میں کیا کروں نوشتۂ تقدیر تھا یہی
عبرت کی داستاں میری چین جبیں رہے

ہے چشم خونفشاں مری فرد عمل یہی
محشر میں میرے ساتھ مری آستیں رہے

تا حشر تیرے جلوہ کی دنیا ہو اور میں
ہو آسماں اسی کا اسی کی زمیں رہے

میں اور سرکشی، تری طاعت میں الاماں
میں چاہتا ہوں سجدے کے قابل جبیں رہے

رحمت کو تیری عدل کا منہ دیکھنا پڑا
ہم خود کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے

بیخود یہ داستاں ہے مرے پیچ و تاب کی
جب تک بھی میں رہوں مری چین جبیں رہے

اہل دل اہل نظر شام و سحر رویا کئے
درد کے پتلے تھے آخر عمر بھر رویا کئے

اہل دل بیتاب ہو ہو کر اگر رویا کئے
کچھ نہ سمجھے سننے والے گو مگر رویا کئے

دل کے زخموں کے بکھرنے پر جو تو ہنستا رہا
اہل دل رویا کئے اہل نظر رویا کئے

حال اہل درد نے اُن کو رلایا عمر بھر
جن کو حیرت تھی یہ کیونکر رات بھر رویا کئے

دل کی مجبوری یہ رونے سے جو میں روکا گیا
بے بسی سے دل کے چھالے پھوٹ کر رویا کئے

راز الفت تیرا چھپنا اور کھلنا ایک تھا
پردہ داروں کی طرح سب پردہ در رویا کئے

شمع غم پر سب کی سن لی لیکن اس نے جب کہا
رازداں کا منہ بہ حسرت دیکھ کر رویا کئے

کیا کہیں اپنی مصیبت جب کوئی چلنے لگا — دیکھ کر مجبوری و ذوقِ سفر رویا کئے

پاسِ ناموسِ محبت نے کچھ ایسا کہہ دیا — سر جھکا کر ہم، تو وہ منہ پھیر کر رویا کئے

ہم کو رک جانا پڑا اور ان کو بڑھ جانا پڑا — ہم یہاں رویا کئے واں ہم سفر رویا کئے

دوست تھا دل یا تھا دشمن لیکن اس سے چھوٹ کر — بعد میں بھی روئے جیسے عمر بھر رویا کئے

جن سے محفل تھی جہانِ عاشقی میں میرے بعد — ایسے نالوں کے لئے درد و اثر رویا کئے

دیکھ دُنیائے اثر میں بہت تاکہ پڑ جائے گا — گر یوہیں کچھ دیر میسر نوحہ گر رویا کئے

یوہیں اک دن کہہ دیا تھا ناز سے اس نے مگر — اہلِ دل کمتر ہنسے اور بیشتر رویا کئے

ذوقِ گریہ دل کو تھا جانے وہی اسکا سبب — کیا بتائیں تجھ کو ہم کیوں عمر بھر رویا کئے

ہیں کچھ اس حسرت بھرے انداز سے لایا گیا — اہلِ محشر دیر تک منہ پھیر کر رویا کئے

گل نہ تھے شبنم نہ تھے دُنیا بھلا کب جانتی — اہلِ دل ہنستے رہے یا عمر بھر رویا کئے

رازِ ہستی کچھ نہیں لیکن یہی دیکھا گیا — بے خبر ہنستے رہے اور باخبر رویا کئے

تھی کچھ ایسی بات جو بیمار اور تیماردار — سامنے روئے نہ چھپ چھپ کر مگر رویا کئے

پوچھتا ہے آہ اُن زندانیوں کا حال کیا — جو نگہبانوں کے تیور دیکھ کر رویا کئے

مختصر یہ تھی اسیرانِ قفس کی زندگی — دیکھ کر جوشِ نموئے بال و پر رویا کئے

ہم نہ کہتے تھے کہ اتنی سختیاں اچھی نہیں
تم نہ سمجھو د کو مٹا کر عمر بھر رویا کئے

جہاں اب سانس چلنے کی صدا آتی ہے مشکل سے — وہ زندان گونجتا رہتا تھا آوازِ سلاسل سے

ٹپکتا ہے پسینہ کیوں بن ہر موئے قاتل سے — یہ آخر کیا ٹپکتا تھا نگاہِ اہلِ بسمل سے

نگاہِ ناز تھی بڑھتی ہوئی اک لہر مستی کی — مزے میں ڈوب کے اُٹھے ہیں سب ساقی کی محفل سے

یہ ہمکو بھول بیٹھا تھا ہم اسکو چھوڑ بیٹھے تھے
نظر کر زمرِ فطرت پر کہ اِن مجبوریوں پر بھی
نجانے کب بھنور میں پڑکے کس کی کشتی ڈوبی تھی
جہنم در بغل جنت بکف سر تا قدم مستی
زمانے کی صدائے بازگشت اب بھی یہ کہتی ہے
یہیں پامال ہونا ہے یہیں برباد ہونا ہے
خیال آزادیوں کا وحشیوں کے دل میں جب آیا
نفس کی آمد و شد کی قسم یہ ذوقِ گردش تھا
ہر اک ذرہ جہاں کا اک دنیائے محبت تھا
وفورِ ذوق میں مجنوں حدیثِ شوق کہتا تھا
اب اپنی اور دُنیا ہے اب اُس کا اور عالم ہے
یہ دل پر تھا اثر ہر سو وہی زنداں نظر آیا
فضا کا ذرہ ذرہ محشرستانِ تجلّی ہے
تھم اے جویائے رازِ بزمِ ہستی خبر سنتا جا
سبھی کچھ بن رہے گا ہستیٔ موہوم کا زنداں
وہی جانے یہ دُنیا کیا ہے وہ خود کیا ہے ہم نے تو
ہر اک کے سامنے ہے اک نئی دُنیا اداؤں کی
ہمیشہ دل سے بسمل کے تڑپنے کی صدا آئی
ہمیشہ خون کا چڑھتا ہوا دریا نظر آیا

تعارف اُن کے صدقے میں ہوا ہے آج پھر دل سے
یہ دل مجبور رہے مجھ سے میں مجبور ہوں دل سے
ہمیشہ سر جو ٹکراتی رہی ہے موجِ ساحل سے
یہ پوچھو دل یہ کیا گذری فریبِ حسنِ باطل سے
یہ زنداں گونجتا رہتا تھا آوازِ سلاسل سے
بہ رنگِ نقشِ پا ہم چھٹ گئے یارانِ منزل سے
یہ پھر کچھ بن پڑی زنداں سے بیڑی سے سلاسل سے
ہمیشہ مثلِ گردِ کارواں پھر آئے منزل سے
وہ عالم مٹ گئے چھوٹے جو ہم ارماں بھرے دل سے
زمیں سے چرخ سے زنداں سے بیڑی سے سلاسل سے
گئے وہ دن کہ ہو جاتی تھیں باتیں ہم کو اور دل سے
اسیرانِ بلا چھوٹے تو کیا چھوٹے سلاسل سے
خدا جانے یہ پردہ ہٹ گیا ہے کس کے محمل سے
صدائیں آ رہی ہیں کچھ کسی حسرت بھرے ٹوٹے ہوئے دل سے
کہیں اہلِ جنوں کا پاؤں تو نکلے سلاسل سے
قیامت تک بس اک ذرہ کو دیکھا وہ بھی مشکل سے
تماشائی ترے جلوے کے یوں اُٹھے ہیں محفل سے
کٹی ہے زندگی کٹنے کو لیکن اتنی مشکل سے
یہ بدلہ خونِ ناحق نے لیا بیدرد قاتل سے

بھنور میں پڑکے کوئی ڈوبتا ہے اور تماشائی
بڑھے آتے ہیں ساحل سے ہٹے جاتے ہیں ساحل سے

فضا کا ذرہ ذرہ چشم مجنوں بن گیا بیخود
تجلی ریز ہے یہ کس کا جلوہ دل کی محمل سے

اشک امڈے تھے قطرہ نہ گرا دیدۂ تر سے
رونے کی جگہ ہے کہ یہ بادل بھی نہ برسے

آئینہ میں ہے آنکھ لڑی دیدۂ تر سے
سنتا ہوں کہ رستا ہے لہو زخم جگر سے

ہے نبض میں بجلی کی تڑپ سوز جگر سے
اٹھنے لگی بھڑکی ہوئی لو شمع سحر سے

ذروں میں فضا کے بھی ہے جل جانے کی قوت
دیکھ آگ نہ لگ جائے تری برق نظر سے

دل ہو کہ نگاہیں ہوں کہ یاران عدم ہوں
ہیں یہ وہ مسافر کہ جو پلٹے نہ سفر سے

کیا سانس سے پھر ٹھیس لگی زخم جگر کو
آتی ہے یہ فریاد کی آواز کدھر سے

تو جان جو زندانی بیداد پہ گذری
رونے کی صدا آتی ہے دیوار سے در سے

اب چرخ کا بانکی نگاہوں کا گلہ کیا
افسوس کہ ہم گر گئے خود اپنی نظر سے

کیوں گریۂ آدم نہ ہو کیوں یاس ہو بیخود
جنت سے نکلنا ہے نکلنا کسی گھر سے

یہاں تو غش پہ غش آتے ہیں جب وہ نام آتا ہے
بھلے وہ لوگ ہیں جن کو کلیجہ تھام آتا ہے

حقیقت کھل گئی ہستی سرکشش تیری قدرت کی
زباں پر اب تری مجبوریوں کا نام آتا ہے

یہ کیا ہے ترک رندی پر ہنسا پڑتا ہوں اے واعظ
ترے لب پر جو ذکر کعبہ و احرام آتا ہے

فریب ساغر میخانہ ہستی معاذ اللہ
یہ سب سمجھا گئے آتا ہے اور اب جام آتا ہے

قفس میں گھٹ کے مرنے پر بھی یہ ذوق اسیری ہے
کہ اک اک پر مرا اڑ اڑ کے سوئے دام آتا ہے

ہجوم شوق و رنگ رخ چلے ہیں پیشوائی کو
خیال یار کا شاید کوئی پیغام آتا ہے

قفس میں درد ہم جنسی سے اک دن جان جائے گی
مری آواز پر ہر مرغ سوئے دام آتا ہے

دل حیراں ہے میں ہوں اور محویت کی دُنیا ہے
یہاں کس کو خیال شکوۂ ایام آتا ہے

بلا سے یاس بھی گر چھوڑتی ہے چھوڑ دے دل کو
شکایت کا محل کیا کون کس کے کام آتا ہے

پر پرواز نے تا دام بلبل کو تسلّی دی
کہ اب جائے قفس اور اب مقام دام آتا ہے

مقام عشق میں کوئی کسی سے کم نہیں بیخود
انھیں انکار آتا ہے ہمیں ابرام آتا ہے

اُف خیال ضبط غم سے سامنا مشکل کا ہے
میرے دل پر بھی گماں ظالم کو اپنے دل کا ہے

جب تک اُجڑے ایک دُنیا ایک دنیا بس گئی
جوش نیرنگ تمنّا سے یہ عالم دل کا ہے

وہ نگاہیں پھر گئیں یارب صف محشر کی خیر
کہہ گئے تیور ارادہ کیا مرے قاتل کا ہے

آ ادھر تجھ کو دکھائیں تیرا نیرنگ ادا
محشر آئینہ ذرہ ذرہ اپنے دل کا ہے

اک مرقع ہے نیاز عشق ناز حسن کا
دید کے قابل تماشا قاتل و بسمل کا ہے

بے خبر اک محشر بیم و رجا ہے بحر عشق
اسکی اک اک موج میں انداز اک ساحل کا ہے

کچھ سمجھ کر بزم میں ساز انا چھیڑا نہ تھا
ورنہ لبریز نوا ہر پردہ اپنے دل کا ہے

میں ہوں ذوق بیخودی ہے اور سعیٔ ناتمام
راہ کی کس کو خبر کس کو پتہ منزل کا ہے

ہر گھڑی ہے اک طلسم جوش نیرنگ خیال
کیا بتائیں تجھ کو عالم کیا ہمارے دل کا ہے

ضبط آہ غم سے پیہم آندھیاں اُٹھنے لگیں
کشتی طوفاں زدہ ہر قطرہ خون دل کا ہے

جوش حیرت جوش جلوہ جوش نیرنگ خیال
آہ، کوئی ایک پردہ یار کی محمل کا ہے

محفل ہستی کہیں برہم نہ ہو ہاں ہاں نہ چھیڑ
بے خبر یہ ساز آواز شکست دل کا ہے

ذرہ ذرے سے فضائے دہر کے اُٹھے دھواں
امتحاں مدنظر یاں کس کو سوز دل کا ہے

بزم دُنیا ہو کہ بزم حشر بیخود یہ کچھ بھی ہو
ہم ہیں دل کی حسرتیں ہیں اور ماتم دل کا ہے

غمِ ہجراں سے تاریکی زمیں سے آسماں تک ہے
اندھیرا ہی اندھیرا ہے مری دُنیا جہاں تک ہے

بتائے جاؤں کہاں تک جوشِ آہِ غم کہاں تک ہے
وہی اک بجلیوں کا سلسلہ دل سے زباں تک ہے

مرا پہلو بدلنا اس کے رنگِ رخ کا اُڑ جانا
مزہ بیتابیوں کا اضطرابِ رازداں تک ہے

وہ ہر اک سانس پر بے ساختہ منہ سے نکل جانا
الٰہی سرحدِ دوری پیمانِ تاب یا کہاں تک ہے

بل ابرو پہ نگاہیں مست ہونٹوں پہ ہنسی ظالم
سمجھ تو ایسے عالم کا اثر کیا ہے کہاں تک ہے

قیامت ہے قیامت مجھ سے میرے دل کا پھر جانا
میرا دشمن ہے جو کچھ بھی زمیں سے آسماں تک ہے

ازل سے حشر تک راہِ طلب میں سب یہی سمجھے
کہ اک مدِ نگہ کا فصل گردِ کارواں تک ہے

وہ میری حد کی بیتابی پہ اُس کا مسکرا دینا
وہ حیرت میری آخر حدِ ضبطِ غم کہاں تک ہے

چمن کا بوٹا بوٹا بجلیوں نے خاک کر ڈالا
یہ طوفاں ہم تو سمجھے تھے ہمارے آشیاں تک ہے

مری حالت پہ وہ مجبور ہو کر اُن کا کہہ اُٹھنا
ارے ظالم سکوں تیرا اثر ہے ضبطِ فغاں تک ہے

قیامت تک تو انکی سجدہ خیزی کم نہیں ہوتی
زمیں پر وہ ہر اک ذرہ جو تیرے آشیاں تک ہے

کہاں کی برق کس کا دل نظر کر ذرہ ذرہ پر
کہ بیتابی ہی بیتابی ہے یہ دُنیا جہاں تک ہے

قیامت نام ترکِ ناز کا ہے اپنے مشرب میں
زمانے کی یہ گردش گردشِ چشمِ بتاں تک ہے

یہ بڑھتے حوصلے اک دن دکھا دینگے زمانے کو
کہ حدِ وسعتِ دنیائے ناکامی کہاں تک ہے

ترے جلوے نے یہ کیا کر دیا محفل سے اُٹھ کر بھی
جدھر دیکھا وہی عالم زمیں سے آسماں تک ہے

ترے دُنیا کو تجھکو کون سمجھے جب نہیں کھلتا
کہ ایک اک ذرہ کی دُنیا کہاں سے ہے کہاں تک ہے

کبھی بجلی گری تھی ہم اسیروں کے نشیمن پر
نظر میں بجلیوں کی رو قفس سے آشیاں تک ہے

یہی کہتے اُٹھے دُنیا سے بیخود کتنے دیوانے
کہ اس زنداں کی آبادی مرے شورِ فغاں تک ہے

فراق آئینہ دار وصال ہوتا ہے — جلال پردۂ روئے جمال ہوتا ہے
کبھی کبھی تو یہ رنگِ خیال ہوتا ہے — کہ سب پہ مجھکو ترا احتمال ہوتا ہے
جواب یوں تو مرے نامۂ عمل میں ہیں سب — یہ دیکھنا ہے وہاں کیا سوال ہوتا ہے
یہاں جو ذرہ ہے آشوب لن ترانی ہے — ترا غرور کہیں پائمال ہوتا ہے
نہ پوچھ دلکشیٔ لذتِ گناہ نہ پوچھ — خیال ترک سے بھی انفعال ہوتا ہے
ہر ایک ذرہ ہے قدرت کی اک نئی دنیا — کہ جلوہ گاہِ جلال و جمال ہوتا ہے
قدم حدوث ازل حشر سب اسی میں ہیں — جہاں میں کون حریفِ خیال ہوتا ہے
ہے کہنے ہی کی آزادی و گرفتاری — کہ سب کرشمۂ نازِ خیال ہوتا ہے
ہے اب یہ حال کہ رکھا جہاں قدم اس نے — صدائیں آئیں کوئی پائمال ہوتا ہے
بگڑتی بنتی ہی رہتی ہے اک نہ اک دنیا — کہیں شکستِ طلسمِ خیال ہوتا ہے
ملے صول سے کچھ ذرے بن گیا عالم — کہ ملنا ساز کا نغمے پہ دال ہوتا ہے
حدیں بھی اتنی ہی زنداں کی بڑھتی جاتی ہیں — وسیع جتنا بھی دورِ خیال ہوتا ہے
مرے کمال مری موت کا ہوا اک ہی وقت — جو ہر کمال کا آخر زوال ہوتا ہے
ہمیشہ دیکھا ہے گہوارہ نفس جنباں — غضب ہے روح کو پھر بھی ملال ہوتا ہے

سوال اس پہ کروں اسکی بے نیازی کا — کہے تو کوئی سنیں کیا سوال ہوتا ہے

عمل کے ساتھ پیشانی کی جب تحریر دیکھیں گے — جسے تدبیر سمجھے ہیں اُسے تقدیر دیکھیں گے
سرِ جلاد پر اک دن یہی شمشیر دیکھیں گے — رہیں گے جو وہ میرے خون کی تاثیر دیکھیں گے
مجھے لوگ اس وفا پر جب تہِ شمشیر دیکھیں گے — مری تقصیر دیکھیں گے مری تعزیر دیکھیں گے
مآل ہستیٔ موہوم اک دن دیکھنا ہوگا — یہیں سب اپنے اپنے خواب کی تعبیر دیکھیں گے

مرا گھر اک مرقع ہے مرے شوقِ شہادت کا
مری تصویر زیر سایۂ شمشیر دیکھیں گے

محبت میں نہیں کافی فقط دل کا لہو ہونا
ابھی جو کچھ دکھائے گی ہمیں تقدیر دیکھیں گے

ابھی دیکھیں گے سب وہ اپنے دیوانے کے پاؤں میں
قیامت میں نشان حلقۂ زنجیر دیکھیں گے

ارے او دست عیاری بگڑ لینے دے قسمت کو
تو پھر کس طرح چلتی ہے تری تدبیر دیکھیں گے

ہدف کرنے کی حسرت تھی مگر اب یہ تمنا ہے
کہ دل کے زخم سے کھنچتا ہے کیونکر تیر دیکھیں گے

ہی موج برق یا موج خیال اے شوخ کچھ بھی ہو
کریں گے دل سے سجدے جب تری تحریر دیکھیں گے

خبر پہلے سے کب تھی وہ بھی اک دن آنے والا ہی
جابجا دیکھیں گے اپنا ہی خط تقدیر دیکھیں گے

یہی جلوے ہیں تو محشر میں تجھکو کون دیکھے گا
اگر ہاں تیری شمع ناز کی تنویر دیکھیں گے

کسی کا ذکر کیا ہی خود اسیروں کو خبر کب تھی
کہ چھوٹیں گے تو حسرت سے سوئے زنجیر دیکھیں گے

قیامت میں مجھے یہ دیکھنا ہے ہائے بیخود میں
وہ خود کیونکر نشان حلقۂ زنجیر دیکھیں گے

یہ کہتے حشر میں یا ساقی تسے بادہ خوار آئے
نہ ہوشیار گئے تھے نہ ہوشیار آئے

یہ رنگ چرخ و زمیں سے ٹپک رہا ہے کہ یاں
کوئی تو خاک بسر کوئی سوگوار آئے

کبھی تھے پھول مگر آج ہیں دلِ مجروح
وہی ہیں ہم یہ بھلا کس کو اعتبار آئے

ہے اسکی موت عجب موت جس کی بالیں پر
عدم بھی ساتھ ہی ہستی کے سوگوار آئے

چھلک ہی خونِ تمنا کی دیکھ لیں ترے مست
خدا کرے تری آنکھوں میں پھر خمار آئے

نگاہ بایں میں پیدا ہو نشتروں کی کھٹک
تو چشم شوق کو کچھ لطف انتظار آئے

ابھی تو ہے مری مجبوریوں پر یہ عالم
غضب ہو گر مرے ہاتھوں میں اختیار آئے

لہو کے آنسوؤں روتے ہیں سوگوار چمن
ترے کرم کی قسم آئے اور بہار آئے

بخیر ختم ہو مجبوریوں کی حد یارب
کہ میرے ہاتھ میں پچھلا سا اختیار آئے

ارے حجاب ہے یہ منظر تجلّی کا
نہ دل کے آئینہ میں بھول کر غبار آئے

فلک ہے میرے ستانے میں محو اے بیخود
زمانہ تڑپے جو دل کو مرے قرار آئے

تیغ اک آئینہ حیرت کفِ قاتل میں ہے
یعنی بجلی ہے کہ موجِ خوں رگِ بسمل میں ہے

مجلسِ تصویر یعنی محشرِ حیراں ہے دل
عالمِ شہرِ خموشاں اس بھری محفل میں ہے

کیا ہے وہ اسکی خبر کسکو مگر کہتا ہے دل
جو مری تقدیر میں ہے وہ تمہارے دل میں ہے

دیکھئے ان میں الجھ جاؤں کہ دیکھوں کوئے یار
حسن کی دُنیا ہے جو ذرہ مری منزل میں ہے

حسن آزاد اور پابند من و تو آہ آہ
رحم یارب یوسفِ زنداں بڑی مشکل میں ہے

بے نیازی یہ ہے تو کیا کہئے کیا ہو جائیے
بندہ پرور جائیے اچھا خدا ہو جائیے

جا کے لے آئے درِ بابِ اثر سے التجا
میری قسمت سے جو تاثیرِ دعا ہو جائیے

آرزو مٹنے کی ہو یا ہو نہ مٹنے کی ہوس
نقشِ پا ہو جائیے نقشِ وفا ہو جائیے

بیخودی تمہید ترکِ سرگذشتِ غم بنے
رفتہ رفتہ بے نیازِ ماجرا ہو جائیے

آکے خلوتگاہِ دل سے ہے نکلنا ہی تو خیر
آئیے دل میں مرے اور مدّعا ہو جائیے

ہے اگر ذوقِ بقا مٹ جائیے پیش از فنا
آپ اپنی انتہا کی ابتدا ہو جائیے

شکوہ سنجِ نیستی کیوں ہے وجودِ لا وجود
یہ کہا تھا کس نے نقشِ ما سوا ہو جائیے

حسرت آنکھوں میں ٹھہرانے کی نکل جائے یوہیں
آئیے جب میری محفل میں حیا ہو جائیے

جو ترکِ جور پر مائل نہیں ہے
ارے ظالم وہ دل ہے، دل نہیں ہے

سمجھ سکتا ہے کوئی دل کے ہوتے
کہ تو قاتل ہے یا قاتل نہیں ہے

یہ دُنیا ہی اگر ہے تیری محفل
اُٹھا دنیا مرا مشکل نہیں ہے

جو ہو طورِ ازل کی سی تجلّی
یہاں اب کوئی اس قابل نہیں ہے

چھڑے منصور و سرمدؔ کے ترانے
مگر وہ گرمیٔ محفل نہیں ہے

جو کچھ دیکھا کہا طوفاں زدوں نے
یہ اُٹھتی موج ہے ساحل نہیں ہے

تمناؤں کی دنیا کا اُجڑنا
کوئی چاہے تو کچھ مشکل نہیں ہے

مٹا جب تک نہ دل کوئی یہ سمجھا
کہ دُنیا بھی نہیں جب دل نہیں ہے

اُجاڑیں وہ مگر اتنا سمجھ لیں
مری دُنیا ہے میرا دل نہیں ہے

یہ کچھ کم داد ہے ناکامیوں کی
ملال سعیٔ بے حاصل نہیں ہے

کیا ہی نقشِ تحیّر ہے زمانے کے لئے
ساری باتیں ہیں یہ دیوانہ بنانے کیلئے

چین سے سوتے ہیں مرقد میں ابھی اہلِ فنا
آپ وہ آئیں گے مرقد سے اُٹھانے کیلئے

غور سے دیکھو تو ہر ذرہ میں لکھا ہے یہی
نقش سب اُس نے بنائے ہیں مٹانے کیلئے

قتل میں میرے ہے کیوں تجھکو بہانے کی تلاش
خود میں کہتا ہوں یہ ہستی ہے مٹانے کیلئے

اُف ری ضد مجھ سے یہ کہتا ہے دلِ فتنہ پرست
خود بھی مٹ جاؤں گا میں تیرے مٹانے کیلئے

خونِ دل خونِ وفا خونِ حنا خونِ شفق
سرخیاں ایسی ہوں بیخودؔ کے فنانے کیلئے

دُنیا میں سب سے چھپ کے اندھیرا نہ کیجئے
للّٰہ آپ اپنی تمنّا نہ کیجئے

سنتا ہوں حشر ہے مری رسوائیوں کا نام
کس منہ سے اب کہوں مجھے رسوا نہ کیجئے

مجبور انفعال بھی مجبورِ شوق بھی
ایسا ہو دل تو کیجئے کیا کیا نہ کیجئے

کہتا ہے مجھ سے وعدۂ فردا کا اعتبار
سیر نگار خانۂ دنیا نہ کیجئے

پھر زندہ کر کے شوق کو کہتی ہے وہ نگاہ
انکارِ رستخیز سے توبہ نہ کیجئے

وہ چپ ہیں جب سے کہہ گئی ترسی ہوئی نگاہ
مجبورِ شوقِ دید سے پردا نہ کیجئے

دل آئینہ ہے جلوۂ اوّل کا آج تک
کہتا ہے کون حشر میں پردا نہ کیجئے

میں نازِ خود پرست کو کیا منہ دکھاؤں گا
للہ دیکھئے مری پروا نہ کیجئے

دل میں خیالِ پرسشِ اعمال رہ نہ جائے
شوقِ گناہ کیجئے یوں یا نہ کیجئے

تحقیقِ کائنات ہے سرمایۂ جنوں
ہر شئے کو انقلاب کی دنیا نہ کیجئے

حسرت بھری نگاہ نے بیچین کر دیا
کہتے ہیں اس طرح مجھے دیکھا نہ کیجئے

بھٹک بھٹک گئے سب اپنی اپنی راہوں سے
فریبِ ناز نے دیکھا تھا کن نگاہوں سے

بتاؤں کیا میں اجڑنادیوں کی دنیا کا
یہ پوچھ اپنی بدلتی ہوئی نگاہوں سے

کوئی طلسم ہے یارب سرشتِ انسانی
کہ منفعل بھی ہے مسرور بھی گناہوں سے

ہے قیدیوں میں تلاطم کہ بسملوں کی نگاہ
پناہ مانگنے نکلی ہے بے پناہوں سے

سوالِ دیدۂ دل سے کروں میں حشر میں کیا
کوئی امید ہے ٹوٹے ہوئے گواہوں سے

بلند ہوتی ہے ہر روز رات ڈھلتے ہی
صدائے گریۂ مستانہ خانقاہوں سے

خیال و چشم و دل و آرزو رہیں آباد
جہان ہے انھیں دو چار جلوہ گاہوں سے

ہر ایک دل کو زلیخا کا دل بنا ڈالا
خدا پناہ میں رکھے تری نگاہوں سے

ہیں عقل و فطرت و ایماں کفر کے جھگڑے — غضب میں پڑ گئی جان آہ ان دو راہوں سے
اس امتیاز کے صدقے کہ ناز قاتل نے — سوال سر جو کیا بھی تو بے گناہوں سے

بنا تھا خاک ندامت سے پیکر بیخود
ہے توبہ سے کبھی نادم کبھی گناہوں سے

کوئی ذرہ کم نہیں اس کا سلاسل سے مجھے — لے نکل جوش جنوں دنیا کی منزل سے مجھے
مبتلائے امتحاں ہوں یا اسیر انتقام — آخر اتنا پوچھ ہی لینا پڑا دل سے مجھے
خواہ مرگ ناگہاں ہوں خواہ مرگ منتظر — با دلِ ناخواستہ اٹھنا ہے محفل سے مجھے
جورِ زنداں دیکھ کر میرا تڑپنا دیکھ کر — قیدیوں نے رو کے جکڑا ہی سلاسل سے مجھے
موجِ فانی ہوں بھنور سے بچ بھی میں نکلا تو کیا — جان دیدینا ہے سر ٹکرا کے ساحل سے مجھے
سرنوشت و فردِ اعمال و جواب و حشر کیا — بس یہی مجبور ہو جانا پڑا دل سے مجھے
اب جو ارماں کشتنی ہیں تیری دنیا تھی یہی — چل کے کہہ دینا پڑا بے دردِ قاتل سے مجھے
رستے رستے جسم کو ناسور بن جاتے بنی — تھک کے آخر ہاتھ اٹھا لینا پڑا دل سے مجھے
آہ کیوں تھا وقت ذبح مجھ کو شکوے کا خیال — حشر میں شرمندگی ہے اپنے قاتل سے مجھے
شرم عصیاں نام ہے جس کا جہنم ہے وہی — اب سے پہلے ہی بتا دینا تھا یہ دل سے مجھے
ذرہ ذرہ کو جھک کر طور بن جانا پڑا — دیکھ کر محجوب شوقِ دیدۂ دل سے مجھے
چلتی پھرتی چھاؤں رنگ اڑتی ہوئی تصویر تھا — تھیں امیدیں دہر یعنی رنگ بسمل سے مجھے

آب و گل ہے جس کا عبرت شوق ہے جس کا خمیر
سابقہ مجھ کو پڑا ہے آہ اس دل سے مجھے

واقف ہی ہوا میں کیوں دنیا کی حقیقت سے — ہر شے نظر آتی ہے آثار قیامت سے

یا جنت رحمت سمجھے یا دوزخ آفت یاس | حیراں ہوں گناہوں کے نیرنگ حقیقت سے
عصیاں کی تمنا نے کیوں دل میں جگہ کی تھی | دنیا ہی جہنم ہے اب سوزِ ندامت سے
تقدیر غم میں دیتی ہے تسلی یوں | پڑ جاؤ گے آفت میں چھوٹے جو مصیبت سے
بخت مہ کنعاں ہوں تدبیر زلیخا ہوں | حیراں ہوں میں خود اپنے اندازِ طبیعت سے
تھی جان وفا فطرت اک سجدۂ طولانی | یہ نکلی تو ہم نکلے محرابِ ملامت سے
سمجھا تھا گنہ ہم نے جس کو اسے ملتا ہے | دوزخ کا خطاب لئے دلِ دُر بار قیامت سے

دل ٹوٹ گیا جب سے بیخود کا یہ عالم ہے
دیکھا ہی نہ دنیا کو دیکھا بھی تو حسرت سے

سوئے بابِ اثر دعا جائے | جا ہے بس آہ نارسا ہو جائے
آئے شوخی اگر حیا جائے | حشر اُٹھے قیامت آ جائے
وعدہ اے انقلاب غیر سے ہو | یار یاں آئے وہ قضا جائے
دخترِ رز کو ہے یار کی خواہش | رند کہہ دیں کہ پارسا جائے
کوچۂ یار میں چلوں اے شوق | میں تو لُٹ جاؤں تیرا کیا جائے
دلِ وارفتگاں کے لینے کو | ناز کرتی ہوئی ادا جائے
کیا غرض مجھ کو یار کے آگے | عرضِ مطلب کو مدعا جائے
ڈھا چکی ہے ستم دعائے سحر | آہ بھی آ کے دل دُکھا جائے
عرق افشاں ہے عارضِ جاناں | بیخودی آپ میں نہ آ جائے
اہتمام وصال غیر کو آج | فتنۂ حشر یا قضا جائے
آئے دل میں مرے تصورِ یار | آئے کچھ اس کے دل میں آ جائے

قامت فتنہ زا کا کیا کہنا غلغلہ کا گلیں سنگھاتی ہیں	بات کہتے قیامت آجائے بیخودی ہوش میں نہ آجائے

دل جو بیدار ہو تو اے بیخود
بخت خفتہ کو نیند آجائے

شوقِ وصال میں ہے ذوقِ فنا مجھے — برقِ فنا ہے خندۂ دنداں نما مجھے
مرجاؤں تیرے عشق میں تو ہو شفا مجھے — معلوم ہو گئی مرے دُکھ کی دوا مجھے
مرنے سے تیرے عشق میں ہوگی شفا مجھے — اچھا کرے گا خود مرض لادوا مجھے
آغازِ عشق میں یہ نہ معلوم تھا مجھے — رکھے گی نارسا مری آہِ رسا مجھے
شل نگاہ بچ کے نکلتا ہوں راہ میں — اس پر بھی گھورتا ہے ترا نقشِ پا مجھے
بس بس نہ چھیڑ اے خلشِ خارِ سیرِ گل — پھر یاد آنہ جائے وہ رنگیں قبا مجھے
کعبہ سے بتکدہ کی طرف لیچلا ہے دل — گمراہ کر رہا ہے مرا رہنما مجھے
بھولا میں تیری یاد کو جس بت کی یاد میں — وہ بھول کر نہ یاد کرے اے خدا مجھے
سب تو جواب دے چکے اب اے امیدِ وصل — اک تیری ذات کا ہے فقط آسرا مجھے
پہونچی نگاہ گیسوئے کافر سے لات تک — لائی وہ ثواب پہ میری خطا مجھے
کر ذکرِ کعبۂ رخ و بت کا نہ اے ندیم — پھر یاد آنہ جائے وہ کافر ادا مجھے
کچھ بھی نہیں ہے وعدۂ فردا کا اعتبار — اُمید کا نہیں ہے کوئی آسرا مجھے
اللہ رے نازِ اُسکے شبِ ہجر یار میں — ملتی ہے کچھ اجل میں کسی کی ادا مجھے
شکوہ نہ تیرے جور کا مجھ کو نہ چرخ کا — جلّاد تیرے کوچے میں لائی قضا مجھے
میں ڈھونڈھتا تھا دہر میں وہ شوخ دل میں تھا — کعبہ میں مل گیا بت کافر ادا مجھے

شوخی تو دیکھنا نہ خنجر تپاں ہوں میں
جینے کی دے رہا ہے وہ قاتل دعا مجھے

حسرت نے ذوقِ لذتِ وصلت مٹا دیا
دینے لگی ہے لذتِ فرقت مزا مجھے

سنبھلا تھا میں ابھی دل خانہ خراب نے
لو پھر خیال زلف میں الجھا دیا مجھے

افتادگی سے دولتِ پابوس ہو نصیب
تبلا رہا ہے راہ مرا نقشِ پا مجھے

دشمن اگر ہے دشمن روبہ خصال ہو
کافی ہے شیر بیشۂ شیر خدا مجھے

کشتی کو کیا تلاطم امواج سے خبر
اے ناخدا ہے جبکہ خدا ناخدا مجھے

اسکے حجاب سے تو مجھے کچھ نہیں حجاب
ہے کچھ اگر تو اپنی حیا کی حیا مجھے

بیخود نگاہِ مست کا ساقی کی مست ہوں
کہتا ہے کوئی رند کوئی پارسا مجھے

واقف ہیں زبانِ ناز سے ہم
ہاں ہاں کبھی تو نہیں نہیں ہے

جس پر ہے نشانِ پائے عاشق
کچھ اور ہے وہ زمیں نہیں ہے

ہنگامۂ خیر و شر کے بندو
کیا نار و جناں یہیں نہیں ہے

اٹھتے ہی سر کے آستانِ دل سے
جو تھا وہ خطِ جبیں نہیں ہے

ان کے سے ہیں جو دل کے آزاد
دنیا میں قفس کہیں نہیں ہے

راحت کی تلاش کرنے والے
سمجھا ہے جہاں وہیں نہیں ہے

جنت کی امید ہے عبادت
غافل دنیا سے دیں نہیں ہے

کہتے ہیں اسے سحابِ رحمت
آنکھوں پہ یہ آستیں نہیں ہے

کیوں بیٹھئے حسرتِ خدائی
کیا عشق تہِ نگیں نہیں ہے

کیوں خلوتِ قدس کی ہو پروا
کیا در پہ ترے جبیں نہیں ہے

ہے تجھ پہ گراں خیال کی چھاؤں — تجھ سا کوئی نازنیں نہیں ہے
کچھ بھی ہو طور کی تجلی — وہ جلوۂ آتشیں نہیں ہے
کچھ بھی سہی یہ شراب کوثر — وہ بادۂ آتشیں نہیں ہے
ہاں ہاں یہی ہے ناز کی معراج — لب پہ جو ترے نہیں نہیں ہے
بے تیرے بہشت و پردۂ قدس — کیا ہے جو دل حزیں نہیں ہے
رکتے رکتے رکے گا نالہ — یہ نغمۂ دل نشیں نہیں ہے

مرتا ہوں میں کہ اپنی غفلت
یہ دم آدم واپسیں نہیں ہے

جو امتحان کا حصر اس پہ فتنہ جو کرتے — ہم اور یوں دلِ مجبور کو لہو کرتے
گھڑی گھڑی ہے قیامت نہیں ہے عرصۂ حشر — نہ کاش جوشِ ندامت کی آرزو کرتے
اٹھا نہ درد کے منظر سے ضبط کا پردہ — کہ میرے مرنے کی دشمن بھی آرزو کرتے
زباں رکی ہے دمِ عرضِ حال یہ کہکر — کبھی ہم آپ محبت پہ گفتگو کرتے
جفا کرے گی جلے دل کی خاک پر سجدہ — بنا جو خون سے معصوم کے وضو کرتے
وہ عمر اپنے زمانے کی کائنات جو تھی — گذر گئی دلِ صد چاک میں رفو کرتے
ہمارا ملنا ترے ملنے سے بھی مشکل تھا — جو ڈھونڈھ پاتے سبھی اپنی جستجو کرتے
بنی ہی تھی دلِ آفت نصیب پر ورنہ — مرے عدو مرے جینے کی آرزو کرتے
بہا ہے خون یہ کس بیگناہ کا یارب — اٹھے غبار میں ذرے لہو لہو کرتے
قسم ہے تھا دلِ مجبور جن کے پہلو میں — اٹھے جہاں سے تمنائے آرزو کرتے
نہ پوچھ بیخودیٔ لذتِ گناہ نہ پوچھ — کہاں تھا ہوش کہ توبہ کی آرزو کرتے

ہے انتقام تمنا یہی مگر بیخودؔ
جو بن پڑے دلِ مجبور کو لہو کرتے

قسمت نے لا پھنسایا پھندے میں بیکسی کے
قدرت سے لڑنے والے اب کیا کرینگے جی کے

قدرت نے بل نکالے یوں عقلِ فلسفی کے
اسباب موت ٹھہرے اسباب زندگی کے

تا بزمِ وصل آکر دونوں ہوئے ہیں رخصت
آداب عاشقی کے انداز دلبری کے

دامانِ دل ہرا ہیں ہوں گریہ ہر اور یہ باتیں
یہ داغ ہیں کبھی کے یہ داغ ہیں کبھی کے

پژمردہ دل ہے کوئی خوں گشتہ دل ہو کوئی
کچھ داغ ہیں ابھی کے کچھ داغ ہیں کبھی کے

کبھی ہے فکر میں جکڑا ہوا کبھی آزاد
یہ مُرغِ دل قفسی ہے کہ آشیانی ہے

میں کیا بتاؤں اُدھر ہے بہشت یا دوزخ
کہ درمیاں میں ابھی پردۂ جوانی ہے

نہ پوچھ فردِ عمل کیا ہے اور محشر کیا
یہ سب شباب کی بگڑی ہوئی کہانی ہے

اُلجھ کے بھاگنا مایوس ہو کے پھر پڑنا
نفس کی آمد و شد جبر کی کہانی ہے

دکھائے حشر مرقع مرے گناہوں کا
کہ دل مرا ہمہ تن حسرتِ جوانی ہے

طلسم خانۂ ہستی کا راز کیا معلوم
کہ میں ہوں اور دردِ دل کی پاسبانی ہے

ہے رُخ پہ رنگِ اجل تن بدن کا ہوش نہیں
بس اتنی ہی ترے ناکام کی کہانی ہے

ہے جو یہ بیخودئ لذتِ تقصیر مجھے
دے سکے گا نہ جہنم کبھی تعزیر مجھے

شرم بھی قبلِ گنہ وقتِ گنہ بعدِ گنہ
پھر بھی اے حشر ملے گی ابھی تعزیر مجھے

روند تا آتشِ دوزخ کو نکل جاؤں گا
نظر آتی رہے لیکن تری تصویر مجھے

انکی جھنکار سے کھل جاتی ہیں آنکھیں میری
میری ہستی کی خبر دیتی ہے زنجیر مجھے

آہ تھا فطرت بیباک کا انجام یہی
کر دیا شوق نے بازیچۂ تقدیر مجھے

آخر اک موت سے مجبور طبیعت کی طرح
دے گئی پنجۂ تقدیر میں تدبیر مجھے

اب مرے نامۂ اعمال میں رکھا کیا ہے
تھی جھجک سے بھی فزوں خجلت تقصیر مجھے

تیری تصویر میں دنیا نظر آئی مجھکو
ساری دنیا نے دکھائی تری تصویر مجھے

تھا عیاں عالم ارواح میں انجام وجود
مل گئی خواب سے کچھ پہلے ہی تعبیر مجھے

پائے زخمی سے نکلنی ہے کہیں حشر کے بعد
میری ہستی نے جو پہنائی ہے زنجیر مجھے

جس کو کہتے ہیں ازل تھا مجھے ماتم خانہ
رو چکا بخت کو میں رو چکی تقدیر مجھے

شوق کے حال پہ کیا کیا عجب آتا ہے مجھے
دل کے ہر ذرے کو دل کرکے دکھاتا ہے مجھے

دل ہے اور دھیان ہے دم توڑتے ارمانوں کا
بستر نزع زمانہ نظر آتا ہے مجھے

ہاں مرا شکر نہ تھا شکوۂ مجبوری تھا
کیوں مرا نامۂ اعمال دکھاتا ہے مجھے

روز محشر ہے کہ یارب شب تنہائی ہے
کہ اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے مجھے

کشش نفس پہ ہے عقل ہے دل کی فریاد
دوڑ ظالم کوئی کھینچے لئے جاتا ہے مجھے

زندگی کیا ہے بس اک سلسلۂ مرگ و حیات
بیم و امید میں ایسا نظر آتا ہے مجھے

جان لے لے کہیں وحشت شب تنہائی کی
اب تو سایہ بھی بلا بن کے ڈراتا ہے مجھے

اشک اُمڈے ہیں کچھ ایسے کہ زمیں تا چرخ
اک اُمڈتا ہوا دریا نظر آتا ہے مجھے

صبح سے شمع فلک شام سے جلتے ہیں چراغ
سوز پنہاں ہے کہ دن رات جلاتا ہے مجھے

میری تقدیر میں تھی برگ خزاں کی قسمت
جوش طوفاں کا بناتا ہے مٹاتا ہے مجھے

پھول ملتے ہیں ابھی کھیل نوا نگاروں سے
نار سے خلد کا رستہ نظر آتا ہے مجھے

جیسے تقدیر بھی میں نے ہی لکھی تھی اپنی
تو تو یوں نامۂ اعمال دکھاتا ہے مجھے

تیرے مولد کی زیارت کریں دنیا والے
حج سے مطلب ہے یہی اے مرے بطحا والے

معرفت تیرے محمد کی تو مشکل ہے بہت
نہیں پہچانتے یارب مجھے دنیا والے

ہم بھی سمجھے تجھے معراج سے ورنہ ہر وقت
خلوتِ ناز ہے اور تو شبِ اسرا والے

لبِ قدرت پہ جو الفت کا ترانہ دیکھا
رہ گئے پھر لب تیری تمنا والے

اور کیا تھے جو نہ تھے تیری سواری کے نصیب
حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا والے

حشر یعنی ترے دیدار کا دن آپہونچا
خوابگاہوں سے اٹھائے گئے دنیا والے

تیرا بیخود تو کبھی حشر میں آنے کا نہیں
بے بلائے ترے اے یثرب و بطحا والے

دل نقابِ یار ہے دل جلوہ گاہِ یار ہے
آئینہ کا آئینہ زنگار کا زنگار ہے

روح بیخود آرزو مدہوش دل سرشار ہے
یہ وصالِ یار ہے یارب کہ ہجرِ یار ہے

کیوں لرزتی ہے خرد بدمستئ کونین پر
کون پوچھے گا کہ ساقی آپ ہی سرشار ہے

یار ٹھہرا ایک جلوہ جلوہ نکلا اک حجاب
اپنا منھ آئینہ ہے اور آئینہ زنگار ہے

معصیت کی جرأت اس پر جرأتِ عذرِ گناہ
وہ زباں ہی فردِ عصیاں جس پہ استغفار ہے

خونِ ناحق اُف رے تیری انقلاب انگیزیاں
اللہ اللہ دار اب منبر ہے منبر دار ہے

زندہ ہونے ہی موئے ہم مردہ ہوتے ہی جئے
دشتِ الفت کا ہر اک کانٹا مسیحِ دار ہے

شاہدِ عصمت کو پردے سے نکل آنا پڑا
حسن بے پروا ابھی یارب کس قدر ناچار ہے

ایک اک قطرہ ہر طوفاں ذرہ ذرہ گردباد
خشک و تر آئینہ دار سرکشی یار ہے

ہم سے یک نگموں سے کیا نسبت تجھے اے آسماں
جو زمانے کا چلن ہے وہ تری رفتار ہے

یوں نہیں تیری نگاہیں میری آہیں دیکھکر
کہہ تو دے کوئی کہ میں بیخود ہوں تو ہشیار ہے

یاد آیا ہے کہ بیخود وہ اُدھر اور میں اِدھر
دل میں کہتا تھا کہ یارب مجھکو کیا آزار ہے

آنکھوں میں شوق دل میں تمنا لئے ہوئے
ہم بھی چلے ہیں حشر میں کیا کیا لئے ہوئے

اِک رند کی زبان ہوئی اُس دعا پہ بند
اُٹھوں لحد سے ساغر و مینا لئے ہوئے

بزم ازل میں وادی ایمن میں حشر میں
پھرتا ہے شوق دل کا تقاضا لئے ہوئے

کوثر ہے ایک نام تری چشم مست کا
بیٹھا ہے تو شراب کے دریا لئے ہوئے

تھا جس کو انتظار وہ دنیا سے اُٹھ گیا
بیٹھیں رہیں اب آپ یہ پردا لئے ہوئے

دُنیا وہیں بسے گی جہاں جا رہیں گے ہم
وحشت کا دشت شوق کا دریا لئے ہوئے

جاتے ہیں بزم لیلیٰ یوسف جمال میں
مجنوں کا دل نگاہ زلیخا لئے ہوئے

یوسف پہ بنتی وہ جو زلیخا پہ بن گئی
ہوتی جو تیری چھاؤں زلیخا لئے ہوئے

محشر میں کر سکے نہ کوئی ظلم کا گلہ
پہلو ادا کا اے ستم آرا لئے ہوئے

مینائے دل ہے دیدۂ پرنم کے جام میں
آئے ازل سے ساغر و مینا لئے ہوئے

سانسوں کے اضطراب نے دل کو مٹا دیا
آندھی چلی ہے ساتھ ہی صحرا لئے ہوئے

بیخود کو صبح حشر بھی شام وصال تھی
پہونچا جو یاد طرۂ لیلے لئے ہوئے

اب ہو وحشی نہ ترے داخل زنداں ہونگے
ساری دُنیا کے نہ دامن نہ گریباں ہونگے

کہتے ہیں حشر میں پردے سے نمایاں ہونگے
سب جہاں تیری طرح چاک گریباں ہونگے

دل تو کہتا ہے قیامت ہی کے ساماں ہونگے
کل جو سب خاک کے پتلے ترے مہماں ہونگے

تیرے دامن کی ہوا کا ہے لقب بادِ بہار
جب یہ چل جائے گی گل چاک گریباں ہونگے

دشتِ وحشت مری تو بہ مجھے معلوم نہ تھا
کہ ہر اک ذرہ کے دامن میں بیاباں ہونگے

آئے گا اور کبھی وہ دورِ جنوں آئے گا
کہ جو گھر روئے زمیں پر ہیں وہ زنداں ہونگے

میں نے تاریکیٔ فرقت یہ سمجھ رکھا تھا
اتنے تارے ہیں چراغ شب ہجراں ہونگے

دعویٔ خوں نہ کرے کوئی یہ مانا لیکن
کس کے کس کے مرے جلاد پہ احساں ہونگے

حشر نزدیک ہے یہ بھی کبھی سوچا ہوتا
ہاتھ کتنے ہیں جو قاتل سرِ داماں ہونگے

جتنے انواع کے غم ہیں نظر قدرت میں
ل کے لاریب جواب غم ہجراں ہونگے

حشر ہیں کہتے ہیں کیوں میں نے کہا تھا کہ نہیں
دیکھئے آپ وفا کرکے پشیماں ہونگے

ڈال دینگے یہی صحرائے قیامت کی بنا
دل مجبور کے ذرے جو پریشاں ہونگے

ہر گھڑی ہجر میں ہے ایک قیامت لیکن
ہم یہی اور یہی چاہ کے ارماں ہونگے

جیسے رہ رہ کے مرے کان میں کہتا ہے کوئی
وصل کے آج ہیں کل موت کے ارماں ہونگے

دل کہاں کا جو ہوا جلوہ فگن روئے نگار
جتنے ذرے ہیں وہ آئینہ لرزاں ہونگے

سوچ کر کاتبِ قدرت نے لکھا میرے لئے
کہ خیالات ہی تیرے ترا زنداں ہونگے

آسماں کیا ہے نہ یہ عرش سے دبتے ہونگے
آج جو خاک کے پتلے ہیں جب انساں ہونگے

مرتے مرتے بھی کہا یہ مرے کافر دل نے
آج کی اور یہی کل سے مسلماں ہونگے

جھوم کے اٹھی گھٹا چلنے لگی بادِ بہار
وہ کہیں ناز کے جھرمٹ میں خراماں ہونگے

فتنۂ بار امانت ہو کہ یہ فتنۂ حشر
سب اسی دل کے اٹھائے ہوئے طوفاں ہونگے

کاش آئین جنوں میں کہیں لکھا ہوتا
جن کے دل چاک ہیں وہ چاک گریباں ہونگے

خلوت فخر سے لپٹی ہے نظر یہ کہہ کر
اب کہیں خاک کے پردے میں انساں ہونگے

سن رکھے باغ جناں عرش سراپردۂ قدس
ہم ہوئے خاک تو خاک در جاناں ہونگے

اک سلیماں پہ کیا جتنے ہیں ذرے بیخود
پردہ خاک میں اتنے ہی سلیماں ہونگے

جنت ترے کوچہ کا اگر نام نہیں ہے
مر کر بھی مرے واسطے آرام نہیں ہے

دن رات تڑپنے کے سوا کام نہیں ہے
دل کیا ہے اگر مرغ تہ دام نہیں ہے

کس کس کی نظر دید میں ناکام نہیں ہے
اب تیرے تغافل پہ کچھ الزام نہیں ہے

قسمت مری خاکہ ہے مرے فرد عمل کا
کچھ کاتب تقدیر پہ الزام نہیں ہے

گو طاقت نظارہ کسی میں نہیں لیکن
موسیٰ کی طرح کوئی بھی بدنام نہیں ہے

کیا لطف اٹھائے گا جواب ارنی کا
وہ شوق کہ لذت کش دشنام نہیں ہے

دنیا کی اجل تھا دل ناکام کا مرنا
یوں بیٹھے ہیں اب جیسے کوئی کام نہیں ہے

ہر سانس ہے اک دفتر شرح کشش ناز
دل نارکش حسرت پیغام نہیں ہے

ہستی ہے گنہ دور بقا گردش ایام
گر جامۂ تن جامۂ احرام نہیں ہے

سرگرم نمائش نہیں کب جلوہ بیتاب
کب میری نظر برق در و بام نہیں ہے

ہے بادۂ کونین کی بھی کوئی حقیقت
دو بوند میں چھلکے وہ مرا جام نہیں ہے

محشر بھی مگر کوچۂ قاتل کا ہے اک نام
ہے کون جو یاں لرزہ بر اندام نہیں ہے

حوروں میں بھی کچھ سب ہی مگر ہیں ترے صدقے
یہ ناز یہ انداز یہ اندام نہیں ہے

کہتے ہیں یہی آنکھ کھلی جن کی قفس میں
اللہ نشیمن میں بھی آرام نہیں ہے

کردی گئی راحت کے نہ دینے کی تلافی
یعنی نہ مجھے خود حسرت آرام نہیں ہے

گھٹتی ہے کوئی نرگس مستانہ کی مستی
خالی ہو چھلکنے سے یہ وہ جام نہیں ہے

اے بیخودی لذت عصیاں ترے صدقے
اب کچھ نہ مجھے اندیشۂ انجام نہیں ہے

پابند نشیمن ہوں تری قید میں میں بھی
صیاد ترا دام ہے مجھے دام نہیں ہے

بخش دے یہ شب قبر ہے گھبراؤ نہ اتنا
جس کی نہ ہوئی صبح یہ وہ شام نہیں ہے

خدائی مل گئی ہم کو نہ الجھے آسماں ہم سے
ہوا ہے خوش بہت سجدوں میں انکا آستاں ہم سے

سنا تھا کیا نہ تو نے بارہا اے باغباں ہم سے
کہ ہم ہیں آشیانے سے اور ہمارا آشیاں ہم سے

کہیں بھی دل کی قسمت میں نہیں تھی اماں ہم کو
اگر محشر لے کے بیٹھا ہے ہماری داستاں ہم سے

حیات سرمدی پیاری نہ کر اے آسماں ہم سے
عدم کے ساتھ ہو جائے نہ ہستی بدگماں ہم سے

امانت کے تحمل میں وہ ناکامی معاذ اللہ
خلش رکھتا نہ کیونکر تا قیامت آسماں ہم سے

دلیل کارواں کیا ہے بنے اے کارواں ہم بھی
مگر اب تو عبارت ہے غبار کارواں ہم سے

بڑی دلداریوں سے حال دل پوچھا تھا تم نے تو
اب آنکھیں چار کیوں ہوتی نہیں اے مہرباں ہم سے

نہیں کچھ ہم کو جل بجھنے میں حاجت شمع سوزاں کی
کہیں پیدا بھی ہیں پروانۂ آتش بجاں ہم سے

ہمارے عہد وحشت کا بھی افسانہ سناتے ہیں
زیادہ یاد ہے اُن کو ہماری داستاں ہم سے

نہ پوچھ اے داور محشر کہ آخر تجھ پہ کیا گذری
ہوا اب تک جگر ہوگا نہ اب ضبط فغاں ہم سے

پڑے ہیں ہار پھولوں کے قفس پر ہر طرف لیکن
کچھ اے صیاد کہتی ہیں پروں کی تیلیاں ہم سے

تمنائیں کبھی کی جلوہ گاہ ناز میں پہنچیں
بہت آگے گیا بڑھ کر ہمارا کارواں ہم سے

وہ دکھ سہے کہ اٹھا تا نہ کل جہان کیسلئے
اس آشیاں کیسلئے ہاں اس آشیاں کیسلئے

قیامتیں ہیں مری جان ناتواں کیسلئے
شکستیں عشق میں تھیں قہر آسمان کیسلئے

کچھ اس نیاز سے میں نے کسی کا نام سنا
کہ اس کے نام نے بوسے مری زبان کیسلئے

ورق شجر کے ہوں یا آسمان زمین کے طبق
یہ سب ورق ہیں محبت کی داستان کیسلئے

ہے اب یہ حال کہ رہتا ہے دم بخود صیاد
قفس میں چنتے ہیں تنکے ہم آشیاں کیسلئے

اب اس میں ہمتنی رنگینیاں ہیں زبان قدرت ہیں
تڑپ رہا تھا دل زار اک زبان کیسلئے

جلائے برق نشیمن نہ باغباں پھونکے
وہیں رکھ آؤں یہ تنکے جہاں جہاں کیسلئے

جمال زار کی تصویر کے یہ دو رخ ہیں
زبان دل کیلئے ہے تو دل زبان کیسلئے

تباہ دل میں فروغ رجا خدا کی پناہ
کہ شمع ٹھہر کے اجڑے ہوئے مکاں کیسلئے

اک اس جہان کا دن ایک دن قیامت کا
یہ دو دن اور محبت کی داستاں کیسلئے

سفر تمام ہوا آستانہ دل پر
کہیں سے جہان میں آرام جاوداں کیسلئے

جبین ناز بے پائے نیاز پر یارب
یہ کس طرح سے قدم میں نے پاسباں کیسلئے

ہر اک زباں پہ یہی ہے وفا کی دنیا میں
زباں اثر کے لئے ہے اثر زباں کیسلئے

قرار دل کے لئے یوں خراب ہوں جیسے
کوئی بلا اک ہو بیمار نیم جاں کیسلئے

مصیبتیں مجھے یوں دے ترے کرم کے نثار
کہ رہ نہ جائے بلا کوئی پھر جہاں کیسلئے

ہے امتحان وفا پر تری نظر قاتل
ہم آئے ہیں تری ہمت کے امتحاں کیسلئے

عشق کلیم کی بیخودی کی بے خودی پہ نثار
کہ جس نے کام سب اس بت سے ایماں کیلئے

یوں پرستش اعمال کو افسانہ بنا دے
سب کو نگہ ناز سے دیوانہ بنا دے

ہر دل کو مئے عشق کا پیمانہ بنا دے
پیمانہ کوئی چیز ہے، میخانہ بنا دے

فردوس کو بھی کوچۂ جانانہ بنا دے
گر یہ نہ ہو یارب مجھے دیوانہ بنا دے

انکار کر انکار کہ باقی نہ رہیں ہوش
اقرار کر اقرار کہ دیوانہ بنا دے

جس حسن کی ہر اک نگہ شوق ہو دفتر
وہ چاہے تو ہر سانس کو افسانہ بنا دے

ڈر آئینہ سے ڈر کہ ترا حسن جنوں خیز
کافر کہیں تجھ کو بھی نہ دیوانہ بنا دے

لیکن نگہ ناز کے پھر صبر و خرد کو
اک ہاتھ سے چھوٹا ہوا پیمانہ بنا دے

دیوانہ بنا مجھ کو نہ اے بیخودی ذوق
سب سے نہیں مجھ سے مجھے بیگانہ بنا دے

شمعیں تو بہت ہیں مگر اے سوز محبت
تو چاہے تو پروانے کو پروانہ بنا دے

ہو طبع گدایانہ تو ہے لطف گدائی
ہے قہر طبیعت جو وہ شاہانہ بنا دے

آفت ہے قیامت ہے مرے دل کی اداسی
یہ عرصۂ محشر کو بھی ویرانہ بنا دے

اس عشق سے پہلے مجھے سودا تھا خرد کا
اب تو یہ دعا ہے مجھے دیوانہ بنا دے

جس آنکھ میں ہیں حسن خود آرا ترے جلوے
کونین کو دم بھر میں پری خانہ بنا دے

ٹوٹے ہوئے دل کا ہے زباں کو یہ اشارہ
ہر بات کو اک درد کا افسانہ بنا دے

پروانے سے جب خاک ہوں پروانہ بنے خاک
اس شرط پہ یارب مجھے پروانہ بنا دے

مرے پر اب وفا کی داستاں ہے
جو رگ ہے دل میں قدرت کی زباں ہے

ہجوم گل ہے بلبل شاداں ہے
چمن بھر آشیاں ہی آشیاں ہے

نظر بس میں نہ قابو میں زباں ہے
ابھی تک ہوش میں یہ نیم جاں ہے

پھنسے جس میں نہ دل زنداں کہاں ہے
حقیقت میں قفس تو آشیاں ہے

نہیں بجلی تجلی شمع لے کر
چلی ہے ڈھونڈنے موسیٰ کہاں ہے

جسے پہچانتے ہیں سب کے سجدے
خدائی میں وہی اک آستاں ہے

نہ سمجھا باغباں ظالم نہ سمجھا
مرا دل میری دنیا آشیاں ہے

گلوں کا قافلہ ٹھہرا نہ سمجھو
کہ بوئے گل غبار کارواں ہے

مشیت ہے کہ قدرت ہے کہ قسمت
معمائے سحر در کا پاسباں ہے

خدائی بھر کے جلوے ہیں اسی میں
یہ دل جو ایک اُجڑا سا مکاں ہے

مٹا جب تک نہ دل کوئی نہ سمجھا
کہ دنیا دردِ دل کی داستاں ہے

عجب کشتی ہے الفت کا سفینہ
ہر اُٹھتی لہر جس کو بادباں ہے

مآلِ زندگی جسان زمانہ
وہ ساعت ہے جو وقت امتحاں ہے

شہیدوں کا یہ سوگ اللہ اکبر
ازل ہی سے سیہ پوش آسماں ہے

مٹے تو جوشِ طوفانِ ندامت
کہ منزل اپنی دریا درمیاں ہے

سکوں کیسا ابھی تو میسر اُنکے
بہارِ ہشت جنت درمیاں ہے

یہی سب ہے ہاں یہی ہے شرحِ دُنیا
یہاں جو بھی سوائے آشیاں ہے

نشیمن کیا ہے اب یہ کیا کہوں جب
قفس سے چھٹ کے دُنیا آشیاں ہے

غبارِ کوئے جاناں ساتھ لے چل
کفن تو چار دن میں دھجّیاں ہے

دل سے اُٹھے جو شعلے اُٹھا دھواں جگر سے
بجلی گری تڑپ کے پردہ اُٹھا جو در سے

نارِ خلیل بھڑکی رحمت کے پھول برسے
فطرت بڑھی ادھر سے قدرت بڑھی اُدھر سے

اب تو جبھی اُٹھے گا یہ سر کسی کے در سے
جب میں بڑھوں ادھر سے کعبہ بڑھے اُدھر سے

اب جگمگاتے ذرّے یہاں ہیں یا تارے
گذرے یہ کس کے جلوے یارب مری نظر سے

تھے خوش نصیب جن کے دم آستاں پہ نکلے
اک بد نصیب ہم تھے پلٹے جو اُسکے در سے

گردوں سے بجلیوں کی تا آشیانہ رَو تھی
نکلا نہ حشر میں بھی یہ منظر اِک نظر سے

دہشت نہیں اطاعت ہوں مجرم محبت
گو آہ کی بھی نوبت آئی نہ دِل کے ڈر سے

نکہت خبر نہ لائی فصلِ بہار آئی
بو قیدیوں نے پائی شوخی بال و پر سے

کیا آسماں کو ضد ہے لب تشنۂ وفا سے
اُٹھے تو خاک اُٹھے برسے تو خاک برسے

بجلی کا ہے خزانہ پانی ہے نام جس کا
صیّاد ڈرتے رہنا بلبل کی چشم تر سے

جنبش سی ہے بدن میں لرزش سی ہے کفن میں
جان آ چلی ہے تن میں آوازِ نامہ بر سے

تیری گلی جو چھوٹے نالوں سے دل جلوں کے
دُنیا میں آگ بھڑکے جنت میں آگ برسے

ہے یوں مری اطاعت گویا ہوں میں ہی قدرت
یارب مری حفاظت کر نفسِ حیلہ گر سے

پتلا نیاز کا ہوں یا وحی آشنا ہوں
پیغام سُن رہا ہوں یہ اُن کے نامہ بر سے

ہے گریہ وہ کہ چھوٹے پانی ہوا کو کر کے
ہے آہ جو بدل دے ذروں کو بھی شرر سے

کیا شے ہے سوزِ غم بھی یاں باد واں ہے پانی
دِل نے جو آہ کھینچی شعلہ اُٹھا جگر سے

پھرنے لگا نظر میں دن رات آشیانہ
یاں کی بہار دیکھوں صیاد کس نظر سے

بجلی بتا رہی ہے مشعل دکھا رہی ہے
یاں جان جا رہی ہے صیّاد کی نظر سے

اپنی قدرت دیکھئے مجھ عاصی پہ احساں کیجئے
پھر تماشاے سزا جرمِ عصیاں کیجئے

مانگئے کیا موت ہے یہ زندگانی کا گلہ
درد کا شکوہ ہے یہ کیا فکرِ درماں کیجئے

ان غریبوں نے شبِ معراج ابھی دیکھی نہیں
ایک دن نظارۂ گورِ غریباں کیجئے

جس کے سجدے سے ملائک کی ہوئی ہے ابتدا
انتہا کا بھی تو اسکی کوئی ساماں کیجئے

یہ فلک ہے یہ مشیت ہے یہ قدرت ہے یہ جنت
کس کی چلتی ہے یہاں کیا فکر درماں کیجئے

گھر میں تو روشن رہا کرتے ہیں اشکوں کے چراغ
مرقد عاشق پہ بھی آکے دن چراغاں کیجئے

شرم عصیاں کا جہنم جب سے ہے ہمدم کیا ساتھ
کیوں مجھے لے جاکے جنت کو پشیماں کیجئے

ہر گھڑی اسکی ہے وقت نزع کا ویسے بھی سخت
کیا بیان زندگی اہل حرماں کیجئے

منکر عشق بتاں ہے زاہد جنت پرست
کیونکر اس کفر مجسم کو مسلماں کیجئے

شکر بھی بیخود کا تھا بیدست و پائی کا گلہ
کیوں اُسے شرمندۂ عمل دے کر پشیماں کیجئے

اشک سے جو ہے سلوک چشم گریاں دیکھئے
ہائے مہماں چھوٹے پھر سوئے مہماں دیکھئے

ابتدا و انتہائے حسن یکساں دیکھئے
چاہ کنعاں دیکھئے اور چاہ زنداں دیکھئے

ضعف میں کیونکر ہو شرح درد پنہاں دیکھئے
کس طرح آتے ہیں آنسو تا بمژگاں دیکھئے

جب سے بگڑا ہے نگاہ یاس کی زنجیر سے
ہل نہیں سکتا جگہ سے حال درباں دیکھئے

یہ مرقع ہے جوانی کا اگر ہو اختیار
حشر سے تا حشر دیگر شرمندۂ عصیاں دیکھئے

بیاباں کے جانے پہ تن کو بھی نہیں رہتا قبول
ساتھ قیدی کے مٹا جاتا ہے زنداں دیکھئے

اُن کے دامن کی ہوا آئی چلی باد بہار
اب کسی گل کا بھی ثابت ہے گریباں دیکھئے

کیوں نہ آنکھوں میں پھرے نقشہ شب معراج کا
جب نہ خلوت میں ہو پہنچے روئے جاناں دیکھئے

سارے عالم اسکے ہر گوشے میں آتے ہیں نظر
غور سے جب کوچۂ چاک گریباں دیکھئے

امتیاز دشت و جنت ہو اگر مد نظر
دیکھ کر جنت کو سوئے کوئے جاناں دیکھئے

جس طرح سوتے میں ڈر کے روئے طفل بزباں
کچھ نہ کہئے روئیے خواب پریشاں دیکھئے

دیکھیے پڑتی ہے زاہد پر کبھی اُلفت کی چھاؤں
یہ فرشتہ بھی کبھی ہوتا ہے انساں دیکھیے

کس طرح دستِ زلیخا سے چھٹا دامانِ یار
دیکھنا ہو یہ تو حالِ اشک و مژگاں دیکھیے

اتنے تارے ہیں فلک پر اتنے دنیا میں چراغ
کون ہوتا ہے چراغِ شامِ ہجراں دیکھیے

بند ہو جائے نہ دنیا پر کہیں بابِ قبول
سوئے رحمت کیا بڑھے عفوِ عصیاں دیکھیے

اے خدائی کے کرم اس بے نیازی پر نثار
بیخودِ ناشاد کو یوں ہیں پریشاں دیکھیے

سجدوں میں گر نہ عشق نیاز آفریں رہے
دم بھر نہ آسماں کے نیچے زمیں رہے

تا حشر وہ نہ کیف کے سجدے سے سر اٹھائے
دم بھر بھی تیرے زانوں پہ جسکی جبیں رہے

کہتا ہے دل ہے دامنِ رحمت اسی کا نام
ہاں چشمِ تر سے رابطۂ آستیں رہے

دل کی زباں ہے اور زباں کی زبان اور
ہو اُن کے دل میں ہاں تو زباں پر نہیں رہے

اک بوند ڈال تو عرقِ انفعال کی
میں مان لوں اگر یہ جہنم یوہیں رہے

دونوں کے ناز ہم سے اُٹھائے نہ جائینگے
یعنی اب آسماں ہی رہے یا زمیں رہے

نہیں ہے درد کی شدت سے انتشار مجھے
کہ مرنے دے گا نہ ذوقِ جفائے یار مجھے

کیا تھا تیری عدالت نے شرمسار مجھے
نہ کہہ سکی تری رحمت گناہ گار مجھے

کیا تھا دردِ جگر نے یہ بے قرار مجھے
کہ دے سکی نہ زمینِ لحد فشار مجھے

حیا کی آگ سے دوزخ کی آگ ٹھنڈی ہے
گناہ گار سمجھ ہاں گناہ گار مجھے

رہِ طلب کی بدلتی ہوئی ہواؤں نے
بنا دیا ہے بھٹکتا ہوا غبار مجھے

بھٹک رہا ہوں میں ذوقِ کلیم کا صدقہ
تجلیوں کی زباں سے کہیں پکار مجھے

ہے انتقام سے لذتِ وصال بھی
کہ تا بہ حشر سنبھلنے نہ دے خمار مجھے

کروں نہ کیوں دلِ نازک مزاج کا شکوہ
مرے دیار میں رکھا ہے بے دیار مجھے

گذر کے سر سے بہائے چلی ہے اپنے ساتھ
وہ موجِ کیف ہے موجِ نگاہِ یار مجھے

کبھی صبا کے کبھی بوئے گل کے پردے میں
پھرے گی تا بہ ابد ڈھونڈھتی بہار مجھے

ہے چاک دامنِ یوسف رہینِ منتِ غیر
عطا ہوا ہے گریبانِ تار تار مجھے

اجل کے بس کا ہے دل کا سکوں ضرور مگر
ملی ہے دل کی طرح جان بے قرار مجھے

وفورِ بیخودی و شوق سے معاذ اللہ
کبھی ترا کبھی اپنا ہے انتظار مجھے

کروں گا وجد میں تا حشر لن ترانی پر
ملی ہے لذتِ حرفِ زبانِ یار مجھے

زمینِ طور کجا ، سرزمینِ قلب کجا
یہ تیرے جلوے دکھاتی ہے بار بار مجھے

جنوں کے مردہ سراپا میں جان آتی ہے
نہ کیوں ہو محشرِ تازہ ہر اک بہار مجھے

عروجِ بندگیٔ عشق میں ترے صدقے
دیا ہے تو نے خدائی کا اختیار مجھے

بشر بشر ہے ملک بھی کہے تو کیا پروا
اگر کہے نہ مرا دل گناہ گار مجھے

بنے گی ناز کی دنیا ، نیاز کی دنیا
نہ چاہیئے دلِ جاناں یہ اختیار مجھے

وہ آشیاں کا اجڑنا وہ دام میں آنا
وہ پہلی رات قفس کی وہ اضطرار مجھے

خدا سے حشر میں بیخودی نے کی تو یہ فریاد
کہ اہلِ عقل سمجھتے تھے ہوشیار مجھے

مجھے وہ دام میں اپنا پھڑکنا یاد آتا ہے
جب اپنے صید کی جانب کوئی صیاد آتا ہے

کبھی جب ہوش میں زندانیٔ بیداد آتا ہے
نظر آتا ہے سوئے آشیاں صیاد آتا ہے

اسی کو مذہبِ عشاق میں کافر سمجھتے ہیں
بتوں کے عشق میں جس کو خدا بھی یاد آتا ہے

خدا رکھے نظر صیاد کی جلاد کے تیور
نئی دھج سے ہمارا بانیٔ بیداد آتا ہے

سحر سے شام تک آشیاں والوں میں چرچے ہیں
چمن میں باغباں کے ساتھ ہی صیاد آتا ہے

میرا دل جھومتا ہے روح میری وجد کرتی ہے
کسی کا نام جس دم تا لبِ فریاد آتا ہے

پلٹ اے روح قالب میں کہ میں قربان تو ہو لوں
لحد پر بال بکھرائے مرا جلاد آتا ہے

دھواں اٹھتا ہے دل سے روح گھبراتی ہے قالب میں
جو غربت میں خیالِ خانہ برباد آتا ہے

قفس میں دل بہل جاتا چمن سے چھوٹ کر لیکن
نشیمن یاد آتا ہے اور اکثر یاد آتا ہے

ابھی تک بےطرح وہ ورہم ہل ہل کے رہتے ہیں
جو مایوسی میں وہ دل کا تڑپنا یاد آتا ہے

بہارِ جنتِ الفت نہ ٹوٹے گا نہ ٹوٹے گا
وہ دل جس میں خیالِ شکوۂ بیداد آتا ہے

رہائی بھی چھڑا سکتی نہیں بیخود اسیری سے
نشیمن میں خیالِ خانۂ صیاد آتا ہے

بے نیازی کا نہ دعویٰ کہیں باطل ہو جائے
مجھ کو ڈر ہے کہ ترا دل نہ مرا دل ہو جائے

یوں نہ قسمت کسی آزاد کی قاتل ہو جائے
جو خیال آئے مرے دل کو سلاسل ہو جائے

بت کوئی چیز ہے پہلے وہ خدا کو لے کر
عشق کے در پہ جو دل سے کوئی سائل ہو جائے

نگہ یاس سے میں اسکی طرف کیا دیکھوں
جی لرزتا ہے نہ قاتل کہیں بسمل ہو جائے

زندہ سکتے میں ہے مردہ ہے لحد میں گویا
یوں بھی بے بس نہ الٰہی کوئی بیدل ہو جائے

غرق کر دے مجھے طوفان میں ساحل پھٹ کر
رخ جو منجدھار سے میرا سوئے ساحل ہو جائے

موج کے زور میں ساحل پہ چڑھا جاتا ہوں
تو جو چاہے تو یوہیں طے مری منزل ہو جائے

اللہ اللہ عطائے درِ شاہنشہ عشق
کہ جہاں خود کفِ قدرت کفِ سائل ہو جائے

جس بھنور میں بھی رکھوں پاؤں وہی بستی ہو
ہاتھ جس موج پہ ڈالوں وہی ساحل ہو جائے

یوں نہ بن کشمکش راہ وفا سے غافل — کیسا جینا، کہیں مرنا بھی نہ مشکل ہو جائے
عفو تقصیر کو محشر پہ اُٹھا رکھا ہے — تیری رحمت نہ گنہگاروں میں شامل ہو جائے

بیخودِ خستہ اسی ٹوٹے ہوئے دل کی قسم
آنکھ جس ذرے پہ ڈالوں وہی دل ہو جائے

وہ دن آیا کہ صوتِ دل نوائے راز بن جائے — مری آواز جب نکلے تری آواز بن جائے
نگاہِ پردہ در بھی گر حجابِ راز بن جائے — تو بیتابی رُخ رنگِ رُخ غماز بن جائے
وہ حرفِ شوق کیونکر حرفِ بے آواز بنجائے — کہ جس کو لن ترانی اک ادائے ناز بن جائے
جو دل آئینۂ رازِ حریمِ ناز بن جائے — وہی رازِ جہاں بن کر جہانِ راز بن جائے
دمِ عرضِ تمنّا حال دل کہتے بنے یارب — بنا رکھا ہے پھر انجام اگر آغاز بن جائے
فرشتہ کیا ہے قدرت اپنی صنعت کی بلائیں لے — وہ گرمِ ناز ہو کر گر سراپا ناز بن جائے
یقیں کیسا گماں بھی تو نہ تھا یہ لن ترانی سے — کہ جب تیری صدا آوے مری آواز بن جائے
سمجھ لینا کمالِ عشق کی طے ہو گئی منزل — جب اُس کی بے ادائی بھی جہانِ ناز بن جائے
کمالِ عشق کا سلطاں جس جا بھی قدم رکھے — وہیں خود حسن کا دل فرشِ پا انداز بن جائے
معاذ اللہ گرمی حرفِ گرمِ لن ترانی کی — کہ اک برقِ تجلی شعلۂ آواز بن جائے
تعجب کیا ہے اے ہمت تری قدرت نمائی سے — کہ بے بال و پری میری پرِ پرواز بن جائے
عطا کر وہ نگاہِ حسن پرور جس کے صدقے میں — جہاں کا ذرہ ذرہ اک بتِ طناز بن جائے
نظر آئی یہ قدرت اک نگاہِ نازِ جاناں میں — نظر سے سحر ہو اور سحر سے اعجاز بن جائے

نظر دے ایسی بیخود کو کہ اسکی خلوت و جلوت
حریمِ راز بن جائے، حریمِ ناز بن جائے

آسماں سے شکوۂ قسمت یہ کیا دستور ہے
جو ازل سے آپ ہی گردش سے مجبور ہے

ہے دلِ سوزاں کہ خوں دیتا ہوا اک آبلہ
چشمِ تر ہے یا کوئی رِستا ہوا ناسور ہے

شانِ حق بارِ امانت سہنے والا ہے کوئی
آج اُن کو عاشقی کا اِمتحاں منظور ہے

رفتہ رفتہ عشق کا معبود بن جاتا ہے تو
جس قدر تجھ سے جو ہے نزدیک اتنا دور ہے

کیسی منزل تھی کہ سوتے جاگتے رہتا ہے دھیان
موج ہے منجدھار ہے طوفاں ہے ساحل دور ہے

ہے سفینے پہ مرے موجوں کا پل سایہ فگن
یوں ہی تو پھر کیا مجھے پروا جو ساحل دور ہے

زندگی ہے یہ تو پھر مجھکو نہیں جینا قبول
بجلیاں جس میں بھری تھیں اب وہ دل کا نور ہے

الاماں اے آتشِ سوزِ محبّت الاماں
آگ ہے تو نارِ دوزخ مریم کا نور ہے

دل مرے پہلو میں ہے یا لاش ہے تابوت میں
ہے کوئی دنیا میں جو میری طرح مجبور ہے

ڈرتے ہیں جفا سے نہ بلا سے نہ قضا سے
ڈرتے ہیں تو اک دکھتے ہوئے دل کی صدا سے

وہ لوگ کہ ڈرتے ہیں اجل سے نہ خدا سے
کانپ اُٹھے دلِ درد رسیدہ کی صدا سے

اب یاس کے پتلوں کو نہیں آس خدا سے
لب آہ سے برہم دلِ آزردہ دُعا سے

جتنے بھی ہیں عالم وہ جہاں بھی ہوں یہیں ہوں
گر دید کا وعدہ تو کسی شانِ عطا سے

کس طرح الٰہی تری دُنیا کی ہے قائل
وہ آنکھ کہ اٹھتی نہیں افراطِ حیا سے

کچھ حضرتِ واعظ کے بنائے نہیں بنتی
دُنیا متاثر ہے زمانے کی ہوا سے

بٹتی ہیں شہنشاہیاں صدقے میں انھیں کے
در پر ترے خاموش جو بیٹھے ہیں گدا سے

کہتے ہیں ترے سر پہ قضا کھیل رہی ہے
کہدے کوئی ہم کھیلنے والے ہیں قضا سے

لیتی ہیں برابر ترے مکھڑے کی بلائیں
بکھری ہوئی زلفیں تری اک خاص ادا سے

ظالم دمِ پرسش جو خدا دیکھے تو کیا ہو
آنکھوں کا جھکانا ترا اندازِ حیا سے

اک وہ ہیں تمنا ہے جنھیں تیرے کرم کی
اک ہم ہیں کہ ہوتے ہیں خجل تیری عطا سے

پردے سے تیرے ناز اُبلتا ہے زمیں سے
جلوے سے ترے کیف برستا ہے ہوا سے

اللہ ری رحمت وہ جہنم ہو کہ جنت
کوئی نہیں مایوس کہیں تیری عطا سے

آتش کدۂ عشق میں خاکسترِ دل ڈھونڈھ
یا ہاتھ اُٹھا آئینۂ دل کی جلا سے

کچھ فرق نہیں دستِ خدا دستِ گدا میں
دُنیا نے جو پایا ہے وہ پایا ہے گدا سے

وہ بھی کوئی بندے ہیں جو دنیا کے ہیں محتاج
بندے ہیں وہ بندے جو کریں ناز خدا سے

قدرت تو ہے قدرت کوئی خود جھوم رہا ہے
وہ زمزمہ پیدا ہے مرے دل کی صدا سے

نزدیک مرے نام قیامت ہے اسی کا
میں تیری شکایت کروں اور وہ بھی خدا سے

کیا ہجر کی شب کیا وصل کا دن اس میں بھی کوئی دشواری ہے
رات لحد کی دِن محشر کا اک رات اک دِن بھاری ہے

اس جلوۂ مستانہ سے ترے مستی کی گھٹائیں برستی ہیں
اک کیف سا دل پر طاری ہے اک نشہ سا روح میں ساری ہے

چٹکیوں سے نیلا گردوں ہے، روز ازل سے گردش میں
زخمی دلوں کا مرہم ہے یہ مرہم بھی زنگاری ہے

عاقل کو یہاں آرام کہاں، غافل کو وہاں آرام کہاں
ہشیاری بھی یاں بیہوشی ہے. بیہوشی بھی ہشیاری ہے

غش ہے کہ چلا ہی آتا ہے، جی ہے کہ جلا ہی جاتا ہے

مرتے ہیں لیکن مر نہیں سکتے عشق بھی کیا بیماری ہے
انگشت بدنداں بیٹھ گئے وہ خنجر پھینک کے مقتل میں
اب ہاتھوں کو مل کر کہتے ہیں جو زخم بھی ہے وہ کاری ہے
زہر ہماری باتوں کا، جھٹکا جوں ہی سارے تن میں
اس چرخ ستم پیشہ کی اختر رنگت کیوں زنگاری ہے
ہجر زدہ وہ پہلا انساں، یارب رویا کس دل سے
جھرنا۔ دریا۔ چشمہ۔ سمندر جب سے اب تک جاری ہے
ہجر کی حالت میں موت آئی ان آنکھوں کی قسمت میں
قبر سے لے کر محشر تک بیداری ہی بیداری ہے
چین سے بسمل خوں میں نہائے ٹھنڈی ہوا میں سوتا ہے
ہر اک بُنِ مو سے قاتل کے مقتل میں پسینہ جاری ہے
طور کا اور معراج کا قصہ سنتے ہیں سر دُھنتے ہیں
کیسی کچھ طراری ہے واں کیسی کچھ دلداری ہے
جو زخم ہیں ہم کو ملتے ہیں، جو داغ ہیں ہمکو ملتے ہیں
شکرانہ نعمت جائے عرق ہر اک بُنِ مو سے جاری ہے
کیا دشت و جبل کیا ارض و فلک کیا حور و پری کیا جن و ملک
بس تو ہیں ہوں سایہ بھی میرا بیخود ان پر بھاری ہے

کچھ کج ہوئے تو ابروئے خمدار ہو گئے وقفِ عتاب لذت آزار ہو گئے	انگڑائی لی کھنچی ہوئی تلوار ہو گئے ہم غم کو غم سمجھ کے گنہ گار ہو گئے

رحمت کی بیرخی کے سزاوار ہو گئے
ہم تو گنہ نہ کر کے گنہگار ہو گئے

وہ بے نقاب حسن کے رخسار ہو گئے
وہ اہلِ حشر صورتِ دیوار ہو گئے

لکھی تھی ہر طرح سے اسیری نصیب میں
چھوڑا قفس چمن کے گرفتار ہو گئے

سُن سُن کے اہلِ شوق تری لن ترانیاں
موسیٰ سے بڑھ کے طالبِ بیدار ہو گئے

ہر شوق کی بھی حد وہی جو حد ہے حسن کی
دل قیدِ سرمدی میں گرفتار ہو گئے

الفت میں عمر شکر کے سجدے کا نام تھا
ظلم اک حیات کے ستمِ یار ہو گئے

کہتا ہے عشق لذت و رحمت ہے، درد دل
تم اُسکو درد کہہ کے گنہگار ہو گئے

دُنیا کو دیکھنا تھا کہ بند آنکھ ہو گئی
تھی ابتدائے خواب کہ بیدار ہو گئے

دُنیا الگ الگ تھی زبان و نگاہ کی
انکار اک سے ایک سے اقرار ہو گئے

تا زندگی بھی رہ نہ سکا نشۂ شباب
پہلے ہی ختمِ دور سے ہشیار ہو گئے

جب چور چور ہونے لگا دل کا آئینہ
تنوؔ جان سے وہ آپ خریدار ہو گئے

ان کو نگاہِ شوق نے دیکھا کچھ اسطرح
وہ آپ اپنے طالبِ دیدار ہو گئے

صدمے زمانے بھر کے جب اُن پر گذر گئے
زندانِ آب و گل کے گرفتار مر گئے

تنگیٔ قفس کی، دل کی تڑپ، دام کی گرفت
ان سب کی کشمکش میں مرے بال و پر گئے

اب وہ نکل رہے ہیں مگر ٹوٹ ٹوٹ کے
کل دل میں سانس بنکے جو نشتر اُتر گئے

دل میں بسی ہوئی تھیں امنگوں کی بستیاں
محرومیوں بتاؤ وہ عالم کدھر گئے

پھر مل سکیں وقت اسیری کی لذتیں
گو اُڑ کے سوئے دام مرے بال و پر گئے

ہم کیا بتائیں بزمِ تمنا کی واردات
آئے تھے بحواس مگر بے خبر گئے

اجڑے سے دل کا نام تھا ہستی کائنات
یہ کیا مٹے جہان کو برباد کر گئے

چھلکا نہ ذرہ ذرہ میں میری وفا کا رنگ
دل کے لہو میں مفت مرے ہاتھ بھر گئے

وہ بولے کہ تھے دل مضطر کی زندگی
برباد کیا ہوئے مجھے برباد کر گئے

اللہ اللہ یہ کرشمے خاک دامنگیر کے
جتنے ذرے اتنے ہی حلقے مری زنجیر کے

کیوں یہ جھگڑے آ لگے تقدیر اور تدبیر کے
ہم سے جو ہو جائے معنی ہیں وہی تقدیر کے

صبر روح دل سے زنداں آب و گل کا ڈھہ گیا
اپنے ہی جھٹکوں سے ٹکڑے اڑ گئے زنجیر کے

داور محشر ذرا انساں کی فطرت دیکھ کر
یوں تو معنی سیکڑوں ہیں میری ہر تقصیر کے

اور کیا ہوتا مآل جوشش نیرنگ خیال
رنگ ہیں بدلے ہوئے دنیا کی ہر تصویر کے

سب کی دنیا کائنات اور میری دنیا میرا دل
واں زمانے کے اثر ہیں یاں مری تدبیر کے

آئینے ہیں عالم نیرنگ یا صورت تری
ہیں نیا عالم سب آئینے تری تصویر کے

دیکھنے والے نہ بھولے صورت بیمار غم
ہائے رے انداز رنگ اڑتی ہوئی تصویر کے

صیدگاہ دہر میں اپنی ہے کل یہ کائنات
کچھ کمندیں بخت کے پھندے ہیں کچھ تدبیر کے

سانس الٹی چل رہی ہے کھنچ رہے ہیں ہاتھ پاؤں
آخری جھٹکے ہیں یہ ٹوٹی ہوئی زنجیر کے

خواب ہستی ہی میں جو بنی تھی مجھ پر بن چکی
اے مرے اللہ اب دھڑکے ہیں کیوں تعبیر کے

پھر تمنا شوق کی ہے پھر ہے دل کی آرزو
یاد ہیں سب ہتھکنڈے ہر چند یہ چرخ پیر کے

رنگ پیری بھر کے اس انداز سے کھینچا تھا ہاتھ
پھر قلم میں آ رہے جو رنگ تھے تصویر کے

کہہ کے یہ بڑھتے پلٹتے کٹ گئی ہستی کی راہ
یہ تو ذرے ہیں نہیں حلقے مری زنجیر کے

دیکھتے ہیں مجھ کو اس ظالم کو شاہ حشر کو
اہل محشر دیکھ کر حلقے مری زنجیر کے

کسی کے حکم کے یوں منتظر مسافر تھے
کہ ایک موت کی ہچکی کے ساتھ آخر تھے

اُٹھے تو رختِ سفر پھر بال دوش ہوا
جو مرگ و زیست کے گر لوٹے ہوئے مسافر تھے

سپاس لذتِ دنیا کروں کہ شلِ اجل
جو کام جبر سے کر لیتے حضور قادر تھے

قیام و رجعتِ اقدام پر نہ تھی قدرت
مسافرِ رہِ ہستی عجب مسافر تھے

حیا کی آگ میں جلتے نہ کس طرح کٹتی
عمل ہی اہلِ وفا کے مآل کافر تھے

بھنور کے ساتھ ہی دریا کی تہ میں بیٹھ گئے
جو مدّ و جزرِ محیطِ فنا کے ماہر تھے

مآلِ فطرتِ بیتاب اور کیا ہوتا
مرے نصیب مری ابتدا سے ظاہر تھے

کوئی نہ پوچھ سکا ان ترانیوں کا سبب
ترے جواب سے جو اہلِ دل تھے قاصر تھے

کبھی تھا دعویٔ قدرت کبھی تھا شکوۂ جبر
نظر جو کی تو نہ مجبور تھے نہ قادر تھے

مری نگاہ سے چھپ چھپ گیا جہاں اکثر
خرد کے بن میں یہ زور غبارِ خاطر تھے

جہاں سے کھینچ کے مرے دل میں آ رہے بیخود
جو اضطراب کے بکھرے ہوئے عناصر تھے

نگہِ ناز جو وہ ابروے مستانہ بنے
صبر اک ہاتھ سے چھٹتا ہوا پیمانہ بنے

نگہِ تند جو وہ ابروے مستانہ بنے
دہر اک ہاتھ سے چھوٹا ہوا پیمانہ بنے

جوش کھاتا ہے لہو دل کی رگیں ٹوٹ نہ جائیں
جوششِ مے نہ کہیں آفتِ پیمانہ بنے

تیرے اسرار کی دنیا سے نکلنا معلوم
جی نہ بچے اُن سے تو کوئی ترا دیوانہ بنے

نگہِ ناز کی مستی ہو باندازۂ شوق
کہیں ساغر کہیں شیشہ کہیں پیمانہ بنے

تو نے فطرت سے کیا دیدہ و دل بنتے وقت
یہ چھلکنا تو وہ رستا ہوا میخانہ بنے

منظرِ مرقدِ محشر سے جو پردے اُٹھ جائیں
کل کا بنتا ہوا تو آج ہی دیوانہ بنے

ساقیا ظلم کے پردے میں تلافی کرڈال
ایک اک ذرہ کو بنناہے فنا کی تصویر
یہ بھی رازِ دلِ مجبور حیا کی تقدیر
اب تو انداز یہ کہتے ہیں وہ دن دور نہیں
دل تو کیا فطرتِ قدرت میں ہوں ستو کے چلن
اللہ اللہ یہ خیالات میں قدرت ہے کہ دل
آرزو یہ ہے کہ ہستی کا نہ ہو دور تمام
سر اٹھاتے نہیں سجدے سے خود اُسکے انداز
ظلم کرتے ہوئے اپنوں پہ حیا آئے گی
زندگی یہ ہے تو پھر موت کسے کہتے ہیں
سننے والوں کو جو نیند آئے تو قصہ ہو تمام

حکم دیدے کہ مری خاک پہ میخانہ بنے
آج دیوارِ حرم گنبدِ بت خانہ بنے
کہ آئے کبھی لب تک مگر افسانہ بنے
زیست کیا موت بھی بھولا ہوا افسانہ بنے
ساقیِ بزم جو وہ نرگسِ مستانہ بنے
آن میں کعبہ بنے، آن میں میخانہ بنے
ایک اک ذرہ نہ جب تک مے و میخانہ بنے
کیا پڑی اُسکو مئے کعبہ کہ بت خانہ بنے
وہ بنے حشر میں اور جان کے بیگانہ بنے
جیتے جی دل عدمِ آباد کا ویرانہ بنے
دہر اک بیچ سے چھوٹا ہوا افسانہ بنے

نام ہے جوشِ خیالات کا ہستی، بیخودؔ
دل ہی کیا جو عدم آباد کا ویرانہ بنے

قہر کی جب نہ چلی ہاتھ اَدا کے اُٹھے
بزمِ ہستی میں جو تحقیق کی رکھتے تھے نظر
پتلیاں پھرنے میں ہوتی گئی دنیا معدوم
مختصر زندگی و موت کی روداد یہ ہے

محفلِ یار سے سب جان گنوا کے اُٹھے
اُٹھے اور آپ کو دیوانہ بنا کے اُٹھے
پردے اُٹھے بھی تو صدتے میں قضا کے اُٹھے
نقشِ ہستی کو مٹاتے تھے مٹا کے اُٹھے

جیتے جی مرقد و محشر کا معمہ نہ کھلا
یہ وہ پردے تھے کہ بیخودؔ کو اُٹھا کے اُٹھے

کچھ حد بھی ہے اس ناز کی اللہ بتا دے
کہتا ہے کہ میں صبر تجھے دوں تو خدا دے

تسکیں ہے وہی جو بت بے مہر و وفا دے
اُٹھ جاؤں میں جس روز مجھے صبر خدا دے

صدقے ترے اے چارہ گر اب مجھکو جلا دے
جینے کی دوا ہو چکی مرنے کی دوا دے

تو پردہ اگر چہرۂ زیبا سے اُٹھا دے
جلوہ ازل و حشر کو اک ساتھ صدا دے

مٹتا ہے ابھی پرسشِ اعمال کا جھگڑا
سب کو نگہِ ناز سے دیوانہ بنا دے

اُلجھی نگہِ قہر سے بڑھ کر نگہِ یاس
اب جس سے بھی کچھ بن پڑے اب جسکو خدا دے

جنت میں مجھے بھیج، کہ دوزخ میں مجھے ڈال
جنت کو سزا دے کہ جہنم کو جزا دے

کونین کے نغمے تری آواز پہ قرباں
پیری کو جو دے موت جوانی کو جلا دے

مجھکو مرے اعمال سے محجوب نہ رکھا
اے نارِ جہنم تجھے اللہ جزا دے

دُنیا تو ہے کیا مجھکو خدائی نہیں درکار
دینا ہے تو میرے بتِ کافر کو خدا دے

لئے اُڑتے ہوئے رنگ آہٹ ہے اُسی کی
دے دل کو ندا عمرِ گذشتہ کو صدا دے

جسمیں شبِ اسریٰ ہوئیں محبوب سے باتیں
بیخود کو بھی اک دن وہی آواز سُنا دے

ہنگامِ ناز بن نہیں پڑتی حیا کئے
سنتا تھا کون اجل کے تقاضے ہوا کئے

کیا کیا جنونِ شوق نے فتنے بپا کئے
چھوڑا نہ ایک ذرّے کو بھی بے خدا کئے

اُسکی امانتوں میں کہیں داغ آ نہ جائے
اُس نے دیئے ہیں داغ بغیر التجا کئے

جب تک سُنا کسی نے دلِ مبتلا کا حال
سُورج سے ٹوٹ ٹوٹ کے تارے گرا کئے

اپنی جہاں میں ایک طرح پر بسر ہوئی
اُن کی گلی میں اشک بہ داماں پھرا کئے

صد شکر آن رہ گئی قاتل کے ناز کی
اچھا کیا کسی نے نہ وعدے وفا کئے

جن کا خرام ناز سے چمکا کیا نصیب
وہ ذرّے اونچے ہو کے ستارے بنا گئے

احساس درد کی بھی نہ فرصت ملی کبھی
یہ کچھ نہ پوچھ عشق میں ہم کیا کیا کئے

کیں اُس نے مشتِ خاک سے قدرت نمائیاں
تا حشر حسن و عشق کے پُتلے بنا گئے

ہم کو ملا ہے شوق بہ اندازۂ حیا
پلٹے ہمیشہ ڈر سے ترے بے صدا گئے

نام اک وفا کی موت کا ہے ترکِ جور بھی
یارب کسی سے بن نہ پڑے بے جفا گئے

بس اتنی بات کہنے کو برپا کریں گے حشر
وعدے جو عاشقوں نے کئے تھے وفا کئے

کہنے دیا نہ رشک نے اُن سے بھی دل کا حال
ہم آپ ہی کہا کئے، آپ ہی سُنا کئے

کہتا ہے حُسن بیخودیٔ عشق دیکھ کر
اللہ اب تو بن نہیں پڑتی حیا کئے

جلووں کا ہے وفور وہی بعدِ حشر بھی
گو روز جلوہ گاہ کے پردے اُٹھا گئے

رقصاں کوئی زمیں پہ کوئی اوجِ دار پر
اُن کی گلی میں روز تماشے ہوا کئے

کیا روئیے نصیب کو آئی جہاں بہار
ہم آشیاں کے واسطے تنکے چُنا کئے

توہینِ التجا میں ہے جودِ کریم کی
ہم سے کبھی بلند نہ دستِ دعا کئے

بیخود کسی کے نازِ دل آزار سے یہ رنج
اہلِ وفا اسی کے سہارے جیا کئے

حالت پہ میری چھوڑ دے اے چارہ گر مجھے
مرنے نہ دے گی لذتِ دردِ جگر مجھے

ہو جلوہ گاہِ یار کی کیونکر خبر مجھے
کونین بن رہے ہے غبارِ نظر مجھے

ہے جلوہ گاہِ ناز کی اتنی خبر مجھے
لینے بڑھی نگاہ تری تا بہ در مجھے

اے انکسار دیکھ اب آزاد کر مجھے
مُڑ مُڑ کے دیکھتا ہے مرا راہبر مجھے

ہے جلوہ گاہِ ناز بھی وحشت اثر مجھے
لے جائے دیکھئے مری قسمت کدھر مجھے

یارب کسی سے کوئی بھی بچھڑے نہ اس طرح
محشر میں بھی ملے نہ مرے بال و پر مجھے

سر پیٹتی پھرے نہ کہیں عرش سے دعا
کرنا پڑے نہ ماتم مرگ اثر مجھے

مجھ کو بھری بہار میں افسردہ دیکھ کر
کیا کیا اُبھارتے ہیں مرے بال و پر مجھے

میری طرح مجھے کوئی پہچانتا نہ تھا
کیسا رقیب کھا گئی اپنی نظر مجھے

یہ کائنات ہے مرے عہدِ شباب کی
دنیا سے بڑھ کے ہے مرا دامان تر مجھے

دل خون ہوتے مجھ سے تو دیکھا نہ جائیگا
اب ہو نہ اپنے حال کی یارب خبر مجھے

معجز نما ہیں طولِ سفر کی کرامتیں
اُٹھی نظر جدھر نظر آتا ہے گھر مجھے

اللہ رے قیدِ عشق کی قدرت نمائیاں
کھلنے کے ساتھ بن گئے دیوار و در مجھے

کیا حشر پوچھتا ہے مرے خطِ شوق کا
جبریل سا ملا نہ کوئی نامہ بر مجھے

تا دام آشیانے سے آتے ہی کھل گیا
کس واسطے ملے تھے مرے بال و پر مجھے

کیا چشمِ انتظار سے چلتا اجل کا زور
مرقد میں جاگنا تھا ابھی رات بھر مجھے

(نوٹ)

یہ آخری غزل جو آپ کے انتقال کے دو روز پہلے ریڈیو سے نشر کی گئی

ارم میں بھی مگر گُل کی پریشانی نہیں جاتی
کہیں اہلِ جنوں کی چاک دامانی نہیں جاتی

بنا کر موج کی کشتی چڑھا جاتا ہوں ساحل پر
نہ جائے گو سمندر تیری طغیانی نہیں جاتی

ترے جلووں سے رخ کی چھاؤں دھوپ اس طرح دو رنگی
کہ خود مجھ سے بھی اپنی شکل پہچانی نہیں جاتی

یہیں دیکھا اجل کے زور کا بیکار ہو جانا
تپ غم سے جو ہی تھہرے پہ تابانی نہیں جاتی

محبت کا ستم خالق ہے عالم کی وفاؤں کا
یہ میری بات پر سچ تو ہے مگر مانی نہیں جاتی

بھرا کرتا ہے کلک حسن اُن جلوؤں میں رنگ ایسے
کہ صورت چاہنے والوں سے پہچانی نہیں جاتی

ترے جلووں سے یہ سمٹا ورق خود کھلتا جاتا ہے
کہوں کس منہ سے دل کی تنگ دامانی نہیں جاتی

یہ دوزخ ہے مجھے مجھکو نکل جانے دے جنت سے
خداوندا گناہوں کی پشیمانی نہیں جاتی

مشیت سے بگڑتا ہوں نہ قسمت سے الجھتا ہوں
کبھی بیخود مری وارفتہ سامانی نہیں جاتی

متفرقاتِ اردو دورِ اوّل

سائلِ بے نیاز آ سہو کلیم بھول جا
سجدے کروں کہ تو گدا اور گدا نواز میں

ترکِ ستم سے پہلے نہ معلوم تھا مجھے
تجھ سے سوا عزیز ہے تیری جفا مجھے

یارب کسی کی یاد میں کیا ہو گیا مجھے
ہونٹوں تک آ کے بھول چلی ہے دعا مجھے

اب تو فریبِ نفس سے اللہ ہی بچائے
بیخود سمجھ رہا ہے یہ کافر خدا مجھے

اُمنگ کا یہ رنگ ہے ہجومِ رنج و یاس میں
کہ جس طرح کوئی حسین ہو ماتمی لباس میں

واقف نہیں بیخود سے مگر یاد ہے اتنا
سجدے کئے اس نام پہ مجنوں نے ازل میں

کیا خبر وحشیوں پر بھی کچھ اثر تھا یا نہ تھا
اُن پہ جب تیغیں کھنچیں نشتر کھلے پتھر اُٹھے

نہیں معلوم کس کی ناؤ ڈوبی بحرِ اخضر میں
قیامت ہے نہ اُٹھی موج اِس نیلے سمندر میں

جنوں ہو یہ کہ ہو فرزانگی مجھ کو یہ حسرت ہے
سمجھ لیتا کہ دیوانے کے دِل پر کیا گذرتی ہے

تجھے بعد قیامت فرصتِ مشقِ ستم ہو گی
اٹھا رکھوں گا میں اپنے دِلِ ناشاد کے ٹکڑے

تماشاگاہ عالم کی کبھی پروا نہیں کرتا
سحرہاں اُٹھے جاتے ہیں تماشا دیکھنے والے

کس نے دیکھے ایسے مجرم ایسی تعزیریں کہیں
میرے دل نے ساتھ ہی قاتل کے زنجیریں کہیں

ارے غضب تجھے اتنا بھی امتیاز نہیں
ہوس ہوس ہے حقیقت تو کیا مجاز نہیں

چرچے ہیں اہل کعبہ واہل کنشت میں
رسوائیاں لکھی تھیں مری سرنوشت میں

تڑپنے پر مرے زنداں میں ظالم کو جو رحم آیا
بڑھادیں اور زنجیریں پہنادیں بیڑیاں بھاری

خدا جانے ادھر کیا تھا ادھر کیا تھا یہ دیکھا ہے
کہ حسن وعشق پر یکساں رہیں بیہوشیاں طاری

یہاں ہستی میں لاموجود الا اللہ ہے لب پر
نہ زاہد تیری ہشیاری نہ ہم رندوں کی میخواری

مرے بعد آنیوالوں کو پتے دیتی ہے یوں وحشت
یہاں دامن کو پھاڑا اور یہاں پھاڑا گریباں کو

شوق وصال شاہد رعنا لئے ہوئے
جاتے ہیں دل کی دل میں تمنا لئے ہوئے

میں اور اسیر موج تبسم خدا کی شان
قسمت نے ڈالدی ہے یہ زنجیر پاؤں میں

ہیں تیرے نقشِ پا میں غضب دل فریبیاں گویا بنی تھی حور کی تصویر پاؤں میں

سر کی طرح ہے پاؤں میں بھی چکر اے خدا آئی کہاں سے گردشِ تقدیر پاؤں میں

دے کے دل آپ میں آیا نہ گیا دل کسی بت سے اُٹھایا نہ گیا

کہہ رہا ہے گریۂ خونیں کا رنگ زخم تھا اور زخم بھی اُدھڑا نہ تھا

بہارِ خط نہیں ہے عارضِ تابانِ دل پر کھنچی ہے سبز جدول صفحۂ خورشیدِ محشر پر

وفورِ ناتوانی دیدنی ہے ہجرِ جاناں میں چھپا جاتا ہوں میں بیخود ہجومِ دردِ پنہاں میں

بھولتی ہے چمن میں کیا اپنی قفس کی بے بسی دیکھنا بال و پر کا وہ جوشِ بہار دیکھ کر

محشر میں کس کو دعوئ خوں کا خیال تھا اُسکو ملال ہے مجھے اِس کا ملال تھا

کون پڑھتا کاتبِ تقدیر کا لکھا مگر اپنا حالِ زار خود شرح بیاں کرتا رہا

یہ بھی مانا دور ہے ہم سے ابھی روزِ حساب قائمؔ آلِ محمدؐ کو تو دینا ہے جواب

تھا گرد آشیاں کے اک بجلیوں کا حلقہ　　کل پھول جب پڑا ہے بلبل کے بال و پر میں

گر گر کے گرد پھرنا شعلوں کا وہ بھڑکنا　　جلنا تھا اک قیامت بلبل کے آشیاں کا

جوائے راز ہستی روداد عشق سن لیں　　اک حرف رہ گیا تھا بیخود کی داستاں میں

واں آنے جانے والوں ہم آپ میں نہیں ہیں　　کس کا پیام دینا کس کا سلام لینا

اپنی تو ہمصفیر دیوں ہی قفس میں گذری　　گہ بال و پر کو دیکھا گاہے چمن کو دیکھا

جان دے دی بیخودِ شیدا نے آخر کیا سبب　　اے کسی کی یاد تجھ سے تو کوئی پروانہ تھا
ڈرتے ڈرتے جب حریم ناز میں رکھا قدم　　کہہ دیا ظالم نے تجھ سے تو کوئی پروا نہ تھا

خواب ہستی سے مری آنکھ کھلی جاتی ہے　　عمر سے کوئی یہ کہدے کہ دبے پاؤں چلے

کیسی نگہ سخن کیا اپنی ہر اک ادا میں　　مجبوریاں بھری ہیں محرومیاں بھری ہیں
بیخود ہے وہ مرقع صورت کدہ جہاں کا　　جس میں کہ رنگ کی جا مایوسیاں بھری ہیں

خود کامیوں میں گذری ناکامیوں میں گذری　　عمرِ عزیز گذری اور خامیوں میں گذری

بیتابیوں نے لوٹا، بیباکیوں نے مارا — یہ کوفتوں میں گذری تنہائیوں میں گذری
اللہ کیسی بنتی جیتے اگر ہمیشہ! — دو دن کی زندگی یوں ناکامیوں میں گذری

حشر تک کہتے رہیں گے ہر ادا پہ تیری سب — اپنی آنکھوں نے تو یہ عالم کبھی دیکھا نہ تھا

ہنسنے کے ساتھ ہنسنا رونے کے ساتھ رونا — آئینۂ جہاں کا یہ حال ہو رہا ہے
کل ذکر پر کسی کے ناصح بھی کہہ رہا تھا — سنتا ہوں اک زمانہ پامال ہو رہا ہے
او اپنی لغزشوں کے ہم سے چھپانے والے — محشر میں سب کے آگے اقبال ہو رہا ہے
اترا ہوا سا چہرہ، اتری ہوئی دھنسی آنکھیں — اب ضبطِ غم سے اپنا یہ حال ہو رہا ہے

کیا بتاؤں آہ رکسکے ضبطِ گریہ کا مآل — جس کے نالوں کا اثر پیدا کرے بیڑیاں

وہ دل اب کہاں اب وہ نالے کہاں ہیں — زمانے پہ یکساں اثر کرنے والے

جلوے سے تیرے یوں مرے چہرے پہ روپ آئے — سورج نکلتے پھانوں پہ جس طرح دھوپ آئے

دل کیا بتائیں کیا ہے اور کیا بتائیں کیا تھا — اب درد آشنا ہے پہلے غم آشنا تھا

الفت ہو یا عداوت لیکن یہ واقعہ ہے — میرے ہر اک عمل کی تصویر لی گئی ہے

اللہ وہ مصیبت بیخود کو پھر دکھا دے — اس وسعتِ جہاں پر یا وہ تھا یا خدا تھا

دیکھئے ان میں اُلجھ جاؤں کہ دیکھوں کوئے یار — حسن کی دُنیا ہے جو ذرہ مری منزل کا ہے

تیغ قاتل ہے کدھر ہے رسن و دار کہاں — اب تو ہر ذرے سے آتی صدائے منصور

ہتکنڈے تیرے جانثار نے کی دل میں ٹھانا — یہ بھی اگر گناہ ہے پھر تو گنا ہگار ہیں

بڑھتے بڑھتے چھا گیا آئینہ دل پر غبار — گرتے گرتے منزل ہستی کا پردہ گر گیا

خدا کے واسطے لے ناخدا مجھ سے کنارہ کر — کہ دریا جوش پر ہے اور مری کشتی ہے طوفانی

مجھ کو جکڑا ہے خیالات کی زنجیروں میں — کہہ گیا تھا کہیں بھولے سے کہ آزاد ہوں میں

آج کی شان کچھ نہیں دیکھنا میرا بانکپن — میرے لئے جہان میں جب کوئی نہ آسرا ہے

جلوہ قدرت تھا بس اتنا ہی تھا اتنا نہ تھا — یہ طلسم آب و گل کیا جانے کیا تھا کیا نہ تھا

ہم تری جلوہ گہ ناز تک آپہونچے ہیں — رہ گیا ہستیٔ موہوم کا پردا حائل

ہم تیری جلوہ گاہ کو سمجھے حذر کی جا — پردے کچھ ایسے پڑ گئے دل کے غبار سے

کسی کافر کو یہ دعویٰ کہ کعبہ ڈھا دیا میں   خود ہی بھولا دل ہی صنم اندر کو ٹوٹا
برنگِ گل خوشی سے ہو رہا ہے پیرہن پرزے   ہوا بدلی تو بدلی وہ طلسم رنگ و بو ٹوٹا

ہنگامِ نزع سانسیں کھنچ کھنچ کے آرہی ہیں   جھٹکوں سے ٹوٹتی ہیں نسیں نباہنے کی
دل مجھ سے پوچھتا ہے میں دل سے پوچھتا ہوں   آواز آرہی ہے کس کے کراہنے کی

دل پرخوں نظر آتا ہے تصویرِ غمِ بلبل   ارے اللہ ہم دل لیکے اس گلشن میں کیوں آئے

بس اب دیکھا نہیں جاتا دلِ گل کا لہو ہونا   الٰہی آہِ بلبل سے گرے صیاد پر بجلی

سر پیٹتے رہ جانا وہ عقلِ خرد گم کا   قابو سے تڑپ کر وہ فطرت کا نکل جانا
دن جس میں بسر ہم نے وہ بھی کوئی دنیا تھی   ہر بات پہ اَڑ پڑنا، ہر بات پہ چل جانا
وہ رات جوانی کی اُٹھی ہوئی وہ نیندیں   وہ آنکھ بدلتے ہی دنیا کا بدل جانا

حضور اہلِ دنیا کو کیا جانتے ہیں   یہ فرعون ہی کو خدا جانتے ہیں

تیغِ جلاد تیرے سائے میں   زندگی لائی یا قضا لائی
اس چمن میں تھا اپنا کام ہی کیا   لائی اور بوئے آشنا لائی
مجھ کو لے بے نیاز در پہ ترے   ہوسِ ترکِ مدعا لائی

پوچھا مزاج اگر کسی پرسانِ حال نے   آنسو ٹپک پڑے جگر سوگوار سے

کچھ ایسی آبنی ہے اب حال ہے یہ جی کا   رہنے لگا ہے ہر دم عالم ربودگی کا

متفرقاتِ اُردو دورِ ثانی

یہ ہے آج کیا بلبل و گل کے ہوتے   نظر آرہا ہے چمن خالی خالی

قطعہ

اے صبا لاکھ تجھ کو سمجھایا   نہ رُکی تیری دل لگی نہ رُکی
غنچہ کو گدگدا کے دیکھ لیا   دل کے ٹکڑے ہوئے ہنسی نہ رُکی
جان نکلی مری تو وہ بولے   لب تک آئی ہوئی ہنسی نہ رُکی

گلبن ہرے بھرے سب چھانٹ نکال ڈالے   ہاں اب رہ ستم کے کانٹے نکال ڈالے

بزم وصال پر ہے چھائی ہوئی اداسی   ہوتے ہی بند آنکھیں یہ خواب دیکھتا ہوں
تو دل کی کہہ رہا ہے اے بے حواس اور میں   جس شئے کو دیکھتا ہوں بیتاب دیکھتا ہوں

پوچھا مزاج اگر کسی پرسانِ حال نے　　آنسو ٹپک پڑے جگر سوگوار سے

کچھ ایسی آبنی ہے اب حال ہے جی کا　　رہنے لگا ہے پہروں عالم ربودگی کا

متفرقاتِ اُردو و دورِ ثانی

یہ ہے آج کیا بلبل و گل کے ہوتے　　نظر آ رہا ہے چمن خالی خالی

قطعہ

اے صبا لاکھ تجھ کو سمجھایا　　نہ رُکی تیری دل لگی نہ رُکی
غنچہ کو گُد گُدا کے دیکھ لیا　　دل کے ٹکڑے ہوئے ہنسی نہ رُکی
جان نکلی مری تو وہ بولے　　لب تک آئی ہوئی ہنسی نہ رُکی

گلبن ہرے بھرے سب چھانٹ نکال ڈالے　　ہاں اب رہ ستم کے کانٹے نکال ڈالے

بزمِ وصال پر ہے چھائی ہوئی اداسی　　ہوتے ہی بند آنکھیں یہ خواب دیکھتا ہوں
تو دل کی کہہ رہا ہے اے بیحواس اور میں　　جس شئے کو دیکھتا ہوں بیتاب دیکھتا ہوں

کسی کافر کو یہ دعویٰ کہ کعبہ ڈھا دیا میں نے — خوشی مجھکو کہ دل یعنی طلسم آرزو ٹوٹا
بزنگ گل خوشی سے ہو رہا ہے پیرہن پرزے — ہوا بدلی تو بدلی وہ طلسم رنگ و بو ٹوٹا

ہنگام نزع سانسیں کھینچ کھینچ کے آ رہی ہیں — جھٹکوں سے ٹوٹتی ہیں قسمیں نباہنے کی
دل مجھ سے پوچھتا ہے میں دل سے پوچھتا ہوں — آواز آ رہی ہے کس کے کراہنے کی

دل پر خوں نظر آتا ہے تصویر غم بلبل — ارے اللہ ہم دل لیکے اس گلشن میں کیوں آئے

بس اب دیکھا نہیں جاتا دل گل کا لہو ہونا — الٰہی آہ بلبل سے گرے صیّاد پر بجلی

سر پیٹتے رہ جانا وہ عقل حسیر و گم کا — قابو سے تڑپ کر وہ فطرت کا نکل جانا
دن جس میں بسر ہم نے وہ بھی کوئی دُنیا تھی — ہر بات پہ رن پڑنا، ہر بات پہ چل جانا
وہ رات جوانی کی اُڑتی ہوئی وہ نیندیں — وہ آنکھ بدلتے ہی دنیا کا بدل جانا

حضور اہلِ دنیا کو کیا جانتے ہیں — یہ فرعون ہی کو خدا جانتے ہیں

تیغ جلاد تیرے سائے میں — زندگی لائی یا قضا لائی
اس چمن میں تھا اپنا کام ہی کیا — لائی اور بوئے آشنا لائی
مجھکو اے بے نیاز در پہ ترے — ہوس ترک مدعا لائی

بل جو نکلا ظالموں کا خاک تھا نیں ہو گئیں　　جو بھویں تنتی تھیں وہ اتری کمانیں ہو گئیں
کانپتا تھا چرخ جن سے جن سے ہلتی تھی زمیں　　آج ایسی سرگذشتیں داستانیں ہو گئیں

واعظِ شہر سے حالت مری دیکھی نہ گئی　　آپ روتا ہوا پہنچا گیا بُت خانے میں

دیکھے گئے زمیں سے نہ جب آسماں کے ظلم　　اپنے جگر کے ٹکڑوں کو دل میں چھپا لیا

آہ مجھکو نہ ملی تب کربایں کی وسعت　　ختم تک سُن نہ سکا کوئی بھی افسانۂ دل

تعجب کیا جو پیری اپنی مفلس کی جوانی ہے　　کہ تھا رندِ ہوس ناکام کی پیری شباب اپنا
سکوں اپنا اگر اک کوند جانیوالی بجلی ہے　　تو اک گھر کر نہ کھلنے والی بدلی اضطراب اپنا
غضب ہے اپنی بیداری ہے خواب رندِ لاعقل　　قیامت ہے کہ دیوانے کی بیداری ہے خواب اپنا
صواب رائے کا فرطنیاں ٹھہری خطا اپنی
جو ہمشان خطائے اجتہادی تھا ثواب اپنا

آپ میرے نہوئے غیر کسی کا نہ ہوا　　میرا چاہا نہ ہوا آپ کا سمجھا نہ ہوا

ہم جو دل میں ہیں ہیں آثارِ لامکاں تو کیا　　ستم یہ ہے وہ کسی گھر میں آ نہیں سکتے
جگہ بدل دیں مری یہ تو اُن کے بس میں ہے　　وہ اپنی بزم سے مجھکو اُٹھا نہیں سکتے

یہ کہکے بزم میں خود جل بجھے ہیں پروانے — کہ شمع جلتی ہے اور ہم بجھا نہیں سکتے

کافر و دیندار کی دنیا میں راہیں اور تھیں — موت کی منزل میں دونوں کو بہم جانا پڑا
نقشِ پائے یار سے کوئی جگہ خالی نہ تھی — سجدے کرتے ہی مجھے ہر ہر قدم جانا پڑا

نکلا کبھی نہ آہ میری تیوریوں کا بل — اک خط پڑا تھا جو خطِ تقدیر ہو گیا

قطعہ

زلزلے آتے ہیں قبریں ہیں سلامی اکثر — کتنے بیچین ہیں یارب عدمِ نہاں والے
آکے آغوشِ لحد سے کبھی نکلا ہے کوئی — کسمساتے ہیں یہ کیوں گورِ غریباں والے

ٹوٹی ہوئی ناؤ دیکھتا ہوں — دریا کا بہاؤ دیکھتا ہوں
تو دیکھ کہ کیا کہا ہے میں تو — مصرع کا لگاؤ دیکھتا ہوں

صورت ہے اب یہ تن کی حالت ہی پیرہن کی — کچھ ہڈیاں بدن کی کچھ دھجیاں کفن کی

سہمے لحد سے اٹھے کیا جانے جانِ مضطر — کیا ہولناک منظر سوتے میں دیکھ آئی

یارب یہ دیکھنے کو رہتی نہ جان تن میں — لائی قفس سے قسمت اجڑے ہوئے چمن میں
یارب یہ ہے کسر کچھ قاتل کے بانکپن میں — مُردوں کو آرہی ہیں انگڑائیاں کفن میں

بڑی بھول ہے خود کو دنیا سمجھنا　　کہ پانی کی اک بوند دریا نہیں ہے

* * *

ہر گل نے چلتے چلتے ہر اک سے کہہ دیا ہے　　بلبل کی جان بن کر رہنا مرے چمن میں

* * *

اک اک کو پھنستے دیکھوں اور پھر بھی دم نہ ماروں　　قیدِ قفس میں مجھکو اس امتحاں نے مارا
رکھی ہے نعشِ بلبل، صیاد سوچ میں ہے　　اس کو قفس نے مارا، یا آشیاں نے مارا
وہ اور عرض غم پر آداب ناز بھولے　　سب کو نہیں نے مجھکو ظالم کی ہاں نے مارا
گذری تھی سب مجھ ہی پر ہاں تھی تو آپ بیتی　　لیکن دلِ حزیں کے طرزِ بیاں نے مارا

* * *

جلتا ہے جو پروانہ جلے شمع سے اور شمع　　گل ہو تو ہوائے پرِ پروانہ سے گل ہو

* * *

پروانے گرد سے ہیں ہاں جی لرز رہا ہے　　گل ہو نہ جائیں شمعیں پروانے جل نہ جائیں

* * *

بت بھی پوچھیں اگر خدا پوچھے　　وہ نہ پوچھے تو کوئی کیا پوچھے

* * *

زمانے میں کیا ہے زمانے میں کیا تھا　　بھرم ہی بھرم تھا بھرم ہی بھرم ہے

* * *

یہ ڈوبتی اچھلتی نبضوں کا ہے اشارا　　اب آفتاب نکلا، اب آفتاب ڈوبا
پھر پھر گئی نظر میں مستی کی موت۔ بیخود　　جب مے سے بھر کے خم میں جامِ شراب ڈوبا

سُن اُو زمانے بھر کو اپنا سا کہنے والے
ایسے بھی تھے کہ جن میں تھیں اور صفائیاں تھیں
کل جن کی خوبیوں پہ قرآن اُٹھ رہے تھے
سنتا ہوں آج اُن میں حد کی بُرائیاں تھیں

اور عِصیاں میں کوئی خوف نہیں
مجھکو اپنے سے حیا آتی ہے

لذتِ نفس کو سلام کیا
اپنی قدرت کا احترام کیا

لذت کبھی تھی اب تو مصیبت سی ہوگئی
مجھکو گناہ کرنے کی عادت سی ہوگئی
آخر کو دل کے مٹنے پہ بھی صبر آگیا
ہاں چار دن کو ایک قیامت سی ہوگئی

دنیا سے مرتے دم بھی یہ داغ لے چلے ہم
مڑ کر تو دیکھ لیتی روٹھی ہوئی جوانی

جھپکتی ہی نہیں شاید بھرے چھالوں کی آنکھیں ہیں
نہیں تاروں کی آنکھیں یہ بھرے کالوں کی آنکھیں ہیں

اب کیا کہ مرتے دم بھی دعوے زباں کے رد ہیں
مقبول ہے تو دل کا اذعانِ بے گناہی

تم بھی چاہو اور علاجِ دل نہ ہو
غمگساروں میں کوئی قاتل نہ ہو

ہے نظر میں قید ہوتے وقت کی تصویرِ باغ
یہ مٹے تو دیکھئے کیا مٹ گیا کیا رہ گیا

میان میں تیغِ جفا بیتاب تھی زخمِ دلِ بیخود کو سینا ہی پڑا
جان دینا ہجر میں تھا زندگی موت تو یہ تھی کہ جینا ہی پڑا
منہ تھا ساقی کا کہ جامِ زندگی زہر تھا ہرچند پینا ہی پڑا

کہاں کا ہولِ محشر اجر لینا ہے شہادت کا کہ میں کشتہ ہوں اپنی عاقبت دشمن طبیعت کا

حدِّ کرم میں مجھکو حدِ ستم دکھا دی چھوڑا مجھ ہی پر اس نے حب امتحان میرا

ہاں میرا شکر بھی تھا مجبوریوں کا شکوہ شرمندہ کر نہ مجھکو فردِ عمل دکھا کر

ہر اگناہ سوا اسکے مجھ کو یاد نہیں کہ دل سے توبہ کرائی شباب میں میں نے

دہائیاں دلِ محروم کی ہیں محشر میں کہ مجھ سے توبہ کرائی شباب میں اس نے

باقی ابھی ہے میرے گناہوں کا انتقام میں اور مصیبتوں پہ گماں امتحان کا

کون ہے حشر میں دعویٰ کہ جو موجود نہیں میرے قاتل کی جبیں تا شکن آلود نہیں

تو اور بھول کر نہ ستانے کا نام لے فریادیوں سے تیرے خدا انتقام لے

خلش خار سے جی بھر کے مزہ لینے کو چلتے چلتے ترے دیوانے ٹھہر جاتے ہیں

دل کی اُفتاد ہے تصویرِ مآلِ فردا مجھ پہ آئینہ ہے جو کچھ مری تقدیر میں ہے
کہہ دیا حشر میں میں نے دلِ مجبور کا حال کل بھی زنجیر میں تھا آج بھی زنجیر میں ہے
ایک کہرام ہے زنداں میں کہ چھٹ کر قیدی کہتے ہیں جائیں کہاں پاؤں تو زنجیر میں ہے

یہ نغمۂ دل ساز حقیقت کی صدا ہے عشاق کے پردے میں خدا بول رہا ہے

شمع کا بھیس بدل آئی ہے پروانے کی موت وہ کسی فکر میں ہے یہ کسی تدبیر میں ہے

بے نیازی کا جو دعویٰ ہے وہ باطل ہو گا ایک دن آپ کے پہلو میں مرا دل ہو گا

مجھ کو یہ جوشِ ندامت میں نظر آتا ہے آسماں جھک کے مری قبر بنا جاتا ہے

مجھے قسمت نے دے رکھی ہیں کچھ ایسی تمنائیں ہمیشہ دل سے جن کے بر نہ آنے کی دُعا نکلے

یہ انداز ہے بیخود مرے دل کے دھڑکنے کا کہ جیسے زہر خوردہ نزع میں اُٹھ اُٹھ کے گرتا ہو

مری کشتی کو اتنے دن ہوئے طوفاں نے گھیرا تھا جہاں دریا ہے ساحل تھا جہاں ساحل ہے دریا تھا

ہاتھ اور پانوں رہے جاتے ہیں — سیل اُمڈی ہے بہے جاتے ہیں

ایسے مایوس تم تو ہو بیخود — جیسے تمکو خدا نے چھوڑ دیا
جس کو تیری جفا نے چھوڑ دیا — اس کو اہلِ وفا نے چھوڑ دیا

عمر معراج میں کٹی بیخود — گرد راہ ابو تراب رہے

رات کاٹی ہے کچھ اسطرح مریضِ غم نے — کہ اب ہم دن کے نہ کٹنے کی دعا کرتے ہیں

دن دلِ مردہ کے ساتھ اہلِ حیا نے کاٹے — رات جیسے کوئی میت کے سرہانے کاٹے

رویا کوئی جو کرب سے منہ ڈھانپ ڈھانپ کے — رہ رہ گئی کسی کی لحد کانپ کانپ کے

تیرے نغمے پہ ترا چاہنے والا کھیلے — جس طرح بین کی آواز پہ کالا کھیلے

خرد سے پوچھ سخن وہ خزانہ ہے جس کو — قضا نہ چھین سکے آسماں نہ لوٹ سکے
خدا گواہ کسی فرد کی حقیقت کیا — کہ اسکو مل کے بھی سارا جہاں نہ لوٹ سکے

قصائد

در منقبت آئمۂ طاہرین علیہم السلام

در مدح زوجِ بتول نفسِ رسولؑ علیہ السلام

ہے یہ قدرت کو خبر کون ہوں میں کیا ہوں میں
عالمِ حال کے اسرار کی دنیا ہوں میں

آندھیوں سے ہے بنا جس کی وہ صحرا ہوں میں
جس کی فطرت ہی تلاطم ہے وہ دریا ہوں میں

سر بسر جوہرِ صرصر ہے سراپا میرا
آسماں سے نہ رُکے جو وہ بگولا ہوں میں

ساحلِ عرش سے ٹکراتی ہیں موجیں میری
وہ تلاطم ہوں وہ چڑھتا ہوا دریا ہوں میں

ابھی گھرتی ہوئی بدلی ابھی گرتی ہوئی بجلی
ابھی آندھی ہوں ابھی رعد کا نعرا ہوں میں

آنِ واحد میں پہاڑوں سے اُترتی ہوئی سیل
دیکھتے دیکھتے اک ابرِ فلک سا ہوں میں

ایک ساعت میں دخانِ جبلِ آتشبار
ایک دم میں کرۂ نار کا شعلا ہوں میں

دہر کیا لوح۔ قلم۔ کاتبِ قدرت ہے گواہ
نقشِ سرنامہ مجموعۂ انشا ہوں میں

اک مرے دم سے ہے کونین کی بستی آباد
آسرا دہر کا، جنت کا سہارا ہوں میں

ایک چھائی ہوئی گرد ایک ہی بیٹھی ہوئی گرد
آسماں اور زمیں سی یہ سمجھتا ہوں میں

نیستی میری عدم ہے مری ہستی ہے نہ وجود
کچھ نہ ہونے پہ بھی سرمایۂ دنیا ہوں میں

سرِ یونس دلِ یحییٰ، کفِ دستِ داؤد
روئے یوسف کفِ موسیٰ لبِ عیسیٰ ہوں میں

گریہ نوح ہوں میں نوحۂ یعقوب ہوں میں
صبرِ ایوبؑ ہوں سوزِ زکریاؑ ہوں میں

اے مرے اوج کا اقرار نہ کرنے والے
پوچھ کروبیوں سے کون ہوں کیا ہوں میں

نہیں تو یہ مرے اسرار کجا اور یہ کجا
کچھ خبر ان کو نہیں کون ہوں کیا ہوں میں

خاکِ پا میری فرشتوں کی جبیں کا صندل
اُس پہ جانے نہ کوئی خاک کا پتلا ہوں میں

نام سے بارِ امانت کے لرزتے تھے ملک
جب صفیں چیر کے میدان میں نکلا ہوں میں

سب کے خالق نے مرے حق میں فرشتوں سے کہا
کچھ نہیں جانتے تم اسکو سمجھتا ہوں میں

آفریں بارِ امانت کے اُٹھانے والے
کوئی کیا جانے ترا جاننے والا ہوں میں

کون واقف ہے کہ اس پردے کے اندر کیا ہے
نہ اُٹھایا جسے قدرت نے وہ پردا ہوں میں

عقلِ کل ہی سہی وہ حاملِ قرآں ہی سہی
اب وہ کچھ بھی سہی کب دھیان میں لاتا ہوں میں

خود کو پہچانو نہ اللہ کو اپنے جانو
جب ہو یہ جہل تو جبریلؑ کا ہمتا ہوں میں

ہے نظر میں وہ فرشتوں کی صفوں کا سجدہ
ایک منظر تھا کہ اب تک نہیں بھولا ہوں میں

طور پہ نور کے حرفوں میں تجلی نے کہا
نگہِ شوق لبِ جلوہ تقاضا ہوں میں

نازکرنے کو مرے تا بہ ابد کافی ہے
لن ترانی تو لبِ ناز سے سنتا ہوں میں

آئینہ خانہ ہستی کی ہے رونق ہم سے
سب ہیں آئینہ فقط انجمن آرا ہوں میں

ایک جلوہ نہ رہے گا کسی آئینہ میں
دیکھ اب منظرۂ عام سے ہٹتا ہوں میں

اس کا رونا ہے ملک رہ گیا انساں نہ ہوا
اپنے معصوم کی میت پہ بھی روتا ہوں میں

میری ثنا نہیں ہیں خرد سوز کوئی کیا سمجھے
کہیں ہوں قعرِ ثریٰ اوجِ ثریا ہوں میں

شورِ محشر مجھے رقاص کے پاؤں کی دھمک
صور کو بربطِ ناہید سمجھتا ہوں میں

صُحبتِ صوفی مجھے دِل کے دھڑکنے کی صدا
آن کی آن میں تخیُّل ملک کی معراج
ابھی رُکتا نہیں افلاک کی دیواروں سے
گردِ خوابیدہ ابھی اور ابھی اُمڈی ہوئی سیل
ابھی قطرہ ابھی دریا ابھی دریائے محیط
ایک ساعت میں دلِ مطمئنِ ابراہیمؑ
ابھی دُنیا سے بھی رم کرنے میں وحشت مجھکو
جب مرے واسطے بچھی ہے بساطِ قدرت
رگِ گوہر رگِ مرمر رگِ خارہ رگِ سنگ
رگِ برگ و رگِ مار و رگِ غنچہ رگِ گل
رگِ نبض و رگِ دست و رگِ چشم و رگِ پا
مجھ میں ہستی ہے ابھی گم ابھی میں ہستی ہوں
بیم کی موج سے ٹکراتی ہے اُمید کی موج
عالمِ خاک ابھی دُنیا ہے ابھی عالمِ آب
حد سے بڑھ جاؤں تو ہو جائے زمانہ تاریک
گمرہی میری خدا ساز ہے اللہ اللہ
کہیں کُھلتا ہے معمّے سے معمّہ بیخود
چشم کا فر ہوں ابھی میں ابھی چشمِ عارف
ہے مرے بعد کوئی موج نہ قطرہ نہ حباب

صورتِ خوف ہوں دہشت کا ہیولیٰ ہوں میں
دم کے دم میں ہوسِ طالبِ دُنیا ہوں میں
ابھی زنجیرِ خیالات میں جکڑا ہوں میں
ابھی کچھ ذرہ ناچیز ابھی دریا ہوں میں
ابھی ذرہ ابھی صحرا ابھی دنیا ہوں میں
ایک دم میں نگہِ حسرتِ موسیٰؑ ہوں میں
ابھی اپنے کو سمجھتا ہوں کہ دُنیا ہوں میں
ہے غلط کیا جو کہوں پردۂ دنیا ہوں میں
رگِ لعل و رگِ یاقوت مطرا ہوں میں
رگِ تاک و رگِ ابرِ چمن آرا ہوں میں
رگِ قلب و رگِ روح و رگِ سودا ہوں میں
ابھی اک قطرۂ ناچیز ابھی دریا ہوں میں
بیم و امید کے طوفان کا دھارا ہوں میں
صرصرِ شوق ہوں طوفانِ تمنا ہوں میں
گردِ غم آنکھ کا تِل حال سویدا ہوں میں
آن کی آن میں معبُود بناتا ہوں میں
نہ سمجھنا ہے مجھے کچھ نہ سمجھتا ہوں میں
ابھی دُنیا ہوں ابھی پردۂ دُنیا ہوں میں
آخری قلزمِ فطرت کا کنارا ہوں میں

دفعتہ عالم ہستی کا ہوا اور ہی رنگ
ایسا منظر ہے کہ حیران تماشا ہوں میں

وہ ہوا آئی فدا جس پہ نسیم فردوس
عطرِ گل میں چمنِ قدس کے ڈوبا ہوں میں

لو برستے ہیں تجلی کے تراشے ہوئے پھول
سر سے پا تک شجر طور تجلّا ہوں میں

دہر اب جلوہ گہِ ناز بنا چاہتا ہے
میں ہٹوں شاہدِ مقصود کا پردا ہوں میں

ہے ہر اک جلوے کی تصویر مرے دامن میں
پردۂ دیدہ پُر شوق و تمنا ہوں میں

جلوہ آرا ہوا ہمنام علےؑ اعلےٰ
اب زمیں کیوں نہ کہے عرشِ معلّا ہوں میں

جنبِ حق دستِ خدا وجہ خدا عینِ خدا
چشمِ بد دور ترا دیکھنے والا ہوں میں

ساقیٔ بزمِ مودت ترے قدموں کے نثار
تیرا بیخود ترا سرمستِ تولّا ہوں میں

اب زباں ہے مری موسیٰ کی زبانِ الکن
کیا خدا جانے تری شان میں کہتا ہوں میں

مژدہ اے دل لبِ اعجاز سے آئی آواز
مجھکو جس نغمے کی حسرت تھی وہ سنتا ہوں میں

مطلع بزبان مولائے کونین

جس کا ہر ذرہ ہے کونین وہ صحرا ہوں میں
لامکاں جس کا ہے ہر قطرہ وہ دریا ہوں میں

جس کے دامن میں ہیں کونین کے سب نقش و نگار
وہ مرقع ہوں وہ تصویر کا پردا ہوں میں

میرے اوصاف کا دامن ہے دو عالم کا محیط
کہیں افلاک کے آغوش میں آتا ہوں میں

لامکاں تک نظر آتی ہے مری موج پہ موج
وہ تموج وہ اُمنڈتا ہوا دریا ہوں میں

ہو وہ انجیل کہ توریت ہو قرآں کہ زبور
ہیں یہ سب پیش نظر محوِ تماشا ہوں میں

کعبہ میں مہرِ نبوت نے قدم چوم لئے
راہِ معبود میں وہ رہروِ یکتا ہوں میں

ہو وہ دنیا کہ ارم عرش ہو یا پردۂ قدس
ہو کوئی باغ بہار چمن آرا ہوں میں

نہیں عارف مرا اللہ و پیمبرؐ کے سوا
ماورای حدِ تخیل حضر وزا ہوں میں

پردہ قدس کا دھوکا ہے مرے بستر پر
کہ تماشائی سحالِ شبِ اسرا ہوں میں

جس نے دیکھا مجھے محبوبِ خدا کو دیکھا
پرتو صاحبِ معراج سراپا ہوں میں

کیا نہ تھے ختمِ رسلؐ جامعِ اوصافِ رسلؐ
کھل کے کہنا ہی پڑا کون ہوں میں کیا ہوں میں

نام میرا اُسے طغرائے شہنشاہی ہے
زینتِ ناصیۂ عرشِ معلیٰ ہوں میں

کوئی کہتا ہے بشر کوئی سمجھتا ہے خدا
ہوں تو بندہ مگر اس شان کا بندا ہوں میں

میرے انداز میں باتیں ہوئیں معراج کی رات
وجہِ تسکینِ دلِ شاہدِ اسرا ہوں میں

روحِ قرآں کی قسم آیۂ بلّغ کی قسم
بعثتِ صاحبِ لولاک کا منشا ہوں میں

ہر نفس میں ہے مرے جنبشِ بالِ جبرئیل
بے نیازِ خبر و قاصدِ انشا ہوں میں

لوحِ محفوظ ہے آئینۂ علمِ علّام
ایسا آئینہ ہے اور دیکھنے والا ہوں میں

رازدارِ جبروت و ملکوت و لاہوت
دیکھ اب کیا ہوں اور اب کیا ہوا اور اب کیا ہوں میں

مختصر یہ کہ فضائل کا مرے حصر نہیں
تحتِ خالق ہوں میں مخلوق سے بالا ہوں میں

یہ زباں تھی جسے کہتے زبانِ قدرت
بہزاد اب بے ادبی ہو گی جو گویا ہوں میں

قصیدہ

امتحاں میں شکن ابرو پہ نہ لانے والے
رہِ معبود میں گھر اپنا لٹانے والے

منزلوں آگے ہیں سب سے رہِ جانبازی میں
بخدا تیری طرح تیر کے گھرانے والے

حرمتِ کعبہ ترے دل کی قسم کھاتی ہے
اے حرم چھوڑ کے جنگل کو بسانے والے

گو تھے جانبازِ خلیل اور ذبیح اور مسیح
مگر ایسے تو نہ تھے ناز اُٹھانے والے

سب سے آگے ہیں رہِ عشق و وفا میں واللہ
بخدا تیری طرح تیرے گھرانے والے

امتحاں ایسا زمانے میں کسی کا نہ ہوا
آفریں تجھکو بھرے گھر کے لٹانے والے

ہو گئی صاحبِ معراج کی شان اور بلند
تجھ سے اے نیزے پہ معراج کے پانے والے

شیرِ زہرا کی قسم، خونِ محمد کی قسم
بے حمیت تھے ترا خون بہانے والے

حشر کے بعد بھی روئیں گے لہو کے آنسو
قبر میں اپنے ہمیشہ کے رُلانے والے

تو ہے واقف کہ نہیں کوئی مرا دنیا میں
اک تری ذات ہے یا تیرے گھرانے والے

در پہ آیا ہوں ترے بنکے سراپا اُمید
سب کی بگڑی ہوئی قسمت کے بنانے والے

دے کچھ ایسا مجھے جس پر مرا دل ناز کرے
اے خدائی میں خزانوں کے لٹانے والے

نہ سُنی تو نے جو میری نہ سنیں گے ہرگز
وہ جو ہیں ساری خدائی کے بنانے والے

تیرے دروازے سے محروم اگر جاؤں گا
ہوں گے انگشت بدنداں نہ زمانے والے

اقربا کو مرے حاصل ہو فلاحِ دارین
تیرے در سے جو نہیں اب کہیں جانے والے

عارفِ زار پہ بھی ایک نگاہِ الطاف
میرے کونین کی بگڑی کو بنانے والے

قصیدہ

در منقبت جگر گوشہ بتول و جگر پارہ رسول امام غائب عجل اللہ فرجہٗ

ازل میں چھلکے مدحِ ساقیِ کوثر کے پیمانے
قلم کو لوحِ قدرت پر لگیں انگڑائیاں آنے

وفورِ کیف میں چاہا جو لکھے حال ساقی کا
لبِ قدرت لگا پیرِ مغاں کا حال دُہرانے

قلم تھا اب قلم کا ہیکو اک انگشتِ حیرت تھا
یہاں تک ملتے جلتے پائے ان دونوں کے افسانے

بظاہر فرق ظاہر تھا امامت اور رسالت کا
اگر اس کے سوا کچھ تھا تو وہ اللہ ہی جانے

قلم پر وجد رقص وحال کا عالم رہا طاری
لکھے بارہ اماموں کے اگر مدحت کے پروانے

لب قدرت پہ آخر بارہویں ساقی کا نام آیا
تو جوش مے سے شیشوں کی طرح رقصاں تھے پیمانے

محمد مہدی آخر زماں پیارا لقب جس کا
کہ بعد حشر بھی جس کے کہے جائیں گے افسانے

قیامت منتظر اس کی خدا اس کا تمنائی
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

نظر اللہ کی اُس پر نظر اس کی زمانے پر
یہ منشا ہے کہ اب جانے زمانہ اور اب جانے

تحیر دیکھنا اس کا کہ بے جبرئیل کے آئے
یہ ہر اک بات کو سمجھے یہ ہر اک راز کو جانے

ترنگ آ گئی ہے مجھ کو اور لکھوں مطلع رنگیں
بہار آجائے باغ دہر میں کھل جائیں میخانے

مطلع

ابھی مجھ کو خبر دی ہے خیال عرش پیمانے
چھُنے جاتے ہیں گرد حوض کوثر آج پیمانے

وہ پیمانے کہ جن پر پنجتن کا نام کندہ ہے
ید قدرت کی جن پر مہر جن کی قدر دل جانے

وہ پیمانے ید قدرت نے خود جن کو بنایا ہے
وہ پیمانے کہ جنت میں رہیں گے جن کے افسانے

وہ پیمانے کہ جو گنجینۂ قدرت کی زینت ہیں
وہ پیمانے کہ جو دیکھے انھیں شان خدا جانے

ہے وہ مے حوض کوثر میں کہ جس پر جان دیتے ہیں
زمانے بھر کے دل والے زمانے بھر کے فرزانے

وہ مے ہے جس کا ہر قطرہ ہے یوں جنت کا آئینہ
کہ جیسے آنکھ کے تل ہوں حیا کے آئینہ خانے

بظاہر یہ مے حب علی کا ایک پرتو ہے
حقیقت کی نہ کچھ پوچھو حقیقت کی خدا جانے

مے حب علی کیا ہے نہیں معلوم یہ لیکن
کچھ ایسی ہے بھرے ہیں جس سے ہر عالم کے میخانے

پیا ہے جس کو خمار ازل نے پیشتر سب سے
پیئے ہیں صاحب لولاک نے اس مے کے پیمانے

نبوت کیا وصایت کیا نہ تھی مومنیت بھی
دل وجاں سے اگر پیتے نہ اس کو جد کے فرزانے

جھپکیا... گراں کہ جب کھولی تصور نے تو کیا دیکھا
کہ گردِ حوضِ کوثر جمع ہیں حیدر کے دیوانے

وہ پیرِ میکدہ نے بڑھ کے ساقی کی جبیں چومی
بڑھے وہ دست بوسی کے لئے ساقی کے مستانے

محمد پیرِ مے خانہ، علی مرتضیٰ ساقی
وہ مستانے جنھیں دل اوصیا، وانبیا مانے

ہے خمارِ ازل کی شان یا اعجاز ساقی کا
کہ پی لینے پہ ویسے ہی بھرے رہتے ہیں پیمانے

قصورِ حاتم و نوشیرواں میں بن گئے روزن
مشامِ جود و نصفت میں لگی مے کی مہک آنے

جو دورِ انجام کو پہنچا تو بولا پیرِ مے خانہ
خبر بھی ہے یہاں کیوں جمع ہیں الفت کے دیوانے

ہمارا بارہواں قائم مقام اترا ہے دنیا میں
جسے حکمِ خدا سے خلق حسنتم اوصیا مانے

اسی کا مقتدی بننے کی اک معراج باقی تھی
وگرنہ چرخِ چارم پر کہیں رکتے ہیں فرزانے

تکلم دیکھنا اس کا کہ گویا بولتا ہوں میں
اگر میرا ہی کوئی سننے والا ہو تو پہچانے

مرے کانوں میں اکثر گونج جاتی ہے صدا اپنی
وہی لہجہ وہ شیوے وہی وحدت کے افسانے

نوائیں اس کی رہتی ہیں ہمیشہ سمعِ قدرت میں
یہ قدرت کی نوائیں ہیں مگر نافہم کیا جانے

اسی کی عدل و رافت سے ارم بن جائے گی دنیا
سنیں گے آسماں والے زمیں والوں کے افسانے

ثنائے مصطفےٰ کے بعد کچھ لکھنے کے کیا معنی
مگر کیا کیجئے آخر شتاب دل نہ جب مانے

مطلع

تجھے اے قائمِ آلِ نبی بیخود نہ پہچانے
خدا کی طرح تو دنیا کے دل کا مدعا جانے

وہ دن آتا کہ صحنِ کعبہ میں تیرے قدم آتے
نبی کی آن دکھلانے خدا کے راز سمجھانے

نصیری بڑھ کے کہتے لو خدا اپنا اتر آیا
خدا کے راز سمجھانے خدا کی شان دکھلانے

پسند آیا ہے مجھ کو وادیٔ خضرا کا ویرانہ
کریں کیونکر نہ آخر بستیوں پر ناز ویرانے

کیا کرتا ہوں میں نادیدہ وصفِ گلشنِ خضرا
کہا کرتا ہے واعظ جس طرح جنت کے افسانے

مرقع سیزدہ معصوم کا بیشک ہے تو لیکن
جو اُن کا دیکھنے والا تجھے دیکھے تو پہچانے

محمدؐ اور اُن کی آل کو سب دیکھ لیں یکجا
اسی سے تجھکو بھیجا حق نے سب کی شان دکھلانے

عجب کیا ہو یہی منشاء جو قدرت کا قیامت سے
محمدؐ اور اُن کی آل کو ہر فرد پہچانے

قیامت کو جو آنا ہے تو آئے تیرے جانے پر
اگر پہلے ہی آتی ہے تو آئے ٹھوکریں کھانے

تجھ ہی پر اُٹھ رہا ہے انتقام یوسف زہرا
سمجھ لے جو بھی اس ملنے کو تیری منزلت جانے

ثنائے قائم آل محمدؐ کی تو ایسی کی
تری ہے وہ مثل بیخود کرے انسان کر جانے

قصیدہ

در منقبت جگر گوشۂ بتولؑ و جگر پارۂ رسولؐ امام غائب عجل اللہ فرجہٗ

زمیں کو شعلہ زن دیکھیں فلک کو شعلہ زا دیکھیں
ستم کی آگ کو کب تک جہنم زیر پا دیکھیں

فلک کو دود آہ قلب سوزاں کو زمیں سمجھیں
زمیں کو تودہ خاکستر قلب سما دیکھیں

سمائے تا سماک ہو بجلیوں کی متصل بارش
فضا میں گو گھٹا کیسی نہ دھبّہ گرد کا دیکھیں

جبل آتش زدہ کاغذ کی صورت اُڑتے پھرتے ہیں
یہ دیکھا ہے نہ جانے اور آگے چل کے کیا دیکھیں

وہ بیدادوں کی ایجادیں کہ جن سے اہل ہر عالم
زمیں میں تہلکہ دیکھیں فلک میں زلزلا دیکھیں

ہے صنعت جن سے دل مردہ ہے قدرت جن سے شر مردہ
مشیت جن سے آزردہ یہ کیا درد آشنا دیکھیں

نہ کرنے پائیں ذرے کام کچھ تکوین اشیاء کا
ابھی مشرق میں آٹھہریں ابھی مغرب کو جا دیکھیں

جفا اہل زمانہ کو صلائے عام دیتی ہے
کہ مرنا ہو تو آئیں کیوں اجل کا راستا دیکھیں

کہیں رکتی نہیں شمشیر سفا کان بے پروا — یہ دیکھیں ابن بو طالبؑ نہ ابن مرتضیٰؑ دیکھیں
یہ دعوے ہیں ولی کیسا وصی کیسا، نبی کیسا — خدا بھی ہم کو مل جائے تو خنجر آزما دیکھیں
نہ کرنے پائے اُٹھ کر خاک بھی ماتم شہیدوں کا — جہاں کے خشک و تر کو اک سمندر خون کا دیکھیں
جہاں فریاد کی گونجی ہوئی آواز ہے یارب — کہاں تک قبل محشر دہر میں محشر بپا دیکھیں
حرم والوں کی تاراجی ارم والوں کی بربادی — یہ سب ہوتا رہے دنیا میں اور اہل حیا دیکھیں
دغا کا ظلم کی روباہ بازی یوں گلا گھونٹے — نہ شیران وغا بھریں جو دکھلائے جفا دیکھیں
وہ اہل سوز جن کی آہ سے اہل ستمگر کو — دھواں بنتا ہوا دیکھیں فنا ہوتا ہوا دیکھیں
برنگ برف پگھلے قطرہ قطرہ ہو کے بہ جائے — نگاہ گرم سے گر بہ سوئے مہر و سما دیکھیں
زمیں کب کی پلٹ چکتی فلک کب کے اُلٹ چکتے — یہ دیکھیں اس قیامت کو کہ فرمان خدا دیکھیں
اسی فرماں سے ہیں مجبور لکھا ہے یہ قسمت میں — نہ نکلے اُف یوں ہی دل کو لہو ہوتا ہوا دیکھیں
نہ صبر حضرت مہدیؑ نہ علم حضرت باری — یہ منظر صبر سے پھر کس طرح اہل صفا دیکھیں
وہ مہدیؑ قائم آل محمدؐ ہے لقب جس کا — وہ مہدیؑ جس کا منہ شمس و قمر ارض و سما دیکھیں
نہ آدم تا بہ خاتم ہم ز خاتم تا دم رجعت — برابر راہ جس کی جملہ خاصان خدا دیکھیں
اب ایسا مطلع روشن لکھوں میں مدح مہدیؑ میں — حریم قدس کی خلوت میں بھی جس کی ضیا دیکھیں

مطلع

جو یوں اللہ اصل سب تجھے اہل ضیاء دیکھیں — شریک ماسوا دیکھیں سوائے ماسوا دیکھیں
جمال مصطفیٰ دیکھیں جلال مرتضیٰ دیکھیں — یہ حسرت ہو جنھیں تجھ میں کمال کبریا دیکھیں
تجھے بھیجا بھی بلوا بھی لیا پردے میں غیبت کے — کہ کچھ دن عرش والے اور بھی جلوہ ترا دیکھیں
نہ ڈھونڈھیں وادیٔ خضرا میں تجھکو ڈھونڈھنے والے — نظر پائی ہو تو عالم حریم راز کا دیکھیں

بہار وادی خضرا بسی ہے جنکی آنکھوں میں — وہ جنت میں بھی جائیں تو یہی دلکش فضا دیکھیں
یہ کتنے اُٹھ گئے دُنیا سے آخر منتظر تیرے — کہاں تک راستہ دیکھیں کہاں تک آسرا دیکھیں
لحد کے جاگنے والوں کی لیکن یہ تمنا ہے — جب اُٹھے پردۂ غیبت جمالِ کبریا دیکھیں
کہاں تک زندہ رہنے والے تیرے منتظر آخر — تصور کے کرم سے اسطرح جلوہ ترا دیکھیں
یہ دل کہتا ہے تو کہنے ہی والا ہے مشیت سے — کہ آخر تا کجا بینائی اہلِ وفا دیکھیں
اُدھر سے ہونے ہی والا ہے اب فرمان رجعت کا — کہ دنیا ہی میں اہل شر جہنم کا مزا دیکھیں
نئی اک سجدہ گاہ از بہر اہل ذوق پیدا ہو — زمیں کو نقش پا سے تیرے عرش کبریا دیکھیں
تجلی ہوتی ہے اکثر بقدر تاب نظارہ — نجانے تجھ میں ہم کیا دیکھیں روح اللہ کیا دیکھیں
مسیحا آئیں گے تیرے جلو میں تاکہ منکر بھی — نبی کو مقتدی دیکھیں وصی کو مقتدا دیکھیں
مسیحا کی ابھی اک آخری معراج باقی ہے — کہ تیرے پانوں پر اپنی جبیں سجدہ زا دیکھیں
خرد کوتاہ ہے جن کی نظر کوتاہ ہے جن کی — ازل کو ابتدا دیکھیں ابد کو انتہا دیکھیں
قدم سے تا قدم تو جلوہ گر ہے علم باری میں — ہمیشہ کیوں نہ ہم تجھکو امام حق نما دیکھیں
خدا کی آخری آیت ہے تو اہل نظر تجھ میں — جمال اوصیا دیکھیں کمال انبیاء دیکھیں
تری سے تا حریم قدس معصوموں کے صدقے میں — بس اب تو ہی نظر آتا ہے کیا تیرے سوا دیکھیں
تری اک شان اس پہ سیزدہ معصوم کی شانیں — تجھے پھر ہم نہ کیونکر سر بسر شان خدا دیکھیں
امانت ہے یہ اُن کی یا تری سمجھیں تو کیا سمجھیں — جو تجھ میں ہے وہ ہی دہر نبی کا معجزا دیکھیں
مجسم کس طرح ہوتے ہیں اخلاق الٰہیہ — جنھیں یہ دیکھنا ہو اک نظر عالم ترا دیکھیں
عجب کیا گر یہی ہو وعدہ دیدار کا مطلب — ترے پردے میں دل والے جمال کبریا دیکھیں
متشکل قدرت حق سے جو قدرت ہو تو کیسی ہو — جنھیں یہ دیکھنا ہو شوق سے جلوہ ترا دیکھیں

شب معراج میں کیا تھا حریم قدس کا عالم
جنھیں یہ دیکھنا ہو وہ تری خلوت میں آ دیکھیں

علیؑ کی التجا تو ہے محمدؐ کی دعا تو ہے
خدا کا مدعا تو ہے کسے تیرے سوا دیکھیں

کہیں ہاں کے سوا اللہ بل جاتا ہو تو ہم بھی
کوئی در دوسرا دیکھیں کوئی گھر دوسرا دیکھیں

وہ دن آئے کہیں جلدی کہ تیرے نام کے دشمن
جہنم فوق سر دیکھیں جہنم تحت پا دیکھیں

وہ دن آئے کہیں جلدی کہ تیرے چاہنے والے
زمیں سے تا فلک جلوے کو تیرے برملا دیکھیں

وہ دن آئے کہ جب کُل اہل دنیا ساتھ سجود کے
کفِ احمد علیخاں پر ترا دستِ عطا دیکھیں

قصیدہ

در منقبت امام العصر والزماں امام مہدی عجل اللہ فرجہ

دیکھا اسے نہ دل نے ارم پر نگاہ کی
اُف کتنی دلفریب ہے دنیا گناہ کی

اللہ کوئی حد بھی ہے شوقِ نگاہ کی
کافی ہے اس کو دل کی نہ وسعت گناہ کی

کوئی گنہ سے ہو میں ہوں توبہ سے منفعل
کیوں آہ میں نے لذتِ عصیاں سے آہ کی

ہوتا ہے یہ جو میرا سیہ نامہ کھل گیا
غل ہوگا کس نے حشر کی دنیا سیاہ کی

ہر نقش دلفریب یہ دل تھا مٹے بنے
تفریق یاں نہیں ہے نگاہ اور آہ کی

چمکا کچھ اور چہرۂ ذوقِ گنہ کا رنگ
توبہ کے اُترے چہرے پہ جس دم نگاہ کی

دنیا بغیر اس کے جہنم سے تھی سوا
نکلی اسی کے صدقے میں صورت نباہ کی

سجدے کئے ہیں اسکو خدا کی خدائی نے
اس سے چلی گدائی نہ کچھ بادشاہ کی

(نوٹ) اس قصیدہ میں تسلسل نہیں، اشعار جس طرح سے ہیں حاضر ہیں

میں خود پڑھونگا دفترِ اعمالِ حشر میں
حاجت نہ ہوگی عدل کو اسکے گواہ کی

جس سے نہ ہو گناہ وہ انسان ہی نہیں
انساں کی شکل میں ہے وہ قدرتِ آلٰہ کی

دل میں خیالِ پرسشِ اعمال رہ نہ جائے
تعلیم ہے یہی مرے ذوقِ گناہ کی

مطلع

اب دل مرا ہے اور پرستش گناہ کی
سمجھا میں رمزِ اشہد ان لا الٰہ کی

امڈا ہے کائنات میں دریا شراب کا
کچھ اور دیکھتی نہیں مستی گناہ کی

رنگینیٔ نظرِ سحر بنی ہے زمیں دولہن
زردی اُڑی ہے کاہ کی سبزی گیاہ کی

عقل وخیال و وہم گماں دے چکے جواب
بحرِ گناہ کس کو خبر تیری تھاہ کی

تو جنتِ خیال ہے تو جنتِ جمال
اے معصیت قسم ترے اقبال وجاہ کی

دنیا کا ذرہ ذرہ ہے اک سحرِ کائنات
جب میں نے جوشِ مستی دل میں نگاہ کی

قدرت کا مدعا ہے نہ فطرت کے بس کی بات
اب کیوں نہ لاجواب ہو دنیا گناہ کی

نارِ سقر کبھی کبھی فردوس کی بہار
دیکھ آب آتشیں یہ دو رنگی نگاہ کی

یہ میری کائنات یہ دنیا کی کائنات
شاہی گناہ کی ہے خدائی گناہ کی

بعد خدا یہ ہے کہ خدا اسکے بعد ہے
آخر خدا کی ہے کہ خدائی گناہ کی

رحمت کی حد نہ ہو مگر انسان کیلئے
رحمت کی حد وہی ہے جو حد ہے گناہ کی

مطلع

مڑ کر نہ میں نے جانب ایمن نگاہ کی
کوئی بدل چکا تھا جگہ جلوہ گاہ کی

نازک بہت تھا ختمِ امامت کامرحلہ
قدرت نے پیار سے ترے رُخ پر نگاہ کی

ساقی مرے لئے وہی مینائے مے اُٹھا
ہو جس پہ مہر خواجہ محشر پناہ کی

نورانیوں کا دل ہے تو نصرانیوں کی جان — عرفانیوں نے جس کی نہ دل سے چاہ کی
ابلیس دیکھتا رخِ آدم میں تیرا نور — کم طالعی جو باگ نہ کستی نگاہ کی
ہستی کا دورِ سجدہ آدم پہ ختم تھا — کیا کیجئے کہ تھی نہ مشیت الٰہ کی
وابستہ دم قدم سے ہے تیرے نظام پر — گردش ہے آسمان میں تیری نگاہ کی
دنیا میں ہو نہ تو ہے قیامت اسی کا نام — غل ہو فضائے دہر کی کشتی تباہ کی

خورشیدِ حشر ہوگا یہ آئینہ مہر کا
پڑ جائے اس پہ گرد ذرا تیری راہ کی

قصیدہ

غدیرِ خُم

چو رنگ کوئے یار ہو فروغ روئے یار میں — وہ جلوہ گر ہے سربسر بسیطِ روزگار میں
عروس کا لباس ہے یہ پیکرِ نگار میں — کہ آفتاب شرق ہے شفق کے لالہ زار میں
ہے ذرہ ذرہ خاک کا قبائے زرنگار میں

حرم کے آستان سے چلا ہے ایک قافلہ — ہے جس میں فخرِ انبیا، ہے جس میں فخرِ اوصیا
یہ آمنہ کا دلربا، وہ فاطمہ کا لاڈلا — شرف کی حسن کے مختصر یہ حد ہے اور یہ انتہا
حرم تھا جن کے شوق میں خدا تھا انتظار میں

مسافرانِ دشت ہیں غبار میں اَٹے ہوئے — جو پاؤں کچھ کٹے ہوئے تو ہونٹھ کچھ پھٹے ہوئے
سواروں پیدلوں کے دل فراغ سے ہٹے ہوئے — یہ گرد میں اَٹے ہوئے وہ ریت سے پٹے ہوئے
کہ ماہ و آفتاب ہیں چھپے ہوئے غبار میں

وفورِ تاب و تب سے ہیں اگرچہ دم چڑھے ہوئے ہوا کی روک ٹوک پر قدم مگر بڑھے ہوئے
کراہتے بگولے ہیں کہ جن ہیں پڑھے ہوئے ہزار پھول ریت کی قباؤں میں کڑھے ہوئے
سنہری جیسے بوٹیاں قبائے زر نگار میں

ہوئی ہے تحتِ فوق سے تعب سے حالت اور بھی فلک کا رنگ اڑا ہوا زمیں کو تپ چڑھی ہوئی
ابل رہی ہے آگ سی برس رہی ہے آگ سی کہیں کہیں جو دشت میں بہار ہے ببول کی
ہے گلکدہ خلیل کا وہ شعلہائے نار میں

جو پتیاں ہری ہری تو پھول زرد رنگ کے نگیں عقیق زرد کے ہیں لاجورد میں جڑے
ہوا نے کچھ بھی چھیڑ کی تو پھول بھی برس پڑے زمیں نہال ہوگئی کہ مجھ پہ ہن برس گئے
خزانہ زرد و سرخ کا ہے اب مری کنار میں

عرب کی تپتی ریت میں نظر پہ آ گئے جہاں وہیں پہ دل تھا روح تھی فقط تھا جسم ہی یہاں
دھوپ خلد میں کہاں ہے ذوقِ سایہ کب وہاں درختوں میں بہشت کے بھلا یہ بات ہے کہاں
جو بات ہے ببول کے نہالِ سایہ دار میں

اٹھے جب اس کے سائے سے بلا سے کھیلتے ہوئے مصیبتوں کو راہ کی خوشی سے جھیلتے ہوئے
بگولے جب الجھ پڑے بڑھے یہ ریلتے ہوئے پہاڑ اڑتی ریت کے چلے ڈھکیلتے ہوئے
ابھی جو تھے یمیں میں یہ ابھی یہ تھے یسار میں

بگولوں میں جو گھر گئے تو سمجھے اپنے گھر گئے عرق جو رخ پہ آگیا تو رنگ کچھ نکھر گئے
جو چلتے چلتے ریت میں ذرا بھی پاؤں بھر گئے جھکے تنے چلے بڑھے ادھر بڑھے ادھر گئے
نہ روح اضطراب میں نہ قلب انتشار میں

یہ حال تھا کہ دفعتاً نسیمِ دل کشا چلی دلوں کے جوش بڑھ چلے تنوں میں جان آ چلی

یہ غل پڑا غدیر خم میں پھر کر ہوا چلی   بدل کے بھیس باد کا وہ رحمتِ خدا چلی
خزاں میں لطف ہے کہ ہو نئی نئی بہاریں

تھا غرق ذوق وحی ادھر دل حبیب کبریا   زبان جبرئیل کی کلام رب پاک کا
وہ کچھ فرشتے نے کہا وہ کچھ رسول نے سنا   اوچھل پڑا پھڑک گیا، لرز گیا، تڑپ گیا
نہ قلب میں سکون تھا نہ روحِ بے قرار میں

کہا یہ دل میں شک نہیں یہ مژدہ لاجواب ہے   فدائے اوجِ حیدری یہ اوجِ بوتراب ہے
خطاب سا خطاب ہے عتاب سا عتاب ہے   نبوت اک خیال ہے رسالت اک خواب ہے
جو دیر کچھ بھی ہوگئی رضائے کردگار میں

قصیدہ

ولادت امیر المومنین علیہ السلام

پھر جوش میں ہے بادہ خمخانۂ قدرت کا   پھر دل ہے مرا ساغر مے خانۂ قدرت کا
پھر جام چھلکتا ہے رندانِ محبت کا   دردِ تہِ پیمانہ سرمہ ہے بصیرت کا
آئینہ ہے آئینہ ہر رازِ حقیقت کا

ماضی نظر آتا ہے اب حال کا آئینا   جس سمت نظر اٹھی منظر سے اُٹھا پردا
ہر ذرہ مرقع ہے ہر پردہ ہے نظارہ   جو دل نے میرے چاہا وہ پیشِ نظر دیکھا
دامانِ نظر سایہ ہے دامنِ قدرت کا

تھی جلووں کی کثرت سے چشمِ نگراں احول   ناگاہ نظر آئی کھنچتی ہوئی اک جدول

چھٹتے ہی عدم کا وہ ظلمات کا بادل　　ضو بار فضا میں تھی ہر سو سحرِ اول
پیشانی کثرت پہ اک نور تھا وحدت کا

اتنے میں لب قدرت نے زمزمہ سنجی کی　　آئیں وہ جنھیں ہم نے یہ ساری خدائی دی
دو نور کے پتلوں نے خدمت کی زمیں چومی　　دونوں کے لئے لایا لطف و کرم باری
اک تاج رسالت کا اک تاج امامت کا

اب اور ہی آنکھوں کو جلوہ نظر آتا ہے　　دل وجد میں ہے ایسا نقشہ نظر آتا ہے
بطحا نظر آتا ہے کعبہ نظر آتا ہے　　ہنگامہ سا رندوں میں برپا نظر آتا ہے
ہے قول یہی سب سے ہر مستِ محبت کا

اب وصل کے دن آئے کیسا غم مہجوری　　زائل ہوا دل سے جب سب رنج و الم دوری
چلنے لگے رندوں میں جام مئے انگوری　　میخواروں کی منت اللہ نے کی پوری
سامان ہے کعبہ میں ساقی کی ولادت کا

ہے نعرۂ یا ساقی ہر نعرۂ مستانہ　　یہ حال ہے مستی میں جیسے کوئی دیوانہ
اک ہاتھ میں شیشہ ہے اک ہاتھ میں پیمانہ　　دوڑے چلے آتے ہیں میکش سوئے میخانہ
سن پایا ہے مژدہ جو ساقی کی زیارت کا

پیمانے کی گردش سے ہے رند ہوا باندھے　　اور چست کمر سے ہے دامانِ قبا باندھے
تلووں سے ملیں آنکھیں یہ عہدِ وفا باندھے　　دروازۂ کعبہ پر آئے ہیں پرا باندھے
ہر رند ہے اک پتلا کیفِ مئے الفت کا

خوش ہوتے ہیں پیتے ہیں مستی میں اچھلتے ہیں　　اٹھتے ہیں ٹہلتے ہیں گرتے ہیں سنبھلتے ہیں
کہتے ہیں نہ گھبراؤ ارمان نکلتے ہیں　　سنگ درِ کعبہ پر سب آنکھوں کو ملتے ہیں

کہنے کو ہے دروازہ خمخانۂ قدرت کا

تاخیر سے گھبرا کر کہتے ہیں کہ سر کر دو کھلتا نہیں دروازہ کچھ نوع دگر کر دو
سر مار کے کعبہ کی دیوار میں در کر دو جس طرح بھی ممکن ہو ساقی کو خبر کر دو
رکتا نہیں روکے سے اب جوش طبیعت کا

کہتا ہے کوئی سوئے شمشیر و تبر دیکھو کہتا ہے کوئی ٹھہرو نالوں کا اثر دیکھو
لو آو ادھر دیکھو تاثیرِ نظر دیکھو اللہ کا گھر دیکھو، دیوار میں در دیکھو
پہلا یہ کرشمہ ہے اس شیر کی ہیبت کا

اے پیرِ مغاں آئی اور تیری مراد آئی نورِ رُخِ حیدرؑ سے کعبہ نے ضیا پائی
دیکھا جو ترا چہرہ بڑھنے لگی بینائی آغوش میں وہ تیرے لے تنکے اک انگڑائی
چہرے پہ چھلک آیا وہ خون شجاعت کا

رگ رگ میں لہو دوڑا رگ رگ میں سخا دوڑی لو خون میں مل کے تاثیر وفا دوڑی
چہرے کی بلائیں لوں یہ کہہ کے ضیا دوڑی پنکھا لئے ہاتھوں میں جنت کی ہوا دوڑی
سمجھا جو اثر رخ پر موسم کی حرارت کا

اس منظر شادی پر جس وقت گرا پردا اک ولولۂ مدحت تھا دل میں مرے پیدا
اک وجد کی حالت تھی نعرہ تھا یہ مستانہ اے خانۂ داور کے مہماں ترا کیا کہنا
تو فخر طریقت کا تو فخر شریعت کا

کعبہ میں نیا تو نے نوا یا جو در اپنا اور سجدہ خالق میں خم کر دیا سر اپنا
اصنام پہ یوں ڈالا آتے ہی اثر اپنا کعبہ کو نہ وہ سمجھے اس وقت سے گھر اپنا
کل دیر تھا لیکن ہے گھر آج شریعت کا

تو نفسِ پیمبرؐ ہے، تو جانِ پیمبرؐ ہے — تو تابعِ احکام فرمانِ پیمبرؐ ہے
وہ تجھ پہ فدا اور تو قربانِ پیمبرؐ ہے — ہم صورت و ہم شکل و ہمنامِ پیمبرؐ ہے

برہان خود اُس پر ہے قصہ شبِ ہجرت کا

منظور ہوئی خالق کو آفاق کی زیبائی — تصویر تری اس نے اک لوح پہ کھنچوائی
نقشہ جو ترا دیکھا صورت جو پسند آئی — تن کر قلمِ قدرت لینے لگا انگڑائی

دیکھا جو نہ تھا بندہ اس شکل و شباہت کا

بندہ کی ادا تجھ میں اور شانِ امامت بھی — دکھلا دی شبِ ہجرت تصویرِ رسالت بھی
ہر معرکہ میں رکھی اسلام کی عزت بھی — قرآن میں لکھوائی شکریہ کی آیت بھی

ابھرے ہوئے حرفوں میں طغرا ہے شجاعت کا

تو نورِ الٰہی کا پرتو ہے ہر آئینہ — اور علمِ الٰہی کا مخزن ہے ترا سینہ
سینے میں ترے دل ہے آئینہ میں آئینہ — کہتی ہے جسے دنیا ایمان کا گنجینہ

ہے ناز بجا تجھ پر اللہ کی قدرت کا

کافر نہ کوئی کہہ دے اس ڈر سے ہوں چپ رہتا — ورنہ ترے بارے میں اک بات نئی کہتا
اتنا تو مگر پھر بھی کہہ دوں گا میں اے مولا — اللہ رے ترا رتبہ اللہ رے ترا رتبا

ہے ختمِ نبوت پر آغاز امامت کا

پل کر دیا خندق پر دروازۂ خیبر کو — اور اُس پہ اُٹھایا ہے اسلام کے لشکر کو
شکر ہی نہیں خالی خالق کے پیمبرؐ کو — اور دستِ مبارک پر اونچا کیا اس در کو

اس روز کھلا جا کر کچھ زورِ امامت کا

سلطانِ زمن دونوں اور دونوں گدائے دیں — سرمست ولائے دیں سرگرم دوائے دیں

وہ دیں پہ تصدق ہیں یہ دل سے فدائے دیں　　وہ وجہ بنائے دیں ہیں وجہ بقائے دیں
موجود وہ شریعت کا حافظ ہے شریعت کا

زیبا ہے تجھے مولا جتنی ہوں مباہاتیں　　دیکھی نہیں دنیا نے ایسی تو کبھی ذاتیں
اس حد پہ تو پہنچی ہیں خالق کی مداراتیں　　محبوب سے ہوتی ہیں لہجے میں ترے باتیں
بالکل ترا لہجہ ہے لہجہ لب قدرت کا

اللہ نے احمدؐ کو کیوں عرش پہ بلوایا　　کیا آپ سے کیں باتیں کیا آپ کو سمجھایا
احمدؐ نے جدھر دیکھا حیدرؑ ہی کو بس پایا　　کچھ اُمتیو سمجھا کچھ ذہن میں بھی آیا
کچھ راز کھلا تم پر معراج نبوت کا

دیکھو ہے ابھی موقع گر چشم بصیرت ہے　　معراج کے پردے میں در پردہ ہدایت ہے
یہ ہاتھ جو نکلا تھا تبلیغ وصایت ہے　　آواز پس پردہ پابوس شجاعت ہے
دیتا ہے نشاں لہجہ لہجہ لب قدرت کا

منسوب کیا اس سے اپنا ید قدرت بھی　　اب کیا رہا دکھلا دے بس گویا کہ صورت بھی
کی حیدرؑ و زہراؑ میں اک عقد کی نسبت بھی　　ہے رشتۂ دامادی تمہید خلافت بھی
داماد ہی کو حق ہے احمدؐ کی نیابت کا

جو اس کو بُرا سمجھے اس سے بھی خدا سمجھے　　جو اس کو خدا سمجھے اس سے بھی خدا سمجھے
جو اس سے سوا سمجھے اس سے بھی خدا سمجھے　　جو اس سے جدا سمجھے اس سے بھی خدا سمجھے
بندہ ہے مگر اس میں سب جلوہ ہے قدرت کا

ہاں بادہ کشو آؤ تسنیم کے ساغر لو　　لڑ لڑ کے پیمبرؐ سے جام مئے کوثر لو
دو آتشہ ہے بادہ ساغر بھی مکرر لو　　لٹتی ہے مئے وحدت پیمانۂ دل بھر لو

ساقی تو ہے محمدؐ سامنے خانۂ قدرت کا

میں سب سے الگ لوں گا میں سب کے سوا لوں گا
شیشہ بھی نیا لوں گا ساغر بھی نیا لوں گا

احمدؐ سے جدا لوں گا حیدرؑ سے جدا لوں گا
جبرئیل سے گھاتے میں تھوڑی سے اڑا لوں گا

یہ بھی تو ہے داروغہ میخانۂ حضرت کا

دے بادۂ عرفاں کا جوہر مرے ساغر میں
ہو گلشن جنت کا منظر مرے ساغر میں

تسنیم سما جائے گھٹ کر مرے ساغر میں
اعجاز سے تو بھر دے کوثر مرے ساغر میں

اندازہ رہے ساقی تجھکو مری حاجت کا

قصیدہ

در منقبت جان بتولؑ فرزند رسولؐ قدرت خلاق کریم معنی ذبح عظیم مولائے کونین امام حسینؑ علیہ السلام

جوہر ترے جہاں پہ کھلے ابتلا کے بعد
تھا تجھکو انتظار بلا ہر بلا کے بعد

کھنچی بھی ذوالفقار تری ہر وغا کے بعد
تو نے کیا جہاد شہ لافتا کے بعد

افسانۂ وفا کوئی چھیڑے کہیں چھیڑ کر
تو ابتدا کے قبل ہے تو انتہا کے بعد

گونجے گی تا بہ حشر جہاں میں صدائے حق
کوئی صدا نہ چاہئے تیری صدا کے بعد

ابن علی سا شیفتہ اکبرؑ سا دلربا
تجھکو بہت عزیز ہے لیکن خدا کے بعد

قدرت نے ہاتھ چوم لئے تیرے وجد میں
وہ جنگ کی غم پسر دلربا کے بعد

اک مجھکو کیا زمانے کو معلوم ہو گئی
صبر و رضا کی حد ترے صبر و رضا کے بعد

ایماں نے تیرے خون کی چھینٹوں سے پائی ہے
واللہ جان تازہ و باقی فنا کے بعد

زہرا و مجتبیٰ و علی و رسولِ پاک
سب بنتے عاشقوں میں ہیں لیکن خدا کے بعد

کہدے کوئی خلیل و ذبیح و مسیح میں
لوں کس کا نام بادشہِ کربلا کے بعد

قربانیاں ہوئیں مگر ایسی نہیں ہوئیں
اس باوفا کے قبل اور اس باوفا کے بعد

سو جان سے فدا تھے نبی کیوں حسین پر
عقدہ کھلا یہ معرکۂ کربلا کے بعد

اک فرد پر قبائے شہادت خدا گواہ
ایسی کھلی نہ سرورِ گلگوں قبا کے بعد

زہرا کے جائیوں سے ردائیں بھی چھن گئیں
کیا لوٹ پڑ گئی تھی شہِ نینوا کے بعد

ہوتا نہ بے نیاز خدا تو نہ دیکھتا
گذری ہے اہلبیت پہ جو مصطفیٰ کے بعد

ہم خاطیوں کا دل دلِ معصوم تو نہیں
کہتا ہے کربلا کی وفا و جفا کے بعد

ان بے نیازیوں کی شکایت ضرور تھی
چپ رہ گئے ملامتِ صبر و رضا کے بعد

ہوتی روا پرستشِ غیرِ خدا اگر
سجدے وفا حسینؑ کو کرتی خدا کے بعد

جوش بکائے آدم و یعقوب و نوح کا
کھلتا ہے راز واقعۂ نینوا کے بعد

حیراں تھی خلق معنیٔ ذبحِ عظیم میں
ٹوٹا طلسم قتلِ امامِ ہدا کے بعد

پردہ پڑا تھا بارِ امانت کی شرح پر
اُٹھا حجاب معرکۂ کربلا کے بعد

قدرت کے دل میں آرزوئے امتحاں نہیں
صبر و ثبات لختِ دلِ مرتضیٰ کے بعد

اے مدعیٔ مذہبِ اسلام شرم کر
یہ جُبن اور معرکۂ نینوا کے بعد

بے جوڑ بنی ہے تجھ پہ یہ تسلیم ہے مگر
مدحت کی آبرو نہ رہے گی دعا کے بعد

خیبر میں دی صدائے قلعِ نفاق و کفر
ختمِ رسل نے فاتحِ بدر و حنین کو

بہرِ دوامِ ملتِ احیائے دینِ حق
قدرت نے کربلا میں پکارا حسینؑ کو

قصیدہ

در مدح نواب میر فضل علیخان صاحب بہادر بالقابہ (والی بیگن پلی)

بادِ مراد سے چمن شوق ہے نہال
یہ فصل انبساط ہے یہ موسم وصال

باد بہار اور ہے باد مراد اور
فطرت کا وہ کمال ہے قدرت کا یہ جمال

گل ایک سے تو ایک سے دل کا کنول کھلے
اِک جنتِ نگاہ ہے اک جنتِ خیال

اس سے وہ دلہن بنی ہے جو اقلیم رنگ و بو
دنیا سے دل ہے اس سے عروس ہمہ جمال

رجعت میں ہے شباب زلیخا کی وہ نظر
مدت میں حسن جان زلیخا کی یہ مثال

سب کچھ سہی وہ پھر بھی ہے فطرت کا برگ سبز
یہ کچھ نہیں تو قسمت و قدرت کا نونہال

وہ ایک قلم ہے صنعت صناع بے عدیل
یہ سر بسر ہے رحمت دادارِ بے ہمال

ہے اس کے سحر سے نگہ شوق نو بہار
ہے اس کے معجزے سے دل و جاں بہشت فال

کرتی ہے رقص اُسکے اثر سے اگر نگاہ
اسکے اثر سے ہیں دل و جاں وقف وجد حال

القصہ گرچہ باد بہاری ہے دلفریب
بادِ مراد کا ہے مگر اور ہی جمال

بنتی ہے اس کے صدقے میں دنیا طلسم کی
بنتا ہے دہر اس سے پرستان کی مثال

کھلتا ہے اس سے قلب کا سمٹا ہوا ورق
ہوتا ہے جس پہ دفتر قدرت کا نونہال

امید کی سحر کی ضیا پاشیاں نہ پوچھ
ہے مثل نخل طورِ تجلّے ہر اک نہال

ہر ایک ذرّہ ہے ید بیضا فروغ بس
ہے یوں تو آفتاب کی دے کیا کوئی مثال

موج نسیم سے وہ طبیعت کا رنگ ہے
ہو جو ہوائے دامن جاناں سے دل کا حال

باد مراد کی چمن آرائیاں نہ پوچھ
گلزار حسن و عشق کا ہے اور ہی جمال

گفتار میں تھیں جلوہ فگن لن ترانیاں
رفتار میں تھی برق تجلّی کی چال ڈھال

وہ لن ترانیاں ارنی سے بدل گئیں
معشوقہ جلال ہے اب شاہد جمال

ہیں رنگ روئے ناز میں انداز مدّ و جزر
ہے اب نگاہ عربدہ جو موج انفعال

ہے کیف چشم شوق سے دنیا طلسم کی
بت خانہ جمال ہے بت خانۂ خیال

ہے ساری کائنات کی مستی نگاہ میں
ہنگام ناز نرگس زیبا کا ہے یہ حال

کچھ یوں نشاط قلب نے اپنا بھرا ہے رنگ
دنیا ہے آب و رنگ ہے اک جنت جمال

کیوں ہو نہ دہر عالم کیف سرور و عیش
بدلے نہ کیوں زمیں کی طرح آسماں کی چال

ہے جشن اس کی سالگرہ کا بآب و تاب
حاصل ہے جس کی ذات سے دنیا کو یہ کمال

یوں اس گرہ سے بڑھتے رہیں سال عمر کے
جیسے ہوں ایک تخم سے بے انتہا نہال

فطرت کی تاب کیا لب قدرت سے ہو سکے
توصیف میر فضل علیخان بے مثال

وہ افتخار خلق ہے وہ افتخار دہر
نازاں ہیں جس کی ذات پہ انساں کے سب کمال

اُسکے عتاب و لطف کے پردے میں ہے نہاں
اللہ کا جلال اور اللہ کا جمال

جس کے کرم کا قول ہے بس ہے کرم وہی
دل میں بھی جو سوال کا آنے نہ دے خیال

کیا اس کی معرفت کی کوئی حد بتا سکے
جس کی نظر میں دست خدا ہو کف سوال

داماں برق طور ہے دامن نگاہ کا
ہے عالم فراق جسے عالم وصال

دنیا ہے جلوہ گاہ ازل جس کے واسطے
آئینہ خیال ہے آئینۂ جمال

نعمت کا اس کی نام ہے انعام حیدری
اُسکے کرم کا نام ہے اکرام ذوالجلال

کانوں میں گونجتی ہیں نوائیں الست کی
کیا اُس کو آئے نغمۂ داؤد کا خیال

اے مظہر صفات الٰہی و احمدی
کیونکر نہ تجھ پہ ناز کرے مصطفیٰ کی آل

سادات آج کل نہوں کیوں سیّد امم
تو سیدہ کا لال ہے تو مرتضیٰ کا لال

جو دیکھنی تھی چشم سلیماں بساط سے
سجّادے پر نظر میں ہے تیری وہی جلال

جو دیکھتے تھے جائے مناجات سے کلیم
وقت دعا ہے تیری نظر میں وہی جمال

دیکھے ترا حریف جو تیور جلال کے
اُٹھے نہ آنکھ تیغ کہاں کی کہاں کی ڈھال

تصویر اور صاحب تصویر اور ہے
خالی تری مثال سے ہے عالم مثال

چلتی ہے آج تیرے اشاروں پہ کائنات
دنیا ہے تیرے واسطے اک بازی خیال

تیرے چمن کی رات ہے امید کی سحر
تیرے چمن کی صبح ہے صبح شب وصال

گلشن میں تیرے صبح ارم کی بہار ہے
بجلی کے قمقموں سے یہ ہے روشنی کلحال

قدرت جلا رہی ہے کنول آفتاب کے
موجوں سے اور ہی ہے تری نہر کا جمال

اے شہریار کشور اقبال و عز و جاہ
ہو اذن عرض حال تو ہو قدرت مقال

کرتا ہے نذر **بیخود** دل خستہ و کباب
تحقیق جس سے شاد ہے تدقیق ہے نہال

احباب نے کئے تھے پس از مرگ دہ ستم
تھا داد خواہ غالب یکتا سا باکمال

رکھا وہ میں نے مرہم تحقیق و انتقاد
جس سے ہوا ہر اک جراحت کا اندمال

یہ ارمغان جوہر و منظر قبول ہو
نقد ادب کی جس کی ثنا میں زباں ہو لال

جوہر شناس علم و ادب اسکی قدر کر
تا جانفشانیوں کا مری ہو کوئی مآل

ہو تیری ہر نماز سے معراج کو عروج
ہو تجھ کو ہر اذاں کی صدا نغمۂ بلال

جس بزم میں نہ بار ملائک کو مل سکے
ہو شمع بزم واں تری ذات ہمہ جمال

جب تک رہے جہاں میں عروج و زوال مہر
جب تک ہلال بدر ہو اور بدر ہو ہلال

ہو امتثال امر کو افلاک منتظر
تیری ہر آرزو کا مشیت کرے خیال

ہر صبح صبح شوق ہو ہر شام شام ذوق
ہر روز روز تار ہو ہر شب شب وصال

سہرا

خوش ہو اے دہر کہ ہے آج ترے سر سہرا
آج باندھے نظر آیا مرا اختر سہرا

یہ شبِ وصل شبِ قدر شبِ اسریٰ ہے
آج کی رات بندھا ہے ترے سر پر سہرا

وجد روحوں کو ہے دل مست ہوئے جاتے ہیں
اُف رے یہ بوئے عروسی سے معطر سہرا

عکس زرتار قبا پر بھی ہے مقنعہ پہ بھی ہے
ایک نیچے ہے تو اک سہرے کے اوپر سہرا

ہے ترے مکھڑے پہ حوروں کی نگاہوں کا ہجوم
اور ہے اک ترے سہرے کے برابر سہرا

چھوٹ پڑتی ہے ترے رُخ کی در و گوہر پر
آئینہ خانہ ہے یا معدنِ گوہر سہرا

آج زیبا ہے فلک پر جو زمیں ناز کرے
چرخ پر کاہکشاں ہے تو زمیں پر سہرا

ہر کلی اُس کی ہے ارمان بھرے دل کا جواب
لاکھ دل لے کے چلا ہے ترے در پر سہرا

طور پر برق تجلی کے کھلائے ہوئے پھول
مل بھی جائیں تو بنائے کوئی کیونکر سہرا

آج یہ لازم و ملزوم نظر آتے ہیں
حُسن سہرے کی پھبن حسن کا زیور سہرا

طے ہوا آج سے قصہ شبِ تنہائی کا
کہہ رہا ہے یہ ترے کان میں جھک کر سہرا

کلمہ کیونکر نہ پڑھے ساری خدائی اس کا
ہے خدا شوق کا ارماں کا پیمبر سہرا

میرے نوشاہ ملک خو کے لئے ہو یارب
ہمسرِ چادرِ تطہیر پہ گلہائے سحر سہرا

آنکھ تاروں کی کسی رات جھپکتی کیونکر
آرزو یہ تھی کہ دیکھیں ترے سر پر سہرا

بن گئی آج سے دنیا تری دنیائے طلسم
لے گیا سحر جوانی سے بھی نمبر سہرا

تیرے رہ رہ کے دمکتے ہوئے چہرے کی قسم
شجرِ طورِ تجلی ہے سراسر سہرا

غالبؔ و ذوقؔ میرے سہرے پہ فرماتے ہیں
سچ ہے بیخودؔ یونہی کہتے ہیں سخنور سہرا

سہرا

چھوٹ سے چہرۂ تاباں کی ہے روشن سہرا
طور کی شمع ہے رُخ وادیِ ایمن سہرا

ہر کلی اس کی ہے ارمان بھرے دل کا جواب
ہے تو گلشن مگر اس شان کا گلشن سہرا

کیوں نہ اک حسن سراپا کی بلائیں لے لے
کیوں نہ وارے رُخِ نوشاہ پہ تن من سہرا

زید کہتا ہے زلیخا کے گریباں کی قسم
تو جو یوسف ہے تو یوسف کا ہے دامن سہرا

نیرِ مہر فگن ہے مرے نوشاہ کا رُخ
اختر افگن، قمر افگن، سحر افگن سہرا

سب کو رہ رہ کے تجلی سی نظر آتی ہے
بن گیا جلوۂ بیتاب کی یہ چلمن سہرا

یہ سیج پھولوں کی ادھر پھولوں کا گہنا ہے اودھر
دے رہا ہے یہ خبر بن کے برہمن سہرا

روپ بدلے ہے دعا باپ کی ماں کی منّت
سب سمجھتے ہیں کہ پھولوں کا ہے خرمن سہرا

قدم ناز پہ کرتا ہے برابر سجدے
بتِ طناز ہے نوشاہ برہمن سہرا

بیخودِ افضل جو مرا حسن میں ہے شعلۂ طور
شجرِ طور تجلا ہے یہ روشن سہرا

قطعہ

بغرض حصول شرف باریابی در پیشگاہ اعلیٰحضرت سرکار نظام الملک آصفجاہ سابع نظام دکن خلد اللہ ملکہ اسی قطعہ سے جناب یمین الدین صاحب عرض بیگی سرکار اعلیٰحضرت کی سخن سنجی اور سلطان العلوم کی دقیقہ رسی کا عقدہ کھلا، اور اسی کے پیش ہونے پر، مارچ ۱۹۳۲ء کو شام کے ۵½ بجے بیخود خاکسار کو شرف باریابی عطا ہو کر عزت سرمدی حاصل ہوئی اور یہ قطعہ مندرجہ، اور گنجینۂ تحقیق میں نے خود اپنے ہاتھ سے اعلیٰ حضرت کے دست ہمایوں میں دی اور میرا ہدیۂ ناچیز قبول بارگاہ سلطانی ہوا۔

بیخود موہانی

قطعہ

اے شہنشاہ جہاں مظہر اوصاف الہ — تیرے صدقے میں ہوئی اوج بشر کی تکمیل
تیری ہیبت سے عیاں شان جلال قہار — تیری رافت میں نہاں معنی اللہ جمیل
جنبش برگ و درختاں تجھے آواز سروش — لرزش موج صبا جنبش بال جبریل
تا ابد ناز کرے تجھ پہ شکوہ اورنگ — تا ابد ناز کرے تجھ پہ عنبر و در اکلیل
شان میں تیری لکھا ہے وہ قصیدہ میں نے — کیسی ہستی کہ عدم میں نہ ملے جس کا عدیل
ہمطرح میرے ہیں عرفی و ظہیر و سلمان — جن کے قبضے میں رہی نظم کی شمشیر اصیل
سب کی آنکھوں میں بھرے ذوق مناجات کلیم — یوں قصیدہ میں پڑھوں پیش خداوند مثیل
میں نے اے عیسئ اُردو و خدائے اُردو — لکھی "گنجینۂ تحقیق" نہیں جس کا مثیل
ہے یہ سب کچھ مگر اے بادشہ نکتہ نواز — نہیں کچھ بھی جو تری قدر فزائی میں ہو ڈھیل
آرزو تھی کہ یہ ہوں پیشکش سلطانی — تا در شاہ پہونچنے کی نہ تھی کوئی سبیل
ہو کے مضطر شہ اسریٰ کو پکارا میں نے — لے خبر حامی یونس پسر اسمٰعیل
آئی آواز کہ اے بحر تحیر کے غریق — ہیں آئمہ تری انجام مقاصد کے کفیل
یوں نکل جائے گا تو لجۂ حیرانی سے — جس طرح ظلم کے طوفان سے شاہ انجیل
جس طرح موج زناں آب کے دریا سے کلیم — جس طرح شعلہ زناں آگ کے دریا سے خلیل
مژدہ حوصلہ افزا نے اُبھارا مجھکو — ورنہ اک شاہ کہاں اور کہاں عبد ذلیل

بار یابی کا شرف مجھکو عنایت ہو جائے
کہ یہی اوج خرد ہے یہی معراج عقیل

تاریخ وفات حسرت آیات عقیلہ بیگم بنت عالیجناب سید محمد رضا صاحب جج چیف کورٹ لکھنؤ

خموشیاں ہیں عروس حجاب کے بدلے
کفن کے بند ہیں بند نقاب کے بدلے

جو رنگ تیری بہار شباب کے بدلے
فضا میں صاعقے اُمڈے سحاب کے بدلے

ترے جمال نے بچپن سے نوجوانی تک
ہزار رنگ نئی آب و تاب کے بدلے

یہ تیری پالنے والی پہ کچھ نہیں کھُلتا
لئے ہیں چرخ نے کس دور خواب کے بدلے

نمود و بود عقیلہ تری سراب سہی
نہ لوں میں آب بقا اس سراب کے بدلے

لہو رُلائیں نہ کیوں خوش مزاجیاں تیری
کیا ہمیشہ تبسّم عتاب کے بدلے

خبر نہ تھی مجھے یہ دل وہ جام ہے جس میں
بھرا ہے خونِ تمنا شراب کے بدلے

مرض کے ساتھ اجل نے دکھائے زور بہت
مگر نہ طورِ رخِ لاجواب   کے بدلے

وہ کرب میں ترا مایوس ہو کے کہہ اُٹھنا
مجھے اجل ہی اب آئے گی خواب کے بدلے

نہ رہتیں کاش یہ آنکھیں کہ تیرے چہرے پر
پسینہ موت کا دیکھا گلاب کے بدلے

بجائے غلغلۂ نغمہ گھر میں ہے کہُرام
دہائیاں ہیں نوائے رباب کے بدلے

یہ ثاک کے سرپہ اجل کہہ رہی ہے اے بجنود
اسے تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

سنہ ۱۳۴۶۔۱۳۴۷ھ

قطعۂ

تاریخ وفات حسرت آیات ذاکیہ بیگم

تھا قول ذاکیہ گلچیں کا تڑے بلبل سے
خدا کی شان کہ تو اور حوصلہ گل کا

یہ قسمت اور دعائیں بہار آنے کی
کہیں نہ راہ میں لٹ جائے قافلہ دل کا

یہ کس زبان سے کوسا تھا آہ ظالم نے
کہ گھٹ کے دل ہی میں رہ جائے حوصلہ دل کا

نگاہ شوق ہوئی تھی نہ کامیاب جمال
کہ تھا سموم کے جھونکے سے فیصلہ دل کا

رگ بہار میں زہر آب آہ کیا کہیئے
طلسم راز ہے اب تک معاملہ دل کا

چمن کی جان تھا دنیا کا دل بہار کی روح
زباں پہ سارے زمانے کی ہے گلہ دل کا

جو بے حواس ہے بلبل تو باغباں بے حال
چلا ہے کونسی منزل کو راحلہ دل کا

اداس اُداس ہے ہر شئے چمن اُجاڑ اُجاڑ
تھی کائنات کی وسعت کہ سلسلہ دل کا

یہ کہہ کے پھر نہ لب یاس کو ہوئی جنبش
لٹا چمن میں اترتے ہی قافلہ دل کا

تاریخ وفات حسرت آیات لخت جگر پارۂ دل رضی الحسنین عرف منے میاں برادر زادہ بیخود موہانی

بیتاب رہے شوق تماشا کوئی دن اور
حائل ابھی ہستی کا ہے پردہ کوئی دن اور

وہ وصل کی دنیا تھی طلسمات کی دنیا
ہے ہے نہ رہی کیوں وہی دنیا کوئی دن اور

ناشاد رضی جانے کی اللہ یہ جلدی
مرنے کا مرے دیکھ لے رستا کوئی دن اور

بیٹا ملک الموت سے کہہ کیوں نہیں دیتے
کچھ کیجئے میں تو نہیں جاتا کوئی دن اور

ہوتی تھی دم نزع مجھے صبر کی تعلیم
رہنا ہے جہاں میں مجھے گویا کوئی دن اور

دنیا سے مجھے بھی مرے اللہ اٹھالے
مرنے کا نہیں آج سے اچھا کوئی دن اور

دلبر کو کیا دفن اب اے چرخ کروں کیا
دنیا میں ابھی ہے مجھے رہنا کوئی دن اور

کب تک ترے مرقد سے سنے جاؤں یہ آواز
واللہ یہ ظاہر کا ہے پردا کوئی دن اور

ہر ذرے سے آئے مری فریاد کی آواز
جینے دے وفا کا جو تقاضا کوئی دن اور

ہلتا ہے وہ بنتی ہے زمیں عرصۂ محشر
رہ جائے مرے دل کا یہ نقشا کوئی دن اور

امڈے گا لہو دیدۂ گریاں میں کہاں تک
طوفاں ہیں یہ ہیں خون کے دریا کوئی دن اور

محروم اجل جیتے ہیں امید اجل پر
رہ جائے الٰہی یہ سہارا کوئی دن اور

ہوتا مرے پہلو میں جو تو اے دل مرحوم
میں آرزوئے مرگ میں مرتا کوئی دن اور

گو اک تن بے جاں ہوں ترے مرنے سے لیکن
ہوگا نہ تہ خاک یہ لاشا کوئی دن اور

جب صبر کی حد پوچھئے آتی ہے یہ آواز
اے بے خبری وعدۂ فردا کوئی دن اور

دلدار کا صدقہ غم دلدار کا صدقہ
کر اے دل ناشاد گزارا کوئی دن اور

وہ کیا ہے حد حسرت صحرائے جدائی
ہاں اے قدم آبلہ فرسا کوئی دن اور

مرنا ہے ابھی آرزوئے موت میں کچھ دن
کرنا ہے قیامت کی تمنا کوئی دن اور

مرجاؤں میں کیونکر ابھی دیکھے گا زمانہ
شق ہوتے ہیں دل کتنی ہے جب پالنے والی

بسمل کے تڑپنے کا تماشا کوئی دن اور
مالک نہ مرا لال بچھڑتا کوئی دن اور

تو موت سے مجبور تھا قسمت سے وہ مجبور
کیا دیکھتا بیخود ترا جلوہ کوئی دن اور

ایضاً

بے دردیاں کبھی نہ گئیں آسمان کی
منّے میاں کو خاک میں جس نے ملا دیا
مرنے کو اس شباب میں دل چاہتا نہیں
اک ایک کو کیا سفری نے مرے وداع
ماں بیٹے کا یہ بوسۂ آخر تری پناہ
کل تین جنبشوں میں کیا خود کو قبلہ رو
کروٹ میں سب تھا شیر کی انگڑائی کا شکوہ
بالیں کے غل سے بیٹھ گیا اُٹھ کے نزع میں
لب پہ ابھی خدا کا ابھی مرتضیٰ کا نام
یہ ضعف اور یہ دمِ آخر کی سختیاں
کمزور سی نگاہ ہے اِک دفترِ وفا
کیا کیا کہا زبانِ ساکت نے کیا کہوں
ایما یہ ہے کہ دیکھ چکے اور سن چکے

اُف موت اور موت بھی کڑیل جوان کی
کاوش تھی وہ زمین کی یا آسمان کی
کچھ خوف موت کا ہے نہ پروا ہے جان کی
کس طرح آہ کس میں ہے قدرت بیان کی
بنیادیں ہل رہی ہیں دلوں کے مکان کی
یہ بات ایسے وقت میں تھی کس کے مان کی
یہ دبدبہ یہ شان مرے نیم جان کی
ہمت یہ آخری تھی مرے ناتوان کی
سنولایا رنگ اور یہ شدت تکان کی
کتنی کٹھن گھڑی ہے ترے امتحان کی
بگڑے ہوئے زباں کو ہے لکنت زبان کی
واللہ سلب ہوگئی قدرت بیاں کی
پتلی کے ساتھ پھرنے لگی لو بھی کان کی

پیارے رضی ابھی ترے مرنے کے دن نہ تھے
وابستہ ہیں تجھ ہی سے امیدیں جہان کی

تئیس سال جوگ کمانے پہ رحم کر
جانا ترا یہ جسم سے رخصت ہے جان کی

خود موت لے رہی ہو بلائیں تو کیا عجب
چتون ہے دیدنی مرے تیکھے جوان کی

منظر بدل بدل کے مقدر نے ظہر تک
پردا گرا یا ختم تری داستان کی

احباب و اقربا ہیں کدھر تہنیت کو آئیں
گھر سے چلی برات مرے نوجوان کی

یہ بعد غسل نکھرے ہوئے رنگ کی بہار
پھولی ہوئی زمیں پہ شفق آسمان کی

ساری کفن میں بیاہ کے خلعت کی ہر پھبن
سج دھج تو دیکھ میرے سجیلے جوان کی

تابوت پر کھلے ترے سہرے کے پھول آہ
دیکھی نہ تو نے شکل دولہن کے مکان کی

وہ بدنصیب باپ چچا کیوں نہ مر گئے
کاندھے پہ جن کے لاش ہو کڑیل جوان کی

دیکھ اے زمین کر نہ ارادہ فشار کا
حالت بہت ہے زار مرے ناتوان کی

مرنا سُلگ سُلگ کے تپِ دق کی آگ میں
تو ہے شہید مجھ کو قسم اپنی جان کی

گھبرا نہ کچھ کہ الفتِ شبیرؑ شمع ہے
بدلے، نئے، اکیلے، اندھیرے مکان کی

کیسا عذاب گرد پھر بن گئے ملائکہ
ہے تیرے ساتھ خاک کسی آستان کی

ناشاد، نامراد، جواں مرگ، بدنصیب
ایسی ہی سرخیاں ہیں تری داستان کی

نازک مزاج، عربدہ جو، شوخ، بذلہ سنج
ہر بات بانکپن کی ہر اک بات شان کی

تجھ کو کبھی کسی کا نہ منہ دیکھنا پڑا
رکھی خدا نے لاج تری آن بان کی

آفت کا خوش نصیب قیامت کا بدنصیب
نیرنگیاں تھیں تیرے لئے اک جہان کی

لکھتا ہوں تیری موت کے عنواں میں لفظ جشن
سرخی بدل رہا ہوں تری داستان کی

دھونی رما کے بیٹھ رہوں تیری قبر پر
گردش جو بیٹھنے دے مجھے آسمان کی

سمجھاؤں کیا پٹک کے سر پاس کرب ہیں — کہتی ہے ماں یہ موت ہے کڑیل جوان کی

۱۳۵۷ھ

بیخود مرے حواس ابھی تک بجا نہیں
کہتا ہوں اِک زمین کی اک آسمان کی

قندِ پارسی

غزلِ اوّل

چراغ هم نہ شبے در سرائے من سوزد
کہ من برائے دل و دل برائے من سوزد

بدوزخی دلِ عصیاں گرائے من سوزد
اگر مرا تو نہ سوزی حیائے من سوزد

گزشت عمر کہ می سوزم و نمیدانم
مرا جفائے کسے یا وفائے من سوزد

فدائے رحمِ تو اما بدادِ تو سوگند
نمی سزد کہ جہنم بجائے من سوزد

چو در خیالِ رخت بگذرم ز نارِ جحیم
نہ بر تن آبلہ خیزد نہ پائے من سوزد

چہ گویم از اثرِ التہابِ آتشِ دل
کہ نارسیدہ بگوشم صدائے من سوزد

خلیل ز آتشِ دشمن بروں خرام و در آ
در آتشی کہ دلِ مبتلائے من سوزد

دمے بہ شوقِ وے از یار غافل افتادم
بہشت را بہ جہنم خدائے من سوزد

مپرس ز آتشِ ذوقِ دروں کہ می ترسم
تنم بشعلۂ سوزِ نوائے من سوزد

فغاں کہ شعلۂ آہم فتادہ در دنبال
کہ بر ہوا پر و بالِ دعائے من سوزد

غزل ٢

چشم را کاوش مژگان تو دیدن نہ دہم
دل ہمہ خون کنم از دیدہ چکیدن نہ دہم

ذوق بے بال و پری خود پر پرواز شکست
چشم گر ہوسے است پریدن نہ دہم

جان بہ این جامہ ترا تنگ در آغوش کشید
جامۂ ہستیٔ عشاق دریدن نہ دہم

نہ گذارم کہ تو باخود ہمہ تنہا باشی
من ترا ہم بہ حریم تو رسیدن نہ دہم

تا گزیدست لب لعل شکر خائے ترا
من ترا نیز لب خویش گزیدن نہ دہم

نہ نمایم بہ تو حال دل صد پارۂ خویش
من ترا زحمت صد نالہ کشیدن نہ دہم

غنچہ بوئیت چو برون داد تو دل تنگ مباش
من ز دل بوے وفائے تو رمیدن نہ دہم

کیست آن کو برسد تا بہ حریم نازت
کہ خودت را بخیال تو رسیدن نہ دہم

بیخود اکنون کہ بدستم سر زلفش دادن
صد قیامت برسد صبح دمیدن نہ دہم

غزل ٣

ہر ذرہ کہ بینی صد میکدہ بجام است
اما اگر نہ مستی بر ذوق تو حرام است

از قتل عاشقانت مخنتے نہ گیر و آرام
اے تیغ ابروے تو شمشیر بے نیام است

بگذاشتم چو منبر بر دار جلوہ کردم
ترک عروج گفتن در کیش ما حرام است

اے جان من حکایت از درد دل چہ پرسی
ہم زیست را اسلام است ہم مرگ را پیام است

برہیچ جودت گذشتم آشفتہ ایست اما
مردش نمی تواں گفت پابند ننگ نام است

غزل ۴

نباشد از نگاہم جنبش نبض رگ رازم — کہ بیتابی موج رنگ رویم ہست غمازم
بخلوت گاہ یکرنگی کرم وقت گذر باشد — ہزاراں پردہ نیرنگ ار رویت براندازم
زبیم آن کہ آغاز ازل را بود انجامے — بہ نزہت گاہ ہستی از ابد کردند آغازم
حجاب بے حجابم داد داد بے حجابی ہا — بزم نغمہ پرداز آن عشقت بہ پردہ سازم
بحشر حیرتی چشم حیرانم خودت گشتی — سزد گر چشم محو جلوہ ہائے ناز را نازم
نہ دار نغمہ منصور از من سر کشد وقتے — کہ آواز تو دارد جلوۂ پنہاں در آوازم
چہ یاد فتنہ قامت کند ہنگامہ آرائی — بہ ہنگامہ قیامت شورش در محشر اندازم

من آن مرغ غم گلزار جہاں بیخود کہ از وحشت
صدائے از شکست رنگ سازد گرم پروازم

غزل ۵

آزار کشیدن ہا در عشق دل آزاری — جز غصہ نمی آرد در باغ جہاں یاری
از پست و بلند اینجا باللہ کہ نمی خواہم — جز سایۂ شمشیری جز اوج سرداری
غفلت ز زمیں جوشد مستی ز ہوا بارد — تا چند نشاں جستن در دہر ز ہشیاری
می بالم و می کاہم چوں رشتہ بتاب اندر — از پرسش بد مستی از غفلت ہشیاری
من مست ز ناز او وے مست ز شوق من — در خلوت ما نبود کس را بکسے کاری
آید بہ برم چوں مست زد خندہ و بیروں جست — طرفے نہ تواں بستن از سادہ پرکاری

با کفر سرشتندم اسلام مجو از من
تار نفسم آمد از رشتهٔ زناری

خلقی نه‌دارد اے بگسستنش امامی ست
اما نتوان رستن از طبع خود آزاری

عالم ستم آباد است وقت است که باز آید
در سایهٔ شمشیری نه کرده گنه گاری

هستی و عدم یک جا ان جلوه بما به نمود
از نرگس پرخوابی و از غمزهٔ هشیاری

جنت بچه می ارزد بیخود چو مرا دادند
همسایهٔ داماني همسایهٔ دیواری

غزل ۶

مرا بینند محو جلوه‌هایت جائے تصویرت
من آن شمع ام که بر کردند در بزمم ز تنویرت

هزاران سال بودے در حجاب صفت صانع
برون آمد چسان از خامه نقاش تصویرت

چه ترک کافری کاندر دلم کشتی تمنا را
بخون غلطید اے قاتل به هیبت الله تکبیرت

نداد عقل کس اندازهٔ رسم بیانت را
که آمد دفتر کونین یک حرفے ز تقریرت

ندانم جلوه‌ات بنیات چون است اینقدر دانم
که رنگے جسته ام بوده است رنگ روئے تصویرت

وجود ماسوایت را دلیل ار ندازین قابل
نباشد این و آن جز نقطهٔ موهوم تحریرت

بهر موجے ز دریا مهر می دارد چراغانے
ز عکس چهره‌ات بر تار گیسوئے گره گیرت

بقربانت روم در حشر چون دیدی گفتی
کجائی بیخود از این جا بگو اے سر چه تقصیرت

چرا از تاب رخت بیخود بود گرم پرید نها
مگر از رنگ جسته بود رنگ روئے تصویرت

غزل ۷

حیرت حسن ازل تا سحر حشر نرفت
شب بسر آمد آن خواب گرانم باقی ست

تنم از خاک شد اے واله بیدادم رنج — که پئے غمزهٔ سفاک تو جانم باقی ست

همه تن شعله‌ام و نیست چو خورشید قرار — هوس سوختن اے سوز نهانم باقی ست

هر نفس جائے نفس شعله برون می آید — صفتِ شمع سر ضبط فغانم باقی ست

کوچه پیمائے تن ترک ده اے درد کسے
بهرِ گلگشت تو اے عالم جانم باقی ست

غزل ۸

هر گام سجده زیر تمنا جبین ما ست — در حیرتم که خاک سر ره گذار کیست

خونی نواست بلبل و گل چاک پیرهن — گلشن هلاک ماتم خونی بهار کیست

گریان بحال ابر شوی گر بحال شمع — آخر ملال گریه بے اختیار کیست

تمکین فروش برق و شرار و نگاه شوخ — دانی که اضطراب دل بے قرار کیست

از ابر چیست اینهمه بیتابی نگاه
بیخود بگو بحشر ترا انتظار کیست

غزل ۹

چو شمع هر آنکه بر من آمد — دل از سر اختیار برخاست

بنشست و اشکبار بنشست — برخاست و اشکبار برخاست

در پرده نرگس است چشم — کز خاک در انتظار برخاست

بنشست مگر به دامن او — از خاک من از غبار برخاست

گل کرد گل بهار رو بت — گلشن ز سر بهار برخاست

در سنگدل تو هر که جا کرد — آخر صفت شرار برخاست

شد عالم قدس محشرستان
بیخود مگر از مزار برخاست

غزل

تا گلستان ترا رنگ بہار آخر شد — بلبلان چمنت را گل و خار آخر شد
تا تو رفتی زجہان اہل وفا را ز غمت — صبر جان داد سکون مہر و قرار آخر شد
می چکد خون دل از دیدۂ من تا گویم — کہ شباب تو در آغوش مزار آخر شد
حیف در کشمکش بے حد بیتابی و صبر — کار جان و دل من آخر کار آخر شد
انتقام مئے وصل تو ہمیں بوده و بس — کہ ہمہ زندگی من بخمار آخر شد
خبرت ہست کہ از دست فراق تو مرا — عمر در پنجہ شیر و دم مار آخر شد
زندگی من بے دل زجفائے ہجرت — بسر آمد نہ تیغ و سر دار آخر شد
زیست آن نیست کہ کردم بفراق جانان — زیست آن بود کہ در صحبت یار آخر شد
صفت چادر و عود و گل و شمع سر گور — بستر قبر تو عمر من زار آخر شد
کاش ہر لحظہ بچشم و دل و جانم باشی — تا نہ دانم کہ چنان لیل و نہار آخر شد
با تو می بودم کہ اگر تا بہ ابد بگفتم — حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
مژده جلوه ات آرد اجلم تا گویم — اللہ الحمد بالآخر شب تار آخر شد

می دہند آه جوانان چمن اے بیخود
روئے گل دیر نہ دیدند بہار آخر شد

رقعہ شادی کتخدائی جناب مطہر برادر عزیزی سید سرفراز حسین صاحب خبیر

ابر بہار را کہ باین فام کرده اند — رنگ سحر ز ہشت چمن دام کرده اند

در سایه سحاب چو بینم بروئے خار — دانم که هست جلو فگن شاهد بهار
صحن چمن بچشم نمنائے من نمود — گلها که برق وادی ایمن دمیده بود
هر نغمه ز دهر هست نئے نغمه در اثر — گوئی که هست عالم من عالم دگر
گردد شب نهم چو ز شعبان ستاره خیز — احباب و اقربا همه آیند جلوه ریز
روز نهم چو مهر فشاند بخاک نور — با کاروان شوق روم سوئے زیدپور
رخت طرب بخانه بنده حسن کشند — خاک درش بدیده مشتاق من کشند
پیش همه طعام عروسی کشم نیاز — تا آسمان مفخر رسانم سر نیاز

اعجاز بر عنایت مهمان نثار باد
وین هر دو دیده فرش ره انتظار باد

اشعارِ فارسی متفرق دورِ اول

چه خامه بدکه چشم تو ازان چنیں نگار یافت — که هر که دید سوئے آن بخود کرشمه بار یافت

سخن مرا شناگفت بجز دہر آنکه سنجید — منم و ملال و عبرت که نگفت در نه گنجید

نمیدانم گرچه در پے بود در فریاد بلبل را — که بینا بانه می گیرد صبا نبض رگ گل را
شود ار خنده گل باز از تبسم غنچه می گردد — چه نسبت با دہان تنگ جاناں غنچه و گل را
ز تو شد این و آن ظاہر توئی اول توئی آخر — چناں با در کنم افسانهٔ دور و تسلسل را

دیده ام جلوه صد رنگ بهر پارهٔ دل — شیشه بشکسته هزار آئینه پیدا کردم
گله آلود جفا بود دلم از نازت — همه خوں کردم و از ذوق تماشا کردم
بیخود از وحشت من اینهمه حیرت از چیست — خوں همی شد دل ناشاد و تماشا کردم

ز زور عقل و جوش تحقیقم نبودے کاشکے — هر خیالم آورد هر لحظه معبودے دگر

نگاهت گوشه چشمے بما کرد — خودت دانی تو کردی یا خدا کرد

یا رب مژہ آن دہن و جوش تبسم بنگر
ای کہ گوئی ز عدم بود وجود است محال

چو بر من جلوہ کردی شکستم عینک خود را
نظر صد شعبہ می آید ترا صد جا ہمی بینم

ز خرق و التیام چرخ در فکری بمعراجش
نۂ واقف کہ چون از دیدہا آید نظر بیرون

در ہمہ چون در آمدی در ہمہ چون بر آمدی
بار دو آ کہ این چنین باز بر آ کہ این چنین
جلوۂ طور و ہم ازل ہست یکی چو گفتۂ
پردہ کشا کہ این چنین جلوہ نما کہ این چنین

با اینہمہ ناکامی، با این ہمہ نومیدی
خوبست بچشم من دنیا چہ قدر خوبست

خطش نبود بر رخت ای آفت جانہا
برخاستہ از آتش حسن تو دخانہا

گرم خرقی کہ ز دل برق بہ دامان برخاست
شعلۂ بود کہ از آتش سوزاں برخاست

گر ہوست ہمی کشد، قلب نگار من نگر
گر تو چمن نہ دیدۂ جوشش بہار من نگر

گذشتم از گریبان المدد ای پنجہ وحشت
کہ اکنون جامۂ ہستی دریدن آرزو دارم
مپرس از آرزو دیم نسخۂ شوق شہادت را
بتار موج خون شیرازہ بستن آرزو دارم

خیالش را گزار افتاد در خلوت سرائے دل   بقربانت روم اے بیخودی رخصے بحال من

قطعه

چون شمع ہر آنکه بر من آمد   دل از سر اختیار برخاست
بنشسته و اشکبار نشست   برخاست و اشکبار برخاست

بذوق جلوهٔ نار تبسمہائے پنہانش   برنگ برگ گل در خون نشستن آرزو دارم

در ایوان ہستی چه شد مردلت را   که پشتت بدر رخ به دیوار داری
فریبندت سہل نتوان شمردن   ز دلہا تو داری وبسیار داری
سزد گر باین بے نیازت بنازم   بر ذره صد جہان کار داری

مقصود من از قوت پرواز ہمیں بود   کز صحن چمن تا بسر دام رساند

بغلط رسیدم اینجا زجہان غرض ندارم   بروا اے طلب نادان که من این مرض ندارم

قصه ہائے عسرت پرویز و شیرین گفته اند   ماجرائے دیده بے خواب ہم باید شنید

آن در شاہوار که تا تاج تو نه رفت   شاہا عجب مدار گر رشش تو تیا کنند

چنیں چناں شنیدۂ ازین و ازان شنیدۂ   ہم این ہم آن شنیدۂ چہ ماند تا بگو بیت

ہست ہمیں کا این قدر ہمے ز راہے بس است   ہم نتوان گفتنت کز تو نگاہے بس است
خواہش بخت ار بود تیرہ گئ بہر ما   چشم سیاہے بس است زلف سیاہے بس است
پائے من و بند سخت قلب من و درد صعب   شور ز زنجیر من و ز دلم آہے بس است
عرضہ مدہ بر دلم دولت کونین را   بیخود و از سنہ را یک سر راہے بس است

آرزوے مشق مہ حد خیال بشر   آمدہ آن ہم زمیں با فلک شان تو
رجعت مہر مبیں شق قمر سبط نجم   زین ہمہ ہر یک بود آیتے در شان تو

اگرم نو بہ قبول کرامت نہ کنی   مستیم دہ کہ ز خود کردہ پشیمان نشوم
ہر نفس تا بدم باز پسین دل می گفت   کافرم گر پس امروز مسلمان نشوم

آن تن لاغرم کجا جان نزار ہم نماند   آئینہ عدم کجا آئینہ دار ہم نماند
از چہ بحال بیدلاں طعنہ زنند قدسیاں   روز سپید اگر نماند آن شب تار ہم نماند
ساقی مے پرست را تلخ فزودہ ام بسے   نشہ کجا بچشم من رنگ خمار ہم نماند

بسر اسرار دنیا را چہ فہمد   معمائے معما را چہ فہمد

صنما بلغزشِ ما چه خیالِ انتقام است | نه حلالِ ما حلال است نه حرامِ ما حرام است

ساعتِ امن درگذشت سایهٔ تیغ بر سر است | وقتِ نمازِ تو گذشت وقتِ نمازِ من رسید

دورِ ثانی

ایکه پرسی با دلِ دیوانه عمرم چون گذشت | همچو مانی کز پسِ زجرِ پسر گریان بود

فریب خورده‌ات ای دهر میدود سوئے تو | پس از جفائے تو چون طفل سوئے مادرِ خویش
ترند ز حشر غمزدهٔ آفت پناه تو | ای خون بهائے من نگه عذر خواه تو
در حشر باز پرسشِ اعمالِ من رواست | با آنکه زیستم دعلا مانه زیستم

تنگ آمده شوقم ز دل و جوشِ عتابش | با ناز خودت پرس چه گوید بجوابش

فلسفی در پئے انکار و عذابِ لحد است | کاش در علتِ کابوس گرفتار آید

اندران شب که جوانی من آید در خواب | شبِ وصل و شبِ قدر و شبِ معراجِ من است

با وصف شوق و قدرت محروم کرد یارا من در لباس حرمان نشناختم خدارا

کافر عشق بتان را غیرت این ننگ سخت کو بر عجم و دستان چندے مسلمان بوده است

سجده از شوقت معبودت نمیدانم هنوز کافر عشق توام اما مسلمانم هنوز

توئی و تعزیت عید گرفتاری من منم و ماتم عمرے که بزندان بگذشت

بهر محمل که بینی بے قرار است کف خاک ز مجنوں یادگار است
خدا را از حریم خود برون آئے که محشر نیز ش راهِ انتظار است
فرود آ از سر منبر فرود آ عروجے گر همی خواهی بدار است

گرم فریاد بهر گوشه چمن زادے هست کوے صیاد ستمگر قفس آبادے هست

شعلهٔ حسن که انوار قدم نامش بود بیخودت را بدل سوخته پنهان کردند
خم شده قامت رعنا پس ایام شباب یعنی از کرده خود سر بگریبان کردند
از اسیری خودم نیست ملالے اولے حسن آزاد ترا یوسف زندان کردند

در دل مضطرم جلوه جانان باشد همچو عکسے که در آئینه لرزان باشد

هرچه درچشم من آید دل من مائل اوست
همچو نظاره کز روزنِ زندان باشد

رفت یوسف که بایمان کسے کار نداشت
کافراست آنکه بد ورِ تو مسلمان باشد

زان سبب وعدهٔ دیدار بحشر افتاد
که همه خلق ترا بیند و حیران باشد

آخر از ضعف بدان حال رسیدم بخود
که بهر جا که نشینم همه زندان باشد

ما نه امروز زار و ناکامیم
حسرت آغاز و عبرت انجامیم

کعبه بنیاد گشت و حشر رسید
همچنان ما بقصد احرامیم

حرم و صاحب حرم داند
که حیا کرده ایم و ناکامیم

محو حیرت شدم آن لحظه که او جلوه نمود
وقت بیداری من خواب گرانم دادند

بے نشانیٔ تو تا پرده بر انداخت زرخ
باز از جلوه من تازه نشانم دادند

شرح دو کون و دفتر کن از زبان تو
حرفے شنیده اند هنوز از بیان تو

گر از دو کون سجده بجو شد عجب مدار
مسجود دو جهان بود از کافران تو

از ردّ تو کلیم به فریاد من بوجد
کاین لن ترانی ست و لے از زبان تو

گر دلے داری ز حسرمانم مپرس
مرگ می جُستم شفائے یافتم

گو ئمت از سخن رو داز دل و دلربائے من
پیر من و مرید من عبد من و خدائے من

جائے آن دلبر کہ بجنت بے مدارا خوش نکرد
جنت حوران سپردند و دل ما خوش نکرد

امتحان قدرتت خواہم در ایجادِ عذاب
دست من رنگین ز خون قلب خون دلبر است

فدائے رحم تو اما بداد تو سوگند
نمی سزد کہ جہنم بجائے من سوزد

درس عشق و درس علم و درس ناز و درسِ شوق
آن کہ در ہر لحظہ خواہد جان دبستان من است

بسر من خنجر تیغ کہ رسیدن دارد
کہ بجائے من و دل سجدہ طپیدن دارد
پردہ حشر برو ئے تو دریدن دارد
نیست شام نپس صبحے کہ دمیدن دارد
بر نیارم سر خجلت اگرش دل نامند
مگر آن لحظہ کہ از دیدہ چکیدن دارد

نازم نگاہ قاتل صید آزمودہ را
داند از آن خویش دل نا ربودہ را

آمد خیال یار و بشوم بخلوت است
لے بیخودی بیا کہ من از درمیان روم

لب قدرت خودت را بدہ ار می توانی
تا بگوئے تا چہ گویم بجواب لن ترانی

راز شما آن قدر اے باغبان تا من بران باشم
نہ تو در گلستان باشی نہ من در آشیان باشم

زسوزے کہ باشد درون بجسر آتش | بود سینہ ام مجمر و مجمر آتش
نگر لعل سیراب و ابروئے شوخش | سمندر در آب است و ماہی در آتش
کشد عاشقاں را پس پاک سوزد | بود ہر لبش خنجر و خنجر آتش
صلائے پرستش دہد لب زرد بیش | خدا آتش این جا و پیغمبر آتش

در حریم کہ چوں بخودت بر نیامدی | در جنگ کائنات چرا تر نیامدی

برن تا بدعمر گو تاہم بیان درد دل | از لحد تا حشر گویم داستان درد دل
ہست ذرہ ذرہ لبریز بیان درد دل | اے سرت گردم نمی فہمی زبان درد دل

اگرچہ تا بقیامت نبودہ ام بے تو | بدید روئے تو ذوقے کہ داشتم دارم

قصیده

به پیشگاه حضور پر نور بندگان عالی سلطان العلوم قضا شوکت قدر قدرت مایهٔ ناز اہل دل، چہرہ طراز آب و گل، چشم و چراغ اہل درد، قدر شناس آہ سرد مظفر الممالک سپہ سالار فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک اعلیحضرت سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائنس لفٹننٹ جنرل نواب سر میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ سابع جی، سی، ایس، آئی، جی، بی ای خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ،

سپیده دم که بیار استند بزم حضور ‌ ‌ شنیدم آیت نصر من اللہ از لب حور

شباب اہل ارم گشت روح پیکر من ‌ ‌ دلم جہاں طرب جان من جنان سرور

بعین بیخودی و مستیم بگوشم خورد ‌ ‌ صدائے خالق حرف و صدا ز پردۂ نور

ازین ترانہ ہما حال روے داد مرا ‌ ‌ که دید وقت انا اللہ کلیم اوج حضور

دم صدا بدرخشید برق و دانستم ‌ ‌ که نام شعلۂ آواز بود شعلۂ طور

خطاب کرد که اے قہرمان کرمنا ‌ ‌ تو قاہری و جہان و جہانیان مقہور

تو بر زمین و پرستندگان تو سر عرش ‌ ‌ غمین مباش که تو عامری و شان ماموں

ملک اگر به ہمانخانہ سری باشد ‌ ‌ روند اگر به ثریا در ام او چه فتور

چراغ و شعلہ و مہر و شعاع را مانی ‌ ‌ که در کنار من ستی ز وصل ما مہجور

نبوده خاک درت سجده گاه جن و ملک ‌ ‌ نبوده گرد درت روشنی چہره نور

تغافل خودت از حد بدر که می ترسم | که همچو تو خجل آیند دوستان غیور
چنین بگفت و مرا سرمه بچشم کشید | که پیش دیده یکے گشت ظاهر و مستور
نگاه اول من تنگ در کنار گرفت | ز تنگنائے قدم تا فراخنائے نشور
نگاه ثانی بیاک من بفرصت کن | ورائے دوزخ و جنت رسید همچون نور
ز شان دامن نظاره ام چه می پرسی | که همچو دامن قدرت همی نمود از دور
ندار سید عنان را بذره و هر ذره ممتاز | بیا که با تو نمایم عجائبات امور
بآستان حریم قدم رہ هم دادند | کر آمده حرم راز شاهد مستور
نگه گسست و نفس در گلوئے من بشکست | ز نبیش هول دلم گشت خانهٔ زنبور
چه هیبتے که برد هوش دلبرا سرٰی | چه هیبتے که درد زهره ز جسیم جسور
سپس کشید از آن بقعه پرس پرسانم | بجلوه گاه ازل مهر شاهد مستور
چه جلوه گاه سراپا ادا سراپا ناز | همه جمال و همه جلوه تمام ظهور
چه بود مهر درخشان که در مقابل آن | هم آفتاب قیامت بود شب دیجور
چه جلوه گه که در آمد اگر درو گردد | چو مهر حشر تجلی طور طعمهٔ نور
چه پرنیان و دبیقی و اطلس و دیبا | کدام سندس و استبرق و خز و سیفور
ز محض قدرت حق بود سقف منزل ناز | زمین رحمت حق بود فرش بزم سرور
تبارک الله ز بزمے که ز و نیارم گفت | سواد جنت فردوس را بخار بخور
نموده طنطنهٔ لا اله الا الله | همه جهات و ورای جهات را معمور
یکے بهمهمهٔ قهر واحد القهار | یکے بزمزمهٔ دلربائے انت غفور
ز شان بزم ازین نغز تر چه می خواهی | که بود جشن نخستین بادشاه غیور

گذشت از نظرم خلد و مسجد اقصی ‌ ‌ ‌ مدینه و حرم و مصر و نیل و کوفه و طور
چو شوق بے سر و پا جلوه گاه نامحدود ‌ ‌ ‌ چو ذوق نا تمناهی نظاره نا محصور
زبان و خامهٔ قدرت نداده اند مرا ‌ ‌ ‌ ز شرح سیر مقامات داریم معذور
ولے بگویمت از دشت کربلا حرفے ‌ ‌ ‌ که آمده ست ز نظاره اش دلم ناسور
میان محشر اعدا خلاصهٔ کونین ‌ ‌ ‌ ستاده با همه قدرت ز امتحان مجبور
بدست میت بے شیر و سینه محشر داغ ‌ ‌ ‌ لبش بزمزمه شکر و حمد رب غفور
صدائے اهرمن اینست امتحان لاریب ‌ ‌ ‌ ندائے مژدهٔ یزدان که سعئ تو مشکور
زوند دامن نازے بشمع تابانم ‌ ‌ ‌ چو دیده یاز کشودم چه دیدم از رهٔ سور
بمنتهائے شرف سید شباب جنان ‌ ‌ ‌ نشسته با همه شوکت فراز مسند نور
دلم بزمزمه آمد لبم بنغمهٔ تر ‌ ‌ ‌ که اے جمال نبی رحمت خدائے غفور
جریده ایست وفا نامهٔ شهادت تو ‌ ‌ ‌ که شرح بار امانت بود دران مذکور
سفینه ایست جزا نامهٔ سعادت تو ‌ ‌ ‌ که کل رحمت و غفران بود دران مسطور
من و قدر که ازیں به نمی توان گفتید ‌ ‌ ‌ که خونبهائے تو باشد خدا نه حور و قصور
هنوز هردم تیغ و بدار می رقصند ‌ ‌ ‌ ز کارنامه ات اهل وفا و اهل شعور
بمن به لطف نگه کرد و گفت از سر مهر ‌ ‌ ‌ که اے به شعر و به انشا سر آمد جمهور
لب بو زمزم و کوثر ترا به چه شد آخر ‌ ‌ ‌ چرا ز شیفته من نمی شدند کور
بگوئے مدحت عثمان علی نظام دکن ‌ ‌ ‌ که آمده ست ز عرفان دلش حریم حضور
ز طبع روشن من طرفه مطلعے بر جست ‌ ‌ ‌ بشوخئ که ز حسن ازل تجلے طور

مطلع

ز رنگ روئے تو اسلام را بهار ظهور ‌ ‌ ‌ ز جلوه ات دل روحانیان بهشت سرور

شمیم خلق تو شد تا محیط ارض و سما — نسیم خلد کشد منت صبا و دبور
زعلم و عقل خمیرت زعشق روح تنت — سزد که حسن ازل ناظرست و تو منظور
بدرس فلسفه آموزگار افلاطون — بضبط عشق ادب آموز مستیٔ منصور
مکان علم توئی لامکان علم توئی — بدرک پایهٔ ات افلاک معترف بقصور
ورائے سرحد ادراک عرشیان جایت — که آمده دل مسجود شان بتو مسرور
زسحر کاری علمت ز راز دانیٔ تو — زمانه متحیّرا زمانه مسجور
رسیدهٔ تو مگر تا در مدینه علم — امین آدم و خاتم شفیع روز نشور
بخلق مژده دهٔ لا اله الا الله — بنام نفس نبی و لسان حق مشهور
مگر ترا گذر افتاد در مدینه علم — که هست گنج علوم آنکه را گنجور
که هست صاحب لولاک شاهد معبود — که هست صاحب معراج و قبلهٔ جمهور
بلب دگر لب داؤد آشنا نشدی — نوایش ار بشنیدی دم ادائے زبور
بشغل درس رموز و حدیث و قرآنی — هم از امام و نبی هم زحق بزم حضور
کسے که در برایشان بود ز شب تا شب — اگر نه بار حکیمان دهد بود معذور
ز رازهائے جهانے چنان خبر داری — که گوئی آمد وحی هست برهان دستور
چه بود تغرل و قاآن و سنجر و خاقان — چه اصل قیصر و اسکندر و جم و فغفور
چه ذکر دلبر داؤد و شش جهت سلطان — که بود شاهی و پیغمبری بدو مغرور
یگانه آیتے از قدرت خدائے قدیر — که بود از پئے امرش همه جهان مامور
تمام خلق خدا و خدا گواه من است — نبود هیچ شهے را شهے بدین دستور
نیامده هست زکس و ز کسے نمی آید — تو دادهٔ و دهی داد خلق بے دستور

باهتمام تو بالد بخود دل دوران
بانتظام تو نازد دل سنین و شهور

اگر کریم کسے گو مدیت زہے کرمت
کنی عرق ز حیا چون عروس حجله سور

دهد جلال تو کافور را طبیعتِ مهر
دهد بمهر جمالت طبیعت کافور

اگر ز روضهٔ بزمت حجاب برخیزد
کنند جنتیان آرزوے بزم سرور

برون جهند گراز شوق روے تو چه عجب
جنود عالم ارواح و ساکنان قبور

بلشکرے تو اگر افگنی نگاهِ عتاب
زہے جلال الٰہی بعتلب تو مستور

هواس را نبود در سرے مجال مقام
خیال را نبود در دل مجال عبور

بہ بین زمانہ تنگول وست و بے بنیاد
نبوده با همه آزادیم چنان مجبور

بمن نہ داد کتب خانہ گوئیا داند
ز بهر علم لدنی بود مرا منشور

عروس طبع من وا ز دہام حسرت وایں
لباس ماتمی و نو عروس غیرت حور

نہ دانم آہ کہ تا حال چون پسندیدی
کہ داغ زخم شود زخم من شود ناسور

بصورتے بردم سوئے کارگاہ کہ رفت
ز کربلا بسوئے شام عابد رنجور

بضیق فرصت و آزار و محشر اندوه
قصیده گفته ام اے تاجدار کشور سور

بوده گفته من درازای گفتهٔ من
چو کل نور خدا درازای جلوه طور

بسنج بادگراں نغمہ ام کہ فرمائی
نبود آن همه غیر از نشید نغمه سور

اگر بنغمه درایم ببارگاهِ غزل
چو کوه طور کند رقص ارض نیشاپور

ز ترزبانیم آید بجوش در شیراز
ز هر مسام زمین چشمه شراب طهور

بگوی بیخود وارفته هاں که وقت دعاست
که اے بدل همه اشراق و اے بجان همه نور

بگویم آن که باندازهٔ تمنا یست
خدا ترا بدهد از خزینه معمور

بگویم آن که عطایت کند جواد ازل | بقدر وسعت رحمت بوسعت مقدور

شنو شنو که بختم قصیده ام جو شد
زغیب زمزمه ان سعیکم مشکور

قصیده

عالیجناب معلی القاب مولانا سید محمد مہدی صاحب بہادر بالقابہ

راجہ پیرپور ادام اللہ اقبالہم

هر شعله وردنے که به کشمیر درآید | گردد رخ محض است همه خلد برآید
در مستی نظاره گمان می برد انسان | کاین جا چو رسد جنت فردوس تر آید
چون آتش نمرود شود باغ براهیم | این جا چو بایمائے ممتت سقر آید
زنگ سحری آرم از بهر تماشا | هر روز دم صبح به کشمیر درآید
جو شد ز زمین و فلکش نغمهٔ حورا | در وجد ز کیفش دل جان بشر آید
باشد شب وصل و شب قدر و شب معراج | با یار هر آنشب که درین جا بسر آید
از آب و هوایش ز کسے پرس که اینجا | پیری رود و تازه جوانے بدر آید
در خود نگر و شان جوانان ارم را | هر تازه جوانی که به کشمیر درآید
چون سایه که مهتاب شود در شب مهتاب | هر تیره رخ از لمعه ماهش قمر آید

از وهم میرسد خرد نکته پرستان
خورشید رخی گر رود آن جا چه برآید

هرکس که درآید بمقامے ز مقامے
گوئی ز بهشتے به بهشتِ دگر آید

هرکس که به کشمیر رسیده است نخواهد
زین جا برود زندگیش چون بسر آید

یکبار ببایت چو روی جانب کشمیر
کشمیر شب و روز بسویت نظر آید

آن را که دلش آمده آئینهٔ کشمیر
هر جا که رود باغ ارم جلوه گر آید

تا حد نظر سبزه و گل از در شبنم
مانند بر دامے که سراپا گهر آید

در ساعت مسعود مگر خضر شد آن جا
کانجا که رود سبزهٔ تر بر اثر آید

دامانِ نگه مخمل صد خوابه نماید
زان سبزه صد رنگ که اندر نظر آید

از کشت روانش که جو فردوس روانست
آید خجل از خلد به کشمیر در آید

هر مدرح نماید شجر طور تجلّا
چون لمعه خورشید میان شهر آید

هم اول و آخر انهار بهشت است
آن دل که ببالائے جبل جلوه گر آید

جوشد ز زمین در هوا در فلک نور
خوش عالم نوریست که اندر نظر آید

هر قصر جهانگیر بگل خانهٔ کشمیر
از قصر ارم خوشتر و زیبنده تر آید

گل مرگ بود از هم و از جوش بهارش
نقشے که نه از خانهٔ نقاش بر آید

خوبانِ حیا پرور و شوخ اند در آنجا
کز طلعت شان حور و پری در نظر آید

هم جنت و هم قاف بود خطّهٔ کشمیر
ز و پرس ز حالش که درین باغ در آید

آئینه گرفته ست بزر از ز خورشید
هر برگ که ناطوره گل جلوه گر آید

آئینه صفا برگ هم آئینه جلا گل
خوش آئینه زاریست که اندر نظر آید

چون سرو قد یار در آن جلوه نماید
مانند نگین شجری جلوه گر آید

هر سرو خرامان که در آید بچمیدن — ماند بعروسی که برفتار در آید
باد بگه در آید بچمن از پس اشجار — چون شاهد مستیست که رقصان بدر آید
از بسکه قریب است بخورشید که آنجا — شام شب یلدا سحر اندر سحر آید
هر لمعه خورشید ز باد سحر هند — از جوش نمش خوشتر و سیراب تر آید
رفتار عروسانه بادش چو بینی — باور نکنی آن که بجائے جگر آید
جز جنت کشمیر نشانی نتوان یافت — زان خنکی زیبا که بقلب و جگر آید
تدقیق برآنست همه آب حیا تست — با دیگه درین گلکده وقت سحر آید
از عالم آن شبنم شاداب چه پرسی — چون برج صبا مرهم داغ جگر آید
کشمیر مقام عجب افزا است که هر شئ — از جوش نم و نامیه معجز اثر آید
اصلا ز جراحت بتوان دید نشانے — تا نشتر ازین سوے بسوے دگر آید
گر نشتر قدرت رگ خاکس بگشاید — تا حد نظر خون گل اندر نظر آید
صد راه بیکر و زروئی گر سر راهے — هر بار گل افشان تر و شاداب و تر آید
با فرط نزاکت بکمند گم ورقے را — از نخل بلندت چو گلے بر حجر آید
از جوش نم و نامیه هر شاخ گل تر — اکنون بسر جیب و کنون تا به سر آید
در پاے گل و لاله اگر دیر نشینی — تاج گل جنت بسرت جلوه گر آید
صد ره روی از خویش بره از ره مستی — تا بلبل شیدا ز شجر تا شجر آید
گل را شفق شمس و قمر پوشش بینی — آنگه که برو لمعه شمس و قمر آید
هر لحظه هواست بهارین و نگارین — زان رنگ که هر لحظه ببرواز در آید
الماس و زمرد بود اندر کف هر برگ — در جنبش اگر زیر شعاع قمر آید

تا زند زمیش بشر و جن و فرشته
تا زند بخشش قدر و قدرت و قادر
آید ملکی گر سوئے کشمیر یکے هست
آن گلکده نغز که از بست و بلندش
کشمیر چو آویزه صد شعبهٔ الماس
چون گلکده سحر و چو گل خانهٔ اعجاز
زین مدحت رنگین من ارباب سخن را
کشمیر ز خدا خواست که از بهر تماشه
رحمت نگهے کرده هر اطراف جهانے
شاطهٔ تقدیر عروس چمنش را
تا حد کمالش برسیده است جمالش
قدرت چو کند زینت باغی عجبی هست
آخر بکرم خالق اسرار بهادی
لاریب که از طی مکانش عجبی نیست
در وادئ کشمیر چو گردید خرامان
بر هر قدم از پائے جبل تا بسر کوه
هر نخل بصد دست همی کرد اشارت
از دامن کوه آمده هر قلهٔ نشانے
دیدند زمین و فلک گلشن کشمیر

باغے که ز گلکاری صنع بشر آید
باغے که ز تردستی دست قدر آید
در باغ ارم باز نیاید دگر آید
چون هشت چمن هائے جنان در نظر آید
هر لحظه بصد رنگ دگر جلوه گر آید
هر لمحه بهشت دگر اندر نظر آید
تا در بر بود لاله و گل تا کمر آید
اندر چمنش اهل دل باخبر آید
فرمود که هذی سراپا نظر آید
هر حرف نموده است که زیبنده تر آید
چون جوهر آئینه که از سعی بر آید
کز هست چمن خوشتر زیبنده تر آید
فرعون که چون رحمت او در سقر آید
گر بهر کسے قدرت حق بال و پر آید
گفتند که در جلوه گه ناز در آید
هر جائے همی گفت که این جا مقر آید
اول هوا د پائے گزار دگر آید
چون خوند لیں کوه بوقت [illegible] سحر آید
روزے که بیک وقت دو خورشید بر آید

آخر سر کوه آمده خوش بارگی ساخت
تا فرق نمایان بخودش دید بدل گفت
در هند جهانم بسر عرش رسیدے
من هم بتصور شو او رفتم و گفتم
فرمود که این جا همه جا جائے تو خالیست
رفتم همه شوق و همه شکرانه منت
بر آن لب برخنده نگه کردم و گفتم
چشمش به زمین دوخته از راه کرم گفت
گفتم که ثنائے تو ز غیبت کنم آغاز
آرم بزبان خرد آن مطلع روشن

گر جلوهٔ آن کوشک فردوس درآید
وقت است لب راز نه گفتا در آید
این جا ز سراپردهٔ قدسم خبر آید
فرمان رود و بخود و وارسته درآید
درجا بتو اند سوئے پاکت بسر آید
زان گو نه که شوق و ادب از جائے درآید
خواهم که دلم نغمهٔ مدح تو بر آید
خواهم که نهال هوست بار در آید
تا سوئے خطاب آمدیم خوب تر آید
کز مطلع انوار تجلا بدر آید

مطلع

گر مهر جمال کرمش جلوه گر آید
از جهل که مرگ است جهان را بسر آید
منت ننهد گرچه ز احسان بشود سیر
در خانه و در راه بسے منتظر الله
گو بدچه حکیمانه که گلگشت محال است
هرگز مبر از یاد که بے جلوه خوا
هر لحظه بگوید دلش آن دست قوی را
گر از رخ اسرار جهان پرده کشاید

شام غم جاوید صباح ظفر آید
وقتے که مسیح کرمش چاره گر آید
دل کیست که از عهدهٔ شکرش بدر آید
در خانه که از خانه در آید که بر آید
کشمیر اگر از پئے تنها سفر آید
جنت ز پئے حضرت آدم سقر آید
رو دست کسے گر که از و پائے در آید
بقراط خجل گردد و سقراط تر آید

آن موبد و فرزانه یکتا که بهر قوم	مهمان رود و سرور انسان بدر آید
آن رهرو یکتا که بصد راهش عالم	چون پائے براہے بنهد راهبر آید
آن صاحب عرفان که سر جاده ایمان	بر نقش کف پائے آئمه بسر آید
چون سر بنهد بر در خاصان پیمبر	تحسین ز لب صاحب معراج بر آید
آن مطلع تابنده بر آرم که ز خوبی	چون مطلع صبح ازل اندر نظر آید

مطلع

کونین بوجد آمده در حال در آمد	گر از دل تو نغمهٔ مستانه بر آید
باغے که در آن نغمه زن آثار حقیقت	هر بلبل خاموش در آواز در آید
چون بلبل تصویر شود بلبل سدره	تا زمزمهٔ معرفت تو بسر آید
اقبال مجسّم شود اجلال مجسم	تا جلوهٔ زیبائے تو اندر نظر آید
فخر ادب وجد جامع اخلاق کریما	کز دیدن تو باصره در وجد در آید
قدر کف خاکے نبود پیش توان را	دنیا نه بود آن که بچشم تو در آید
طاعت بکنی از پے طاعت ز سر سوز	جنت نبود آن که بچشم تو در آید
در چشم تو خشت زر و اصناف جواهر	بے قیمت و بے قدر چو خشت و حجر آید
بر اهل تکبّر بکنی گرم نگاهے	تا کبر شود خاک و ته خاک در آید
با خاک نشینان بنشینی به اداۓ	صد حرف صدا از لب کونین بر آید
تقدیر باندازه تقدیر نیازد	رائے تو اگر از در تدبیر در آید
بر پرده کنی گر غلط انداز نگاهے	بیتاب شود راز که از پرده بر آید
گیرند بلا شک سبق طاعت و اخلاص	دقتے که سر ذوق تو در سجده در آید

صاحب نظرے اہل دلے خلق تباہے — دہر از تو بہشت دل و خلد نظر آید
برمن نہ سزد آن کہ بمدح تو نیازم — دانم کہ ثنائے تو نہ از من بسر آید
آنی کہ ز دل نغمہ شکرانہ قدرت — آن فلسفی مجتہد دھر سر آید
کو آمدہ در قبہ شبیر بمنت — زان بعد کہ پاسے عمل از پائے در آید
کو پیش خدا، پیش نبیؐ، پیش آئمہؑ — تا حشر و پس از حشر مدیح تو سر آید
چون نخل ارم باد نہال کرم تو — کو روز شب و صبح و مسا دیر تر آید
چون نعمت حق باد کمال نعم تو — تا حق بودت نخل امل بارور آید

برآر یکے دست دعا از پے بیخود
شاید کہ بمنت شب سودا بسر آید

رباعیات

در ثنائے معلے القاب سید محمدؐ مہدی صاحب بہادر

راجہ (پیر پور)

اللہ اللہ چہ نیک نام آمدۂ — ہمنام پیمبرؐ و امام آمدۂ
مہدی و محمدؐ اند ہر دو خاتم — تو خاتمِ ارباب کرام آمدۂ

اے مہدی صاحب نظر و بیانند | تا قبلہ حاجات درت را دانند
اہل اقبال و جملہ ارباب کمال | در وقت مصیبتے ترا می خوانند

در رزم بحشمت سلیمان باشی | در رزم براہ حشر مردان باشی
ذلتے تو بود از پے دنیا رحمت | بر مسلک پیغمبر یزدان باشی

بر مہدی باکمال و دولت نازد | ایمان و گداز و سوز و طاعت نازد
بر کردۂ او زرہبر دین و دنیا | نازد خلقے و تا قیامت نازد

قطعہ دُعائیہ

آسمان جناب میر فضل علی خان صاحب بہادر بالقابہ والی بیگین پلی

خلد اللہ ملکہ

جم حشم فضل علی والی بیگن پلی | مایہ دار نعم و خواجہ دنیا باشی
بتواضع ، بتحمل ، بترحم ، بشکوہ | اوب آموز جسم و قیصر و دارا باشی
قطرہ بیش نباشند بجائے کہ بحار | تو زجوش کرم و جود تو دریا باشی
ذرہ بیش نباشند بجائے کہ جبال | ز ثبات قدمت عرش معلا باشی
چون بگلشن بروی بادشہ گل گردی | چون بصحرا بروی لالۂ صحرا باشی
بر نیایند بتو ساحران دنیا | پئے ایشان چو عصا و ید بیضا باشی

دیگران چون بہوس طالب دنیا باشند
طالب آخرت و طالب مولا باشی

از نگاہے کہ بر ایتام دار اہل داری
قرۂ باصرہ آدم و حوا باشی

قدرت و رحمت یکتائے خداوندی را
مرکز و دائرہ و مظہر زیبا باشی

تا ابد ناز کند پرتو عطائے شبیر
تا ابد شیفتہ یوسف زہرا باشی

کربلا یا نجف آید بزیارت ہوس تو
بسکہ شبہا بخیال شہ بطحا باشی

بیخود خستہ بگوید ز سر صدق و نیاز
بہر جان بخشی خلقے چو مسیحا باشی

قطعہ مدحیہ

در شان نواب بہادر علامہ سر محمد مزمل اللہ خان صاحب بہادر

(نواب بھیکم پور)

نام تو ہست حدیث شب معراج رسولؐ
اے کہ مزمل و اللہ داری

ہمہ عالم شدہ آوازہ جوش کرمت
زان کہ شان کرم عالم بالا داری

عرق آید بجبینت چو کرمت خوانند
اللہ اللہ چہ عجب طبع معلیٰ داری

آن قدر خدمت ایتام دار اہل کردی
کہ دعا گوئے خودت آدمؑ و حواؑ داری

دادی از علم حیات ابدی خلقے را
اے کہ بر عالم اسلام کرمہا داری

زندہ اش زندہ بدو زندۂ جاوید نبود
چون بگویم کہ تو اعجاز مسیحا داری

کف موسیٰ دم معجز ید بیضا گشتے
تو ہمہ وقت ز جودت ید بیضا داری

ہمہ اخلاق پیمبرؐ ہمہ اخلاق الٰہ
آنچہ نیکاں ہمہ دارند تو تنہا داری

چہ وزارت چہ ایالت چہ امارت چہ شکوہ	ہمہ را بر در خود ناصیہ فرسا داری
منت خامۂ مانی مکشد پیکر تو	کہ شبیہ تو در آئینہ دلہا داری
جلوہ گر بچو مہ نیمۂ شعبان باشد	طرفہ ماہے کہ در ایوان فلک ما داری
تا بدزنگ بہار چمن دھر بود	سرو نازے کہ بگلزار تمنا داری
شب وصل و شب قدر و شب معراج بود	ہر شبے کز کرم شاہد اسرا داری
آمدم پیش تو "گنجینۂ تحقیق" بدست	بر این گنج کہ گنجینۂ دنیا داری
چہ کتابے کہ بر اُو نقد و بصری نازد	قدرش افزاے کہ چشم دل بینا داری
شاد کن تشنہ لبی میکدہ اشامے را	اے کہ در حکم خودت قلزم صہبا داری

بیخود از جور فلک ہست غریبی بوطن
کاش از حال غریباں وطن یاد داری

قطعات

صنم ادائے تو قدر شعر من بشکست — ازین ملال یقینم بود کہ جان نبرم
غرور ناز تو آہنگ جان من دارد — خدا گواہ کہ من این چنیں گماں نبرم

ہمہ درد و ہمہ تاریکی بختم چو زحل — درد و بیچارگیٔ نحس قدم را چہ علاج
تو مسیحائی و خورشید جہاں تاب ولے — اختر سوختہ و بخت بدم را چہ علاج

انعام تو قلیل از انست غالباً — کانرا بروئے چشم گذارم بسر نہم

وین کاغذ زراست چو روپاک مختصر | تا بر جبین نم زده و چشم تر نهم

همه عبرتم ز نصیب خود، همه حیرتم ز سخائے تو | نگہے بجانب شہر خود نگہے بسوئے عطائے تو

شکست آئینہ شعر اگر دست قضا | ترا کہ گفت کہ حسن رخ سخن منگر
عجب کہ شاہد نظمم ترا نباز نہ گفت | کہ سوئے من بنگر در لباس من منگر

همه حیرت ز خرد پرسیدم | صلۂ مدح سخندان اینست
گفت نومید نشاید بودن | قطرۂ اول باران اینست

ممدوح من آنست کہ بر روے جہانے | صد رہ در صد کاں ز زر ناب کشادہ است
ممدوح من آنست کہ در عرصۂ گیتی | برتر ز ہمہ پایۂ ایثار نہادہ است
ممدوح من آنست کہ شلش نتواں یافت | ممدوح من آنست کہ این پیشہ داد است

انعام قلیلے کہ بمن آمدہ از تو | چوں صاعقہ بر نخل مرادت رسیدہ است
سوگند بجان نو اینست یقینم | عدل تو ندید و کرم تو نہ شنیدہ است

تا دید مرا غرقۂ اندوه و ندامت
با من خردم گفت باند از ملامت

گر در عوض ہیچ خودت را بفروشی
بادا بجہاں خوشدلی و عیش حرامت

در مجلس رندان خرابات زمانہ
مست است سخن از مے پر جوش کلامت

این روبیہ گرد زکسے چوں تو عزیزی
نزدیک مگر آمدہ ہنگام قیامت

گر مدح کلام خرد آزار نکردی
از تو چہ گنہ آمد و بر تو چہ غرامت

بیخود نگران باش کہ ہمصورت قاروں
آخر بزمیں درکندش بار ندامت

در تہنیت حج و زیارت نواب صاحب درخانصاحب مزمل اللہ خانصاحب نوشتہ شد

اے آنکہ حریم کبریا را دیدی
ہم روضہ پاک مصطفےٰ را دیدی

گوئی کہ زعرش وز سراپردۂ قدس
انوار محمد و خدا را دیدی

رُباعی

اے آنکہ شدی بکعبۂ رب عظیم
زانجا بمدینہ بشہنشاہ کریم

صد شکر ترا ہر در کرامت کردند
معراج حبیب خاص و معراج کلیم

قطعہ

اے در سخن بجلوتیان حریم ناز
راز درون پردہ بتو درمیان نہم

داغے کہ بر دل من مسکین نہادہ اند
وقت است وقت اگر بدل دشمنان نہم

در پلۂ نہم نگہ التفات تو
در پلۂ عداوت ہفت آسمان نہم

بر بنیاد عمر کو تا ہم بیاین درد دل
عشق آمد کش جنداناسبدہ اند

از لحد تا حشر گویم داستان درد دل
یافتم درد آشنائے یافتم

عرق برخ چو گرمی حسنت گلاب ریخت
دستے کہ پیکرے تو باین آب و تاب ریخت

دیدم کہ آفتاب بسر آفتاب ریخت
گر در رہت بر آئینہ آفتاب ریخت

قطعہ دعائیہ

در مدح "راجہ پیرپور" دام اقبالہا

رونق دولت و اقبال محمد مہدی
بر ریاست بکیاست بسیاست بعروج
بحیا و بسخا و بصفا و بوفا
بتواضع بتحمل ، بکرم ، بشکوہ
قطرۂ بیش نباشند بجائے کہ بحار
ذرۂ بیش نباشند بجائے کہ جبال
شان جد ، علم پدر ، عقل فلک پیمارا
دانش مغرب و مشرق بکمالت نازد
بر بنا بند بتو سامریان دنیا

بہر ہر انجمنے انجمن آرا باشی
بر سر راہ عمل رہبر یکتا باشی
مایۂ نازشِ ارباب تولّا باشی
ادب آموز جم و قیصر و دارا باشی
تو ز جوش کرم خویش چو دریا باشی
ز ثبات قدمت عرش معلا باشی
با خودت داشتہ باشی بجہاں تا باشی
رشک اسپنسر و فخر بن سینا باشی
بہر ایشان چو عصا و ید بیضا باشی

قدرت رحمت یکتائے خداوند ترا
چون بگلشن بروی بادشہ گل گردی
دیگران چون بہوس طالب دنیا باشند
باہمہ خلق نبی باہمہ اخلاق الہ
از نگاہے کہ بایتام و ارامل داری
تا ابد ناز کند بر تو عزاے شبیرؑ
کربلا با نجف آید بزیارت سوے تو

مطلع بے بدل و مقطع زیبا باشی
چون بصحرا برسی لالہ صحرا باشی
طالب آخرت و طالب مولا باشی
زینت انجمن دھر خود آرا باشی
قترہ با جرہ آدمؑ و حواؑ باشی
تا ابد شیفتہ یوسف و زہرا باشی
بسکہ شبہا بخیال شہ بطحا باشی

بیخودؔ دختہ بگوید بسر صدق و نیاز
بہر جان بخشئ خلقے چو مسیحا باشی

قطعات در مدح امام حسین علیہ السّلام

برصبر و ثبات او امامت نازد | برذات صفات او رسالت نازد
ہم زندگیش چنان و ہم مرگ چنین | برمرگ و حیات او قیامت نازد

ایضا

جمعے بہ ثبات شاہ خلقت نازد | خلقے بدل ذبیح طاعت نازد
برہمت جان مصطفیٰ و حیدرؑ | قدرت نازد خدائے قدرت نازد

ایضا

آن عزم و وفا کزین حیدر آمد | از کردہ ماسوا فزون تر آمد
گوئی قدرت ز بہر حفظ اسلام | درپردہ فرزند پیمبر آمد

شارح بار امانت نبود چوں تو بدہر	ذبح تو ذبح عظیم از لب یزداں آمد
پلّۂ طاعتِ کونین سبکتر گردید	تا نماز دم ذبح تو بمیزاں آمد

دوستے مراکتابے داد، وازاں بعد تقاضہا کرد، من در غضب اشعار ذیل در در ہجوش انشا کردہ بہ کتاب فرستادم

ہرکس بہ ملال تو عالم بہ خیال تو	احسنت بہ ناز تو تحسین بہ کمال تو
اے آنکہ وفا از تو لبریز شکایت شد	نازم بہ جواب تو نازم بہ سوال تو
با این ہمہ خودکامی، با این ہمہ بدنامی	عالم بتو گردیدہ نازم بہ کمال تو
روح ہمہ بے باکان جان ہمہ مشتاقان	آشوب گہ محشر ہر دل بہ خیال تو
اے جبین جبین تو صد دفتر اسرار است	یا کلک قضا بنوشت تفسیر مقال تو
از اہل وفا صدرہ من گوے سبق بردم	سوگند بہ عہد تو سوگند بہ حال تو
شان تو از این ارفع من ورنہ ہمی گفتم	ابلیس عدیل تو دجال مثال تو
چون از لب مشتاقان بانگ ارنی خیزد	دعوی انانیت زیبد بہ جمال تو

اے بیخود ناشادت خود کردۂ بیدادت
ہر لحظہ دعاگو بان از بہر مآل تو

در تقریب عروسی گفتہ شد

بنام آنکہ بکن جملہ جہان آراست	ز رنگ طبع بشر زینت جہانے خواست

حدیث آدم و حوا ز راز می گوید / رموز فطرت این نوع باز می گوید

فروغ دیده او تا جمال خود ننمود / بهشت با همه ناز و نعم دلکش تر بود

خلیل آنکه بدو دهر ناز می دارد / بناز حسرت سارا نیاز ها دارد

کلیم آنکه سر طور چون قیام کند / ز خالق کلمه بے ملک کلام کند

رسد چو پیش صفورا ز ناز می گذرد / براز می گذرد با نیاز می گذرد

محمد آنکه بود شاهد خدائے ودود / محمد آن که به معراج او علو بسجود

محمد آن که چو یوسف فروغ بازار است / خدیجه را به تمنا به دل خریدار است

علی که در شب معراج هر چه دید رسول / به دید آن همه تا رفته از سرائے بتول

به او حسن آن که نگه کرد ششدری بوده است / که بود او به شبستان که دیگرے بوده است

علی که هست خدائش به پیمبر دوسرا / علی که هست حبیبش خدائے بے همتا

با اسم سامی نفس رسول می نازد / بنام نامی زوج بتول می نازد

درود بار نثار آل اطهار / که هر یکے است ازین شان چو احمد مختار

صراحت است بقرآن که خالق هر خوب / که آفرید هر اک جنس طالب و مطلوب

گرار سد که در گفتگوئے باز کند / به نیتے که خدائے کریم ناز کند

به جلوه شاهد فطرت دگر بناز آمد / که چون شباب زلیخا بهار باز آمد

درین زمانه توکل حسین از سر شوق / در آمده است بکاشانه تو از در ذوق

رسم بکوے تو در بست و هفتم شعبان / با قرباء و به احباب و خویش و فرزندان

پیام عید به قاصد شنیدنم هوس است
بسر بجانب کویت دویدنم هوس است

رقعه در تقریب عروسی سید رفیق حسین صاحب صاحبزادهٔ سید توکل حسین صاحب

تعلقدار لودپور

سرے کہ بہ گیتی بہار می آرد
ز خاک جوشد واز آسمان ہمی بارد

چہ وقت وقت تماشہ چہ فصل فصل جمال
چہ دور دورِ تمنا چہ عہد عہدِ وصال

نداد رخصتِ رقصے وقار تسکینم
ولے چہ سود کہ دل را برقص می بینم

خیال من چو رداسم بوجد ہمہ ستان
نگاہِ من چو مژہ پاے کوب ست افشان

تنم ز جوشِ طرب سازِ عشرت انگیز است
نوائے تار نفس نغمۂ دل آویز است

ترانہ ریزی مضراب شوق را نازم
کہ موج موج صباحت پردہ سازم

رسید وقت عروسی پے رفیق حسین
نہ جلوہ اش نظرم را تجلی کونین

چہ جلوہ جلوہ کہ نشو و نمائے ہر گلزار
چہ جلوہ جلوہ کہ گل ریخت در کنار بہار

ز مخلصانِ معظم ز اقربائے کبار
ز حاملانِ شریعت ز عاملان دیار

بجلوہائے دل افروز چشم آن دارم
کہ پر فروغ شود چشم کلبۂ تارم

کہ زنگ آئینہ دل رو دو دنم ہوس است
نگارخانہ چنیش نمودنم ہوس است

شود چو جلوہ نما بست پنجم شعبان
زنند خیمہ چو ابر بہار در بستان

چو بست و ہفتم شعبان شود ضیا گستر
روند جانب کاشانۂ ابوجعفر

ز لودپور حشر امند سوئے متوپور
کنند قلب توکل حسین را مسرور

بیتے چند که در خیر مقدم مجله "مرقع" (از وصل بلگرامی) نوشته شد

ارنی بجوشد از دل همه را خودت بدانی ... نگزاری پای در گل، بگذر ز لن ترانی
تو به آب و تاب شانی تو به انقلاب جانی ... نه مرقع زبانی که مرقع جهانی
چو بحق سوی مستجل چو ز معرفت بخوانی ... تو رسی بوحی منزل تو به لوح غیبانی
چو ز حسن خطبه خوانی چو سخن ز عشق رانی ... ز زمین نظر دمانی ز هوا اثر فشانی
بهوا چو پر کشائی بجهان نظر کشائی ... چو ز اوج در کشائی تو فراز لامکانی
ز چراغ شعله لرزان نگهم تباه سامان ... تو ئی آفتاب دوران سزد ار ضیا فشانی
بدر از جلوه گاهت دل و دیده فرش راحت ... همه حسن در پناهت ز نظر چرا نهانی
تو به عهد در سخن آ چو مسیح معجز آرا ... که جمال فطریت را چه نیاز با جوانی
همه چشم ناز جوشی که همه لبی و گوشی ... بصنم همه خموشی بخندا همه بیانی
ز تو چشم مے پرستی ز تو دل باده مستی ... همه نشه الستی همه مستی جوانی
ز ادب عیار سنجی ز علوم طرفه گنجی ... تو ز بهر آن برنجی که ز جهل وا رهانی
بسکون تست تابم تب و تاب تو شتابم ... ز تو لب نگرے بیابم ز تو فرّ آبادانی
قدحے بدست جستم بشکست آئینه ده ... که بگوشش تو خورد زه ز سروش آسمانی
چه نظاره سوز شانے چه غرور زا بیانے ... که بجست بر جهانے ز صدائے لن ترانی
ز نیاز باز گوئی تو ز ناز راز گوئی ... سزد از نیاز گوئی که ز وصل داستانی
ز فراق اگر زنی دم چو ستاره اهل عالم ... ز نند چشم بر هم همه شام زندگانی
ز وصال کن تکلم که ز خلق از ترنم ... نرود ز لب تبسم چو بهار جاودانی

سر راہ ہست جانان بخضر بگو ید ایمان | سزدار باب حیوان تو غبار رہ نشانی

بتو بیخود است شیدا نگہے بوے خدارا
ز تغافلست پیدا کہ تو از دلش ندانی

باب تعزیت

قطعۂ وفات قیامت آفات سید ریاض حسین صاحب موہانی

نواب بھوے گلا

بیخود ز ریاض رسل آثار چہ پرسی
جان داد و رع رفت عمل حلم فرو گشت
اخلاق محمدؐ بود از ما تمیا نش
روح تن دین بوده و جان تن ایمان
ہم شان شہیدش چو نہ گویم چہ بگویم
شبیر بہند آمده پیش از مہ ماتم
شاہنشہ تسلیم ز بیزاری درمان
کوثر بلبش بوسہ زند خلد بپائش

کز مردنش ایثار و کرم جود و سخا مرد
تسلیم تہ خاک شد و صبر و رضا مرد
کز رحلت او درد دل و مہر و وفا مرد
من آہ چہ گویم کہ چو اُو مرد چہا مرد
آن خاصۂ باری کہ ز تاثیر دعا مرد
اے بے خبر آن شیفتۂ آل عبا مرد
جان داد بشانے کہ تو گوئی کہ گدا مرد
کز بہر خدا زیست و از بہر خدا مرد

	چون برشمم آہ کہ از رحلت نواب خلق و کرم و صبر و حیا صدق و صفا مرد	

۱۹۲۸ = ۱۹۳۴ء

تاریخ وفات عالمہ بیگم زوجہ حبیبی سید جعفر حسین بلگرامی صاحبزادہ سید امجد علی صاحب وکیل ہردوئی

اے کہ ہر شام مرا شام مزالے کردی
ویکہ ہر روز مرا روز شمارے کردی

ہیچ کافر نہ کند ہیچ مسلمان نہ کند
انچہ در راہ وفا با دل زالے کردی

از جہان رفتی و برباد خزانش دیدند
بہ بہشت آمدی و طرفہ بہارے کردی

زخم تیغت نہ شود بہ، نہ اجل می آید
تا ابد با تو خدا باد کہ کارے کردی

چین پیشانیم افسانہ نہ حسرت بلب است
رفتی و ناصیہ را لوح مزارے کردی

من فدائے تو بفگن برہم خاری چند
اے کہ ہر پاے مرا آبلہ زارے کردی

سزدار بر تو اجل تا بقیامت نازد
داشتی جان نزاری و نثارے کردی

بود چون سرو قدت نخل مرادم کانرا
شرر انگیز ترا لخلل چنارے کردی

گوے باصرصر تندی کہ بزد قافلہ ات
ہیچ دانی کہ چہ با مشت غبارے کردی

بیتے بیش نباشد بفراقے تو کسے
عالمے را ز غمت ہمچو مزارے کردی

موج موج نفسم زآب خضر بود آنرا
ناوک از بہر دلم کردی و دارے کردی

تو ہمی دانی و تقدیر و اجل می داند
کہ کجائی و بگوی کہ گذارے کردی

بار سنگین غمت بر رگ دل می شکند
جان بہ تن سست د مرا اندر فشارے کردی

ہستی و نیستی آن آزانکشا ید تا حشر
انتقام ے وصل تو ہمی باشد و بس
عشق می داند و من دانم و دل می داند
مرگ با اہل سفر نزع بہ کافر نہ کند
عالمہ در عجب افتاد چو بیخود ہمہ شہر

آخر الامر خود ت را بحصارے کردی
کہ مرا تا بہ ابد رہن خمارے کردی
تو چہ دانی کہ چہ ما قلب فگارے کردی
انچہ اے یار تو با چون من یارے کردی
جعفرت را بغمت سینہ فگارے کردی

بسر مہر کہ تا پردہ کشیدی بر خست
روز تابان جہانے شب تارے کردی
۱۸۸۳ + ۴۰ = ۱۹۲۳ع

تاریخ وفات نادر جہان بیگم بنت حکیم نظیر حسن خان صاحب

زوجہ محبی حکیم پیارے صاحب فیض آبادی

تا اہلیہ فضل ما خلق مجسم
گویند ہمی ماتمیانش کہ نماندہ است
نادر بجہانے بد و نادر ز جہانے
این مرگ جوانی نبود مرگ جوانیست
در موسم دے خوش نکند دیدۂ بلبل
ہر غنچہ کہ از تلخیٔ ایام چشیدہ است
ہر سنبل و شمشاد کہ گفتے ز قد زلف
زین پس نبود در چمن دہر بہارے

بر پیرہن فاخرہ بگزید کفن را
صبرے و قرارے چہ زین را چہ زمن را
اکنون نہ رسد ناز بوے دیر کہن را
حالا کہ بہشتی کند این دار محن را
خوش رنگی و شادابیٔ خضرائے دمن را
شیرین بہ تبسم نہ کند باز دہن را
اکنون بغمت یاد دہد دار و رسن را
ہم نسترن و لالہ و نسرین و سمن را

گلزار جہان از سر افسوس بگوید
گل رفت که بر باد خزان داد چمن را
۱۹۲۵+۱=۱۹۲۶ء

قطعه تاریخ وفات نواب عماد الملک بلگرامی

بیخود زار از این سرا رفت عماد ملک ما
ارض و سما کند ندا ز ہر عمر چشیده ام

ارض بنوحه من ز شوق در طلبت بپای فوق
گشته غبار تحت و فوق خاک بسر دویده ام

چرخ بناله کای خدا خاک بود لحد مرا
پشت ز بار غم دو تا تا به زمین رسیده ام

گشته ہمه صدا فضا ، ناله ہمی کند قضا
داده بمرگ تو رضا آه چه لب گزیده ام

چون نه کند زمانه سر نوحه چو طفل بے پدر
جامۂ صبر سر بسر در غم تو دریده ام

پرده برخ کشیدۂ گرچه ز من شنیدۂ
تا نه ز من رمیدۂ من بخود آرمیده ام

مرگ تو مرگ حکمت است مرگ تو مرگ ملت است
مرگ تو مرگ دولت است غرق بخون دیده ام

رہن بگریه خاص و عام وقف بنوحه بلگرام
محو عزای تو نظام من ز وفا شنیده ام

تا تن سید مرا آمده گنج قبر جا
علم ـ کمال عقل را در ته خاک دیده ام
۱۹۳۶ء

قطعه تاریخ وفات محسنی میر امجد علی صاحب وکیل (ہردوئی)

سوبدمن شتاب اند در ہمه دانش فشاند
بتکده بے چراغ ماند میکده بے ایاغ شد

دل چو عدو صبر گشت دیدہ کہ بود ابر گشت
بود زمانہ ہراس بہتر ازین یقین شناس
امجد ما، وکیل ما، سید ما، جلیل ما
ہر بسیرش زپا زسر سہت چو نعش بے خبر
آن جسد مجسمے واز پے عقل آدمے
آن دل من کہ ہر دمے بود ز دھر الیمے

خانہ کہ بود قبر گشت باغ کہ بود راغ شد
قلب من است و درد و یاس آہ کرا فراغ شد
ثانی کجبر بلبل ما، جانب ہشت باغ شد
ولولہ گشت بے جگر حوصلہ نے دماغ شد
وز پے نکتہ خاستے آہ بدرد و داغ شد
گشت حجاب عالمے تا زغم تو داغ شد

دل ز زمین و آسمان می شنود ہمی فغان
آہ محفل جہان محفل بے چراغ شد
۱۹۲۶ء

قطعہ تاریخ وفات مہارانی صاحبہ (محمود آباد)

رحلت والدہ راجہ و مہاراجکمار
پئے ایتام و ارامل پئے بیگانہ و خویش
دختران و پسرانت بہ غمت خون گیرند
ہر کرمی دید تماشائے جہان می فرمود
کربلا در دل تو بود نجف در نظر
می بر ندت بہ تحمل، بتواضع و بادب
نغمہ تہنیت وقت ورود تو زدند
جلوہ افروزی جنت بتو فرخ بادا

آمدہ باعث آرائش بستان بہشت
دامن رافت او بود چو دامان بہشت
اے کہ رفتے پے گلگشت گلستان بہشت
بود خلق تو بہ ہر رنگ چمنستان بہشت
یثرب اندر سرت اے والہ غلمان بہشت
سوئے خاتون جنان مریم و حوران بہشت
ہمہ پاکان بہشت و ہمہ خاصان بہشت
اے بہار ارم و نو گل دامان بہشت

جلوه چارده معصوم بہ یک جا دیدند — رحلتت شد سبب طرفہ خراما ن بہشت

خلد و کوثر بزند بوسہ بہ پا و بہ لبت — زان کہ رفتی بہ عنسم سید شبان بہشت

پے فرش رہت اے عاشق زہرا برسید — تا در خانۂ تو وسعت داما ن بہشت

تا رسیدی بجنان حور و ملائک گفتند — شد مہارانی ما زیب گلستان بہشت

بیخود تو ز سر صدق دعا می گوید
پئے تو باد بہشت و ہمہ سامان بہشت

قصیدہ

در مدح

جناب راجہ محمّد امیر احمد خاں صاحب بہادر والی ریاست محمود آباد بالقابہ

درہوا ابر چو اورنگ سلیمان آمد
برق مانند پری آمد و رقصان آمد

تا ببیند زمیں پردہ ہمہ شوخیٔ برق
نگہ مہر نگاہ تہ دامان آمد

ماہی آمد چو سر آب بدست افشانی
مرغ در باد معلق زن و لرزان آمد

فوج در فوج ملک بہر تماشائے بہار
تہ ابر آمد و در پردۂ مرغان آمد

باد فردوس کہ در دہر وزیدان دارد
ہمچو بادیست کہ از دامن جانان آمد

برق را ابر چنان تنگ در آغوش کشید
موئے زرّین بسر دوش پریشان آمد

بدل ابر سیہ بارقۂ ست خرام
نظرے ہست کہ در سایۂ مژگان آمد

از بر ابر سیہ صاعقہ تند خرام
نگہے ہست کہ صد شعلہ بدامان آمد

بشب ابر سیہ از اثر فصل بہار
بارقہ برنمط شعلۂ لرزان آمد

ہم ز اعجاز بہارست کہ در صرصر و آب
صاعقہ تا بزمین شعلہ بدامان آمد

دلبر زیر نقاب آمده برق تہ ابر   شاہد شوخ شد آنگہ کہ نمایان آمد
گوئی از پردہ برون آمن جانانہ پرید   برق زانسان بسر ابر بہاران آمد
برق از ابر بدر جست بدان شوخیٔ و ناز   گوئی از پردہ برون شاہد رقصان آمد
برق را برق بگوئی کہ تجلائے جمال   تمنا بتلاش بن عمران آمد
بر زمین ابر قرین گشت و سیہ تر گردید   تا قرین وقت گہر باریٔ باران آمد
سبزہ شد سبز رنگ سرخ رنگ گل گردید   بہر تشبیہ خرد نادرہ سامان آمد
سبز رنگے کہ شود سبز تر از مستیٔ ناز   لالہ رنگے کہ زمے شعلہ رخشان آمد
روے ہر لالہ رخے مہر زمستان گردید   ہمچو خورشید بہاران رخ جانان آمد
تا سحاب آمدہ رنگ سحری جنت   در ہوا دست بدل دست بدامان آمد
بر سرش لیک ہمان رفت کہ بر اختر مصر   دم ابرام از دست مہ کنعان آمد
قطرہا تا بہ زمین رفت ز فوارۂ خاک   حشرے از شجر سحر نمایان آمد
ابر بارندہ در آغاز چو نم نم بارید   خاک نم گشتہ و گل گشتہ بسیلان آمد
چون تجلی سر طور ز حسن ازلی   آب بسیار بصد جوش ز باران آمد
زروان گشتن آب و ز درخشیدن برق   طرفہ جوئے ز زر و سیم بجریان آمد
رکن الملاس بخوانم کہ ستون نورش   سرو آب کہ ز میزاب نمایان آمد
چہ زمین و چہ ہوا شد ہمہ یک عالم آب   عالم نور ہمہ عالم امکان آمد
زم خاک و نم آب دم باد و رم ناز   ابر از نہما بفلک عالم ارکان آمد
بر در کلبہ گدا آمدہ گر از پئے دید   شاہ از تخت ببرج سر ایوان آمد
خلقے از بہر تماشا سوئے صحرا رفتند   جمعے از شہر پے صید غزالان آمد

آب از شہر خرامان سوِ دریا برسید
در سینۂ موسم زد درخشیدنِ برق
ز سبکبار وصال و زگرانبار فراق
پردۂ سلکِ گہر بست فلک تا بہ زمین
جان بہر ذرّہ دمیدہ است زجوش کرمش
تا بہ باران صفت گریۂ ذوق عشاق
ابر برابر جہان نعرہ زنان زد بغضب

سیل صحرا بسوے شہر شتابان آمد
عاشقان را بہ نظر جلوہ جانان آمد
خندۂ برلب و اشکے سرِ مژگان آمد
وان دران شاہد طنازِ بہاران آمد
تار باران مگر از تارِ رگِ جان آمد
ز فلک تا بہ سرِ ارض شتابان آمد
جنگ پیلان بسر چرخ نمایان آمد

نظارۂ کوہ

شاہدے کو بخرام آمدہ بر کوہ در ابر
ابر در پہلو و تحت قدم و فوق سرش
آب آمد ز پس آب تو گوئی کہ بصید
سنگ آمد ز پس سنگ بر سنگے گوئی
شجر برق زدہ صورت مارِ ضحاک
اژدر از غار برید و سوِ صحرا بشتافت
آبشار آمدہ از پرتو مہر تابان
آب تا حدّ نظر کامدہ ریزان ز ازل
ہر کجا وادی تنگ است میان دو جبل
نگہ چشم خیالم صفت پرتو مہر
بہ تماشائے قصور و بہ تماشائے بہار

بہ نظر ہا ہمہ پیدا ہمہ پنہان آمد
گوئی در ابر تنک مہر درخشان آمد
شیر شرزہ ز سر کوہ بمیدان آمد
بنظر طرفہ نہنگ و تا زنہنگان آمد
مایہ صد خطر از بہر ہراسان آمد
شیر خمیازہ کشید و ز نیستان آمد
ہمچو آن جلوہ کہ بہر بن عمران آمد
حامل شائبۂ رحمت یزدان آمد
چون بہشت بن صباح گل افشان آمد
تا ز بالائے جبل جانب میدان آمد
گوئی در باغ بہشت ز گلستان آمد

صیحهٔ ابر مگر صیحهٔ صور است کز د　　سبزه در زیر زمین بود بمیدان آمد
نغمهٔ کن دگر آمد بزبان قدرت　　عالم نو بسر عالم امکان آمد
ابر تا سبزهٔ صد رنگ جهان را بخشید　　بر زمین مخمل صد خواب پریشان آمد
ز بهار وز بنفشه زار اک وز عرار　　نکهت هشت چمن در چمنستان آمد
در چمنها ز گل و لاله و بستان افروز　　در شب و روز بهار شفقستان آمد
بر سر سبزهٔ خوابیده ز رقص طاؤس　　تخت طاؤس بهر گوشه نمایان آمد
تا ارم را طلبد بهر تماشائے جمال　　سبزه و گل بسر دیوار گلستان آمد
مار طاؤس بیک گوشه باغے رقصند　　چه قدر هوش ربا کیف بهاران آمد
ژاله تا جلوه فروز آمده بر نخل حنا　　نخل الماس فروغ چمنستان آمد
تا نظر باز کشودند ز افسون بهار　　دلبر غرق گهر جلوه فروزان آمد
سحر و اعجاز اگر گویمش از بے ادبی ست　　کین همه نقش ید قدرت یزدان آمد
مار در رقص در آید بنوائے طاؤس　　الله الله چه بهار از پئے بستان آمد
دعوئ اوست که در دهر رسیدم نه بهشت　　هر که در باغ درین فصل بهاران آمد
پے تصویر زمین چرخ چو عکاس فرنگ　　کرد از ابر سیه چادر و پنهان آمد
فصل بیگانگی و وحشت هجران برسید　　عهد پروانگی صوفی در هبان آمد
دور فرزانگی فلسفیان باز رسید　　وقت دیوانگی مطرب و رندان آمد
مرد آزاده بصد شوق ته سایهٔ ابر　　از حرمیش سوئے گلزار خرامان آمد
دست افشان بسو سنبل و ریحان بگذشت　　پائے کوبان به گل و لالهٔ نعمان آمد
هم بزندانئ دل سوخته از موج صبا　　خبر آمد ایام بهاران آمد

دل او ہمچو خیالش رہ میدان مگرفت
لیک از وغدغہ بند آن واجد
بسوئے نخل چمن آمد و آہے بکشید
آن بصد گل بطرب خانۂ امید شتافت
شفقے ہست گل و قطرہ و شبنم در دے
برگ سبز از اثر تابش مہر و نم آب
گل تابان کہ تجلی بسر طور فشاند
گل بیضا بہ سر نخل برنگے بشگفت
اخگر از فیض ہوا قطرۂ شبنم گردید
آتش از برد فضا صورت یاقوت گرفت
جلوۂ مہر در آمد چو بقندیل حباب
جلوہ مہر سر موج چراغان دارد
دمن از فیض ہوا آمدہ گلزار بہشت
گوئیا ہشت چمن بہر تماشائے بہار
خیمہ زد تا بجہان دولت نیسان و آذار
لذت و نکہت آنہا بنگر تا گوئی
رائحۂ مختلف اللون تو گوئی در ہند
لذت جملہ ثمرہائے بہشتی گوئی
از بہار آنچہ خدا در ورق دہر نوشت

نگہ شوق سوئے روزن زندان آمد
سوئے دریا سوئے صحرا سوئے بستان آمد
طرف لالہ و گل اشک بدامان آمد
وین بصد داغ سوئے گوشہ حرمان آمد
آسمان نیست کہ خورشید بدامان آمد
آفتابیست کہ صد جلوہ بدامان آمد
در شب از کرمک شب تاب نمایان آمد
کف ہر برگ کف موسیٔ عمران آمد
شعلہ چون شعلہ گل و لعل بدامان آمد
شعلہ چون شعلہ لعل است کہ رخشان آمد
راست چون قمقمۂ برق درخشان آمد
گوئیا برق تجلی بچراغان آمد
چمن از جوشش صفا کوچۂ جانان آمد
بہ تمنا بسوئے صحن گلستان آمد
آنچہ بود است گلستان ثمرستان آمد
از جنان مائدہ نعمت الوان آمد
خلخ دکشمر و نوشاد چو مہمان آمد
در ہمیں یک ثمر از رافت یزدان آمد
چہ عجب گر نہ در این صفحہ بپایان آمد

زہوا وزمین وزتہ آب وتہ خاک	عالمے راخبر از نعمت الوان آمد
زسوام و زہوام وزوحوش وطیور	ہر یکے بر سبک خویش غزلخوان آمد

ربط

اضطراب دل ارباب گریزاں گردید	التہاب دل احباب بپایان آمد
منتہی اینکہ دگر مردہ دلے ہمچو منے	پے سیر چمن از کلبۂ احزان آمد
دل من گفت دگر بارہ حبابم دادند	طبع من گفت سرم باز بسامان آمد
اندران سرخوشی وکیف چو فانوس خیال	دیگرم پیش نظر ماضی رخشان آمد
اندران پردہ تصویر بصد شوخی وناز	دلبر شوق ثنائے شہ دیشان آمد
دلم از دست برفت وتنم از کار بماند	من نہ دانم چہ سپیش برمن حیران آمد
چون بخود آمدم از راہ نوازش فرمود	نیک دانم کہ دلت از چہ پشیمان آمد
سر برآور زگریبان وزتاخیر مرنج	زانکہ مستقبل و ماضی بتو یکسان آمد
صنما طیٔ زمان طیٔ مکان طی بسان	تا ابد معجزۂ طبع سخندان آمد
کرۂ ارض ترا آئینۂ اسکندر	جام جمشید ترا گنبد گردان آمد
جلوہ گاہِ ازل و وادیٔ ایمن صدبار	پیش تو آمدہ وہم آئینہ سامان آمد
حشر درپردہ غیب است ولیکن صدراہ	پیش چشمت صفت جلوۂ جانان آمد
دست نقاش قدر کلک خودم داد بدست	تا قرین مرحلۂ مدحت سلطان آمد
دیدہ ام را بسر صُفّۂ استاسیون	اولاً پیش نظر سایۂ انسان آمد
تا نظر باز فگندم بجمال پاکش	ملکے پیش نگاہِ من حیران آمد

پارهٔ پیشترک آمد و بشنا ختمش
دل من گفت کہ جان آمد و جانان آمد

ناگہان در سخن آمد بہار اجکمار
کہ باو چون بگہ ناز خرامان آمد

بصدائے کہ ازان سامعہ در خلد فتاد
بنوائے کہ خوش زمزمۂ جان آمد

کاے دل و جان برادر بتجمل باشی
تا زمین در تہ این گنبد گردان آمد

جلوہ ات جلوہ کہ گل داد بدامان بہار
ز رخت رنگ بہار چمنستان آمد

پرتو الفت ہارون علیؑ و عباس
ز ولاو زوفاے تو نمایان آمد

میگذارم بتو ہر آنچہ کہ از آن من است
ہر چند یکہ سفر تفرقہ سامان آمد

باخبر باش کہ جورے نرود بر سر خلق
کہ رعیت ہمہ سرمایۂ سلطان آمد

پس فرو گفت بگوشش سخنے چند براز
کہ سکوتے و پسش خندہ زایشان آمد

بکنارش بکشید و سر و چشمش بوسید
متبسم بسوئے مجمع یاران آمد

ز بغلگیری احباب چو فارغ گردید
الرحیل از لب شیپور خروشان آمد

شاہ در برج ترن جلوہ گر آمد گوئی
مہر آمد بحمل ماہ بسرطان آمد

خردم زین سخنم سخت بر آشفت و بگفت
این چہ قول است کہ رد کردۂ برہان آمد

شرف شمس و قمر ہست بسرطان و حمل
ز قدوسش طرب عالم امکان آمد

علتش آن کہ شہودش ہمہ احسان باشد
جہتش آن کہ وجودش ہمہ عرفان آمد

دربس مہر و وفا بر صفت جلوۂ مہر
در ترن جاے حسن مہدی ذیشان آمد

ہمہ اجلال و کرم ابن امیر ابن امیر
کہ ز خوبی سبب نازشش گیہان آمد

راز در سینۂ او رفت برنگے گوئی
عمل خیبر گنجینۂ یزدان آمد

صبحۂ بر لب شیپور ترن رفت و ترن
جانب منزل مقصود شتابان آمد

چه خبرهای محبت که نه بر تار نگاه
ز مسافر سوی یاران و عزیزان آمد

مدح مهاراجکمار

رفت سلطان و سوی مدح مهاراجکمار
به نیاز و باادب طبع سخندان آمد

آن ملک‌زادهٔ یکتا که باوصاف جمیل
سبب نازش اخلاق کریمان آمد

مطلع شوخ ز طبع خرد آرا برجست
که بشوخی نگه دیدهٔ جانان آمد

مطلع

طرفه ماهی که مه و مهر درخشان آمد
طرفه شاهی که وزیر آمد و سلطان آمد

لب پرخنده و ابروی کجش دیده بگوی
که بیک وقت گل افشان و سر افشان آمد

تیغ در دست تونیش بنگر تا گوئی
جان شکاری ز سران شه مردان آمد

به تبسم به تکلم به نگاه قهرش
سر افشان نمک افشان شکر افشان آمد

تا سر کنگرهٔ جاه و جلالش صد بار
عقل را پای بسنگ آمد و لرزان آمد

فلک و چشم و مه و مهر و قضا و قدرش
تابع امر بفرمودهٔ یزدان آمد

جلوهٔ حق بدل راجه و مهاراجکمار
در دو آئینه چو عکس مه تابان آمد

لوحش الله ز ربطی که در ایشان باشد
چشم بد دور ز عشقی که در ایشان آمد

هر یکی زین دو ملک‌زاده ز جوش کرمش
زنده رودیست که خوش تند بجریان آمد

سیل تندیست که از کوه بلندی ریزد
آبشاریست که صد بحر بدامان آمد

ارتباط سر دوش و لب دندان باشد
ربط چشم و نگه و دیده و مژگان آمد

اتحاد تن و روح است در ایشان لیکن
نتوان گفت که آن پیکر این جان آمد

هر یکے زین دو سخن گوے سخن مید اند
قصه کوتاه مدحش چه توانم گفتن
هرچه در مدحت این گفته شود از سر صدق

چون جهانگیر سخن سنج و سخندان آمد
کہ ملک را همه جان و همه جانان آمد
گر ز انصاف بپرسی ز پے و آن آمد

سفر و پشیر لندن

روز کہ چند برآمد چو برین مدح سعید
که بهر جائیے بر و بحر، برنگے برسید
کشتی او چو سوئے ساحل دریا بگذشت
دید تا جلوهٔ او گفت زلیخا منتشی
دیگرے گفت کزین فال بد اندیشه مکن
دفترے خوانده‌ام از طرفه تواریخ هنود
قدمے چند یکے پیشترک آمد و گفت
سجدهٔ شکر بجا آر که از رحمت حق
کشتیش تا چو نسیم آمده بر ساحل بحر
پرس پرسان بکشیدش چو بصدر مجلس
نغمهٔ حمد بدل زمزمهٔ شکر بلب
باده خون گشت ازین غم که بجامش نرسید
گر یکے گفت که روح تن اسلام رسید
گوش سامع بمثل کان جواهر گردید

خبر از شاه سفر کرده بیاران آمد
که بکان زر، بصدف قطرهٔ نیسان آمد
تا جبے اے عجب، دیدهٔ وحیران آمد
انیک انیک مه یعقوب ز کنعان آمد
زان که یوسف همه عصمت همه عرفان آمد
من برانم که کرشن همه سامان آمد
تا برویش بنظر جلوهٔ پاکان آمد
سوئے ما باز بن مریم ذیشان آمد
میزبانش سوئے او چون گل خندان آمد
بادیان و خطیبان و حکیمان آمد
پیش او مائدهٔ نعمت الوان آمد
نغمه شد باد که رد کردهٔ مهمان آمد
دیگرے گفت که جان تن ایمان آمد
تا به مجلس لب لعلش گهر افشان آمد

بزم شد منتشر و غلغله در شهر فتاد — که خرد آمد و در پرده مهمان آمد
آن یکے گفت بلیناس رسیده است ز هند — وان یکے گفت که سقراط به یونان آمد
خرد آمد به تکلم که نه این است و نه آن — خود خرد آمد و در صورت انسان آمد
مغرب و مشرق کندن ز نگاهش بگذشت — خندهٔ بر لب و اشکے سر داماں آمد
سوے خاک شعرا و اُدبا و حکماء — دسته گل بکف و اشک بمژگان آمد
در کتب خانه آنجا همه سرمایۂ هند — دیده و دل در تعب و دیده بطوفان آمد
آفرین کرد به ذوق طلب اهل فرنگ — عجب از غفلت یاران و عزیزان آمد
بهر افزائش آرائش خوبان چمن — بخیابان و بگلزار خراماں آمد
لشکر ناز فرد شان بهمه ناز و نیاز — بهر تاراج دل و غارت ایمان آمد
ان یکے دامن پاک و رخ تاباں بنگر — تا بگوئی خودش الله نگهبان آمد

سفر و زیارت کربلائے معلیٰ

ناگهان مژده دهے مژده معراجش داد — که نوید طلب از شاه شهیدان آمد
بیخبر از سر و پا جانب شبیر شتافت — حال اُو پیش نگاه دل نالان آمد
گاه دیدش که در آغوش رسول و زهراست — گاه دیدش به زانوئے بد ایمان آمد
جان همه آتش و قلبش همه خون خون همه آب — جانب روضه شبیر بد نیسان آمد
گوئی آدم به فغان جائے سراندیب رسید — نوح در غمکده اش بجر بداماں آمد
گوئی یعقوب سوے کلبۂ احزان برگشت — جانب علقمه گوئی شه مردان آمد
تا قدم رنجه کند، اشک عزائے شبیر — مژده جاروب کش دیدهٔ گریان آمد

شد بآن صفّه برنگے که سر حال وحی — بدرِ پاکِ شهنشاه رسولان آمد
کس نداند لمکش برد که دست قدرت — این قدر هست که اشکس سوئے داماں آمد
شد بآن بقعه بنوعے که بمعراج رسول — سوئے افلاک بعنبر مودهٔ یزدان آمد
رفت آنجا باداے که ولی کونین — شب هجرت بر پیغمبر ذیشان آمد
گفت کاے صاحب معراج سر دوش رسول — ذات پاکت سبب نازش کیهان آمد
تارِ تارِ کفنش طرّهٔ تاج حور است — هر کرا اشک عزائے تو بداماں آمد
نیک دانم ز خلیل و ذبیح و ز مسیح — امتحان همه سخت آمد و آسان آمد
داشته را بر وے تا بگلوئے فرزند — وان یکے زیر خم خنجر بُرّان آمد
قدمے چند خوامید یکے جانب دار — ابتلائے همه در لحظه بپایان آمد
همه دانند که خونے ز ساقے نه چکید — خونت از تن بدل ریگ بیابان آمد
ابتلایت سبب فخر رسولان باشد — امتحانت سبب نازش یزدان آمد
ابتدائش بود از رحلت شاهِ لولاک — انتهائش باسیری اسیران آمد
در تواریخ جهان عزم و ثباتت باللّٰه — مرکز دائره قدرت انسان آمد
شارح بار امانت نبود چون تو بدهر — ذبح تو ذبح عظیم از لب قرآن آمد
پلّه طاعت کونین سبکتر گردید — تا بناز دم ذبح تو بمیزان آمد
پارهٔ عزم و ثباتت بمن ارزانی دار — کز ازل آن تو از رافت یزدان آمد
هرچه از راز و نیاز آمده در سلک بیان — کہ چنین گفت چنان پاسخ جانان آمد
این همه زادهٔ تخئیل خرد زائے منست — که ازینها غرض آرائش عنوان آمد
ورنه در عاشق و معشوق نگنجد دگرے — کس چه داند که بنائش بچه عنوان آمد

بارہا رفت بدرگاه علمدار حسینؑ / کہ چو فرزند نبیؐ فاطمہؑ را جان آمد
آنکہ از روز ازل از سر اخلاق الہ / ہمچو شبیر شبیہ شہ مردان آمد
ہمہ نازند بر او لیک علمبردارش / مایۂ ناز پے شاه شہیدان آمد
از برے شاه بایائے مشیت روئے / مژده طوف مزار شہ ذیشان آمد

زیارت نجف اشرف

گوئی از عرش در آمد بسراپردۂ قدس / تا از آن جا بہ نجف ناصیہ کوبان آمد
شد بآن قبہ بذوقے کہ پے عرض نیاز / بسر طور تجلے بن عمران آمد
شد بآن روضہ بذوقے کہ پے سجدۂ شوق / بر سجادہ طاعت شہ مردان آمد
رفت آنجا بہ نیاز کہ رسول دوسرا / شب اسرٰی بسراپردۂ جانان آمد
گفت اے آنکہ میان شب اسرٰی جاءت / ز زمین تا بسراپردۂ یزدان آمد
کار اللہ و نبی بے مدد حامل وحی / پے تو وز پے اخلاف تو آسان آمد
بے نیاز خبر و قاصد انشا ہستی / کہ ترا لوح و قلم تابع فرمان آمد
راز دار ملکوت و جبروت و لاہوت / توئی آنکس کہ مشیت بتو نازان آمد
زر د املاک نہ خواہم کہ بدستم ز ازل / بطفیل تو ہم این آمد و ہم آن آمد
ہمچو علام خیالات خودت می دانی / کہ گدائے تو بدریوزۂ عرفان آمد
از در پاک شہنشاہ بر آواز سروش / بوطن بر نمط رحمت یزدان آمد
من نہ دانم کہ چہا رفت و لے میدانم / کز در جود کریا بچہ سامان آمد
ہمہ شوق و ہمہ ذوق و ہمہ کیف و ہمہ سوز / ہمہ درد و ہمہ مہر و ہمہ احسان آمد

در دلّی دے و دامن بلبہ کش بنگر	تا بدانی کہ ملک رفتہ و انسان آمد

مراجعت بوطن !

انتظارش بوطن بود بحد یکہ مپرس	زان کہ او چارۂ درد دل نالان آمد
لفظ آمد چو برآمد، سرِ جمعے ز لبے	ہمہ گفتند، امیر احمد ذیشان آمد

برخوردن بہ برادر

آنچنان گرم برادر بہ برادر آمیخت	سر گلہائے جنان سنبل لرزان آمد
مہر و مہ ہر دو بیک وقت شفق پوش شدند	بسکہ خون در رگ و پئے تند بجولان آمد
احمدا سوئے حیدرآباد آئے برسید	کز معراج نبیؐ، تا شہ مردان آمد
بو البشر آمدہ گوئی سوئے فرزندانش	برعایاش، بدان رافت و احسان آمد
نگہ شان چو سر ہر دو برادر افتاد	طرفہ حرفے بلب رام پرستان آمد
بنگر صبح وصال بہ بشر در رام رسید	للہ الحمد شب ہجر بپایان آمد
تا بہ گلہا برسد نکہت گلہائے چمن	بمشام آمد و در وجد دل و جان آمد
ز سخنہائے دلآویز لب معصومان	نکہت ہشت چمن آمد و رقصان آمد
فرد فرد حرمش بہر تماشائے مراد	بسر بام دویدش تا در ایوان آمد
کودک و پیر و جوان جانب جانانۂ خویش	گرم خیزان و شتابان و خرامان آمد
الفت و شوق از آنجا کہ مدارج دارند	این یک آمد ز دل و آن دگر از جان آمد
دست در دست برادر چو در ایوان برسید	غلغل افتاد بیک جسم دو تا جان آمد

سوئے او رفت بمہر و بہ نیاز و باادب　　کہ بزیر قدمش روضۂ رضوان آمد
گل پژمردہ او چون گل جنت بشگفت　　تا نسیم از مہب رحمت یزدان آمد
جلوۂ مہر تو گوئی بسر سایہ رسید　　پرتو ماہ بروئے گل بستان آمد
سجدۂ کیف ادا کرد ادبا زسر ناز　　و سلامے کہ ازان سرو خرامان آمد
لب او جانب رخسارۂ فرزند رشید　　سر او بر قدم مادر ذیشان آمد
خواہران و دگران را بادے پرسید　　یاد اشفاق مہاراجہ باشان آمد
روز و شب تذکرۂ اوج سعادت فرمود　　داستان شب معراج بپایان آمد
چون سر تخت مہاراجہ بیاید گفتند　　کہ سلیمان سر اورنگ سلیمان آمد
فلک آورد بجا سجدۂ تعظیم زمین　　ارض از ناز بجنبیارۂ مستان آمد

غزل

در دل مضطربم جلوۂ جانان آمد　　ہمچو عیسیٰ کہ در آئینہ لرزان آمد
للہ الحمد کنون زیستن آسان آمد　　کہ سر دار سرم پائے ببندان آمد
وائے برحال طبیبے کہ بدردے نرسید　　وائے برحال مریضے کہ بدرمان آمد
وحشئ تو ز نوا خانہ خبر امید برون　　بادائے کہ گنہگار بہ زندان آمد
خم شد آن قامت رعنا پس ایام شباب　　یعنی از کردۂ خود سر بگریبان آمد
ز زمین نغمہ دماند ز ہوا نغمہ فشاند　　تا بصد ناز زمین زمزمہ سنجان آمد
یادم آمد ز دل و مستئ ایام شباب　　ابر چون بر سر ابر آمد و باران آمد
مرگ را ماتمی کس چو نہ دیدی بنگر　　کہ سیہ پوش سوئے من شب ہجران آمد

صدارت شیعہ کانفرنس

دیدہ اش آمدہ چون کوثر و تسنیم بجوش
تا بدل یاد یتیمان و اسیران آمد

تن لرزان ریا غرق عرق شد گوئی
بید مجنون ہدفِ صرصر و باران آمد

اینہمہ رقت قلب و کرم و عزم و ثبات
از دعا ایست کہ در رتبۂ خاصان آمد

مخترعہ

آن یکے گفت ببین عرفی شیراز رسید
وان یکے گفت کہ خاقانیٔ شروان آمد

خرد آمد بتکلم سخن آمد بہ سخن
کہ براجہ ہمہ ہندو ہمہ ایران آمد

شعلۂ طور بود شعلۂ آواز دلم
چون ز دل تا بہ لبم شعلہ بدامان آمد

فرش در زلزلہ آمد چو زمین سرِ طور
عرش در لرزہ چو قلب بن عمران آمد

عرضِ حال

نقطۂ دائرہ نون نگون بختیٔ من
ہمچو اشکیست کہ در چشم یتیمان آمد

موجۂ برق نگاہم صفت موجۂ باد
شعلہ را داد زکف خاک بدامان آمد

گوئیان ہیچ نہ گویم اگرت میگویم
کہ ز بیداد فلک تا بلبم جان آید

نہ کشائم لب حاجت بسوائے کہ سوال
یکسرہ منقصت جود کریمان آمد

مدح عام

ہمہ دولت ہمہ نعمت ہمہ رفعت ہمہ جاہ
ہمہ رافت ہمہ رحمت ہمہ احسان آمد

سر نهم که در دیار لولاک نه دهند   همه قلب و همه جان و همه جانان آمد
از سر رحم اگر آمده قفل در مرگ   از سر لطف کلید در زندان آمد
اہل دردے که ز بربادیٔ اہل اسلام   چون دل صاحب لولاک پریشان آمد
صفت رحمت عالم چو خداوند غیور   از گناه همه مخلوق پشیمان آمد
آمد از روز ازل عترت قرآن با وے   وے درین زاویه با عترت و قرآن آمد
بیخودِ تو که گدایست شهنشاه مزاج   از چه آخر بدرت ناصیه کوبان آمد
اے فدائے تو که آئی که ز فیاض ازل   دل تو قلزم و سرچشمهٔ عرفان آمد
دلت از جائے بجنبد ز تفاخر ز سرور   گر بگویند تو قیصر و خاقان آمد
روح تو وجد کند رقص کند حال کند   ار بگویند غلام شه مردان آمد
اغنیا ز کس و ناکس نکنی، همچو خلیل   این قدر بس بودت پیش تو مهمان آمد
جانب خاک نشینان تو برنگے برسی   که بدانند سوئے مور سلیمان آمد
نازم این خلق عمیمت که فقیرے چو منے   خود بدانست که برگے بگلستان آمد
تا باندازهٔ قدرت برهٔ عزم و ثبات   بسرش برقدم شاه شهیدان آمد
آمد ند آدمؑ و حواؑ ز دعا گویانش   بسکه مشفق به اراذل به یتیمان آمد
از دعائیکه نه قبلهٔ خاصان فرمود   تن او دل دل پاکش همه تن جان آمد
قصه مدحت ممدوح چو افسانهٔ یار   این همه گفتم و لیکن نه بپایان آمد

قطعه

وے یکے گفت که در مدحت سلطان بیخود   ز سر و برگ خرد بے سر و سامان آمد
گفتمش گر ز من آزرده نگردی گویم   که بیان تو نه بر طرز حکیمان آمد

آن نباشیم کہ تا عرش و سراپردۂ قدس
سر نہادن بہ سر عتبۂ خاصان آلہ

پائے ما راز ازل رخصت جولان آمد
عین معراج پے صاحب ایمان آمد

بر در چاردہ معصوم گرش جا دادند
صاحب چاردہ معراج نمایان آمد

غلط نامہ دیوان علّامہ بیخود مرحوم

صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح
۳	۱	۱	مجبوُرِ	مجبوُر
۸۳	۱۲	۲	ناز	نار
۹۱	یہ شعر رہ گیا		ملے گی داد محشر میں مگر یہ مل نہیں سکتا ؛ ہمیشہ کیلیے چھوٹا ہمارا آشیاں ہم سے	
۱۱۱	۴	۱	یہ دوزخ ہی مجھے مجھکو نکل جانے دے جنت سے	مجھے دوزخ ہی یہ مجھکو نکل جانے دے جنت سے
۱۱۲	۷	۱	کیا خبر وحشیوں پر بھی کچھ	کیا خبر کچھ وحشیوں پر بھی
۱۱۳	۱	شعر	تماشاگاہِ عالم کی الخ	تماشاگاہ عالم کا کبھی پردا نہیں گرتا گراں اُٹھتے جاتے ہیں تماشا دیکھنے والے
۱۶۴	۸	۱	صفت	صنعتِ
۱۶۸	۳	۱	گر	×
۱۶۹	۸	۱	خرفے	حرفے
۱۷۰	۱	۲	رخمے	رحمے
〃	۳	۱	نبشتۂ	نبشتہ
〃	〃	〃	نشست	بنشست
〃	۶	۱	فریبندت	فریبندبیت
〃	۷	۱	نیازت بہ	نیازیت
〃	۷	۲	بر ذرّہ	بہر ذرّہ
〃	۹	۱	بعلّط	بغلط
〃	۹	۲	طلب	طبیب
〃	۱۰	۱	حسرت	عشرت

صحیح	غلط		سطر	صفحہ
				۱۶۱
				//
				//
				//
				۱۶۲
				//
				۱۶۳
				//
				۱۶۴
				//
				//
				//
				۱۶۵
				//
				//
				//
برنتابد	برن تابد	۱	۹	۱۶۶

باہتمام مرزا محمد جواد پروپرائٹر

در نظامی پریس لکھنؤ (آہنی پھاٹک) طبع شد

سنہ ۱۹۴۲ عیسوی